حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی خدماتِ حدیث کا تجزیاتی مطالعہ

Contribution of Ḥafiẓ Ṣalaḥuddīn Yousuf in the Field of Hadīth: An Analytical Study

تحقیقی مقالہ برائے **ایم۔ فل علومِ اسلامیہ**

مقالہ نگار

سفیر خان

ایم۔ فل سکالر شعبہ اسلامی فکر و ثقافت

رجسٹریشن نمبر: 1788-MPhil/IS/19

شعبہ اسلامی فکر و ثقافت

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی خدماتِ حدیث کا تجزیاتی مطالعہ

Contribution of Ḥafiẓ Ṣalaḥuddīn Yousuf in the Field of Hadīth: An Analytical Study

تحقیقی مقالہ برائے **ایم۔فل علومِ اسلامیہ**

مقالہ نگار

سفیر خان

ایم۔فل سکالر شعبہ اسلامی فکر و ثقافت

رجسٹریشن نمبر: 1788-MPhil/IS/19

یہ مقالہ ایم فل علوم اسلامیہ کی تکمیل کے لیے پیش کیا گیا ہے

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

سیشن ۲۰۲۲ء-۲۰۱۹ء

© سفیر خان (۲۰۲۳ء)

بسم الله الرحمن الرحيم

منظوری فارم برائے مقالہ ودفاع مقالہ

(Thesis and Deffence Approval Form)

زیر دستخطی تصدیق کرتے ہیں کہ انہوں نے مندرجہ ذیل مقالہ پڑھا اور مقالہ کے دفاع کو جانچا ہے۔ وہ مجموعی طور پر امتحانی کاردگی سے مطمئن ہیں اور فیکلٹی آف سوشل سائنسز کو اس مقالہ کی منظوری کی سفارش کرتے ہیں۔

مقالہ بعنوان: **حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی خدماتِ حدیث کا تجزیاتی مطالعہ**

Contribution of Ḥafiẓ Ṣalaḥuddīn Yousuf in the Field of Hadīth: An Analytical Study

Ḥafiẓ Ṣalaḥuddīn Yousuf Ki Khidamat-e-Hadith ka Tajzyati Mutala

نام ڈگری: ماسٹر آف فلاسفی علوم اسلامیہ

نام مقالہ نگار: سفیر خان

رجسٹریشن نمبر: 1788-Mphil/IS/F19

ڈاکٹر امجد حیات
(نگران مقالہ) ______________ دستخط: نگران مقالہ

پروفیسر ڈاکٹر مستفیض احمد علوی
(صدر، شعبہ اسلامی فکر وثقافت) ______________ دستخط: صدر، شعبہ اسلامی فکر وثقافت

پروفیسر ڈاکٹر خالد سلطان
(ڈین، فیکلٹی آف سوشل سائنسز) ______________ دستخط: ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز

تاریخ: ______________

حلف نامہ فارم

(Candidate Declaration Form)

میں **سفیر خان** ولد **عبد البصیر خان**

رول نمبر: **MP-F19-534** رجسٹریشن نمبر: **1788-MPhil/IS/F19**

طالب علم، ایم۔فل، شعبہ اسلامی فکر و ثقافت، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز (نمل) اسلام آباد، حلفاً اقرار کرتا ہوں کہ مقالہ بعنوان: **حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی خدماتِ حدیث کا تجزیاتی مطالعہ**

Contribution of Ḥafiẓ Ṣalaḥuddīn Yousuf in the Field of Hadīth: An Analytical Study

Ḥafiẓ Ṣalaḥuddīn Yousuf Ki Khidamat-e-Hadith ka Tajzyati Mutala

ایم۔فل علوم اسلامیہ کی ڈگری کی جزوی تکمیل کے سلسلہ میں پیش کیا گیا ہے، اور **ڈاکٹر امجد حیات** کی نگرانی میں تحریر کیا گیا ہے۔ راقم الحروف کا اصل کام ہے، اور یہ مذکورہ کام نہ تو کہیں اور جمع کرایا گیا ہے، نہ ہی پہلے سے شائع شدہ ہے اور نہ ہی مستقبل میں کسی بھی ڈگری کے حصول کیلئے کسی دوسری یونیورسٹی یا ادارے میں میری طرف سے پیش کیا جائے گا۔

میں اس بات کو جانتا ہوں کہ ایچ ای سی اور نمل علمی سرقہ کے حوالے سے عدم برداشت کی پالیسی پر سختی سے عمل پیرا ہے۔ اس لیے میں بطور مقالہ نگار اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ یہ میرا ذاتی علمی کام ہے۔ اس مقالہ کا کوئی حصہ بھی سرقہ شدہ نہیں ہے۔ میں نے جہاں سے بھی کسی علمی کام کو اپنے مقالے میں شامل کیا ہے اس کا باقاعدہ حوالہ دیا ہے۔ میں اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ اگر میرے مقالے میں کسی بھی قسم کا باقاعدہ علمی سرقہ پایا جائے تو یونیورسٹی میری ڈگری کو ختم کرنے / واپس لینے کا اختیار رکھتی ہے۔

نام مقالہ نگار: سفیر خان

دستخط مقالہ نگار: ____________

(ABSTRACT)ملخص مقالہ

Contribution of Ḥafiẓ Ṣalaḥuddīn Yousuf in the Field of Hadīth: An Analytical Study

In the subcontinent, a large number of scholars and hadiths were always ready for the protection, transmission, and dissemination of hadith to face any temptations or problems in connection with hadith in the subcontinent. These Ulemas performed the duty of full service to the knowledge of Hadith in their respective eras, even till today this process continues and is forgotten due to the sacrifices of the predecessors. Hafiz Salahuddin Yusuf, a part of the chain of the same chain, also took Faiz from Bhojiani. He has not only vigorously defended the attacks on Hadith by the deniers of Hadith, but also rendered excellent services in the fields of translation, research, and facilitation of Hadith. His full name was Muhammad Yusuf bin Hafiz Abdul Shakur bin Abdul Razzaq bin Muhammad Azam. You were born in August 1945 in Jaipur. Your family migrated from Jaipur to Pakistan in 1949. He memorized the Holy Qur'an at the age of eleven and received the first three years of Dars Nizami's education from Jamia Darul Uloom Saudia Karachi and the rest from Darul Uloom Taqwa Al Islam Lahore. He also held key positions in Pakistan. He was the adviser of the Federal Sharia Court until the end of 1988, i.e. his death. His academic and research publications are around 120. He wrote valuable research and critical books and articles on various aspects like tafseer, hadith, translations, defense of hadith, beliefs and worship, marriage and divorce, jurisprudence and jurisprudence, society and politics and court. Among his works, Tafsir's "Ahsan Al Bayan" gained the most fame.

In this paper, Hafiz Salah al-Din Yusuf reviewed and revised the translations of Hadith, translations, and summaries of hadith, books of hadith, Hidayah al-Qari, Sahih al-Bukhari, and Riyaz al-Salihin, etc. Mention and review are presented. Hadith preservation, translations, and new aspects of Hadith and its effects on the new generation have been mentioned. The main goal of the hadith deniers was the legislative status of the Prophet ﷺ, that the hadiths are personal sayings and opinions of his ﷺ, which are neither based on revelation nor are they to be believed in the light of the Qur’an, and divine revelation, is only from the Qur’an is in

shape. Muslim thinkers have discussed this point in great fragments and the legislative status of the Prophet ﷺ has been proved by logical arguments.

Keywords: *Hadith, Hafiẓ Ṣalaḥuddīn Yousuf, Translations of Hadith, protection of Hadith*

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱.	مقالہ کی منظوری کا فارم (Thesis Acceptance Form)	IV
۲.	حلف نامہ (Declaration)	V
۳.	ملخص (Abstract)	VI
۴.	اظہار تشکر (Acknowledgement)	X
۵.	انتساب (Dedication)	XI
۶.	مقدمہ	۰۱
۷.	**باب اول: بر صغیر میں خدماتِ حدیث کا آغاز وار تقاء اور جہات**	۰۸
۸.	فصل اول: بر صغیر میں خدمتِ حدیث کا آغاز وار تقاء	۰۹
۹.	فصل دوم: بر صغیر میں خدمتِ حدیث کی مختلف جہات	۴۹
۱۰.	**باب دوم: حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفی خدمات کا تعارفی مطالعہ**	۷۳
۱۱.	فصل اول: موصوف رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر تعارف	۷۴
۱۲.	فصل دوم: موصوف رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم حدیث	۷۷
۱۳.	فصل سوم: موصوف رحمۃ اللہ علیہ کا اسلوب و منہج اور تصنیفی خدمات	۸۶
۱۴.	**باب سوم: خدمتِ حدیث میں حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے کام کی جہات**	۹۷
۱۵.	فصل اول: حجیت و دفاعِ حدیث	۹۸
۱۶.	فصل دوم: نظر ثانی شدہ کتب احادیث اور فقہ الحدیث	۱۲۹
۱۷.	فصل سوم: تراجم و شروحات اور تحقیقات و تنقیحاتِ حدیث	۱۳۵
۱۸.	**باب چہارم: عصر حاضر میں حفاظتِ حدیث کی ضروریات و تقاضے**	۱۴۴

۱۹.	**فصل اول:** حدیث وعلوم حدیث کا تحفظ	۱۴۵
۲۰.	**فصل دوم:** تراجم وشروحات اور تدریسِ حدیث کی نئی جہات	۱۵۱
۲۱.	خلاصہ بحث	۱۶۵
۲۲.	نتائج وسفارشات	۱۶۸
۲۳.	فہرست آیات قرآنیہ	۱۷۰
۲۴.	فہرست احادیث مبارکہ	۱۷۱
۲۵.	فہرست مصادر مراجع	۱۷۲

اظہار تشکر

تمام تعریفیں اللہ تعالی کے لئے ہیں جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ جو کائنات کا خالق و مالک اور علیم و قدیر ہے۔ اللہ تعالی کا شکر ادا کرتا ہوں جس کی توفیق نے ہر مرحلہ زندگی پر حق کی راہنمائی نصیب فرمائی۔۔ مجھے حضرت محمد ﷺ کے امتی ہونے کا شرف بخشتے ہوئے بے شمار نعمتوں کے ساتھ حصول علم کے شوق سے بھی نوازا۔ اپنی لازوال نعمتوں سے بہراور فرمایااور اس قابل بنایا کہ یہ علمی کاوش بخیریت پایہ تکمیل تک پہنچا سکوں۔ میں کروڑوں مرتبہ اس ذاتِ باری تعالی کے آگے سر بسجود ہوں اور اس کے آگے نہایت ادب اور عجز و انکساری کے ساتھ شکر گزار ہوں کہ اس نے میرے قلم پر احسان کیا، طاقت بخشی اور توفیق عطا کی جس کی بدولت آج ایک چھوٹی سی علمی کاوش پوری ہونے جارہی ہے۔

میں اپنے والدین کریمین اور تمام اساتذہ کرام کا نہایت شکر گزار ہوں جن کے مخلصانہ تعاون نے مجھے علم کے زیور سے بہراور کیا، ہر مشکل میں ساتھ دیا اور میرے واسطے دعاؤں کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ اللہ کا فضل اور ان کی دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ آج مجھے ایم فل کا مقالہ مکمل کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

اس تحقیقی کاوش کو میں اپنے مقالہ کے نگران ڈاکٹر امجد حیات صاحب کی معاونت، راہنمائی اور تعاون کا ثمرہ سمجھتا ہوں۔ جن کی علمی سر پرستی اگر مجھے نہ ملتی تو آج مجھے اس تحقیقی مقالہ کو لکھنے کی سعادت نصیب نہ ہوتی۔ مقالہ نگاری کے دوران ان کی لحہ بہ لحہ نگرانی، معاونت، انتہائی قیمتی ہدایات اور مشوروں سے یہ مقالہ تکمیل کے مراحل تک پہنچا۔ علاوہ ازیں میں اپنے ان تمام اساتذہ کرام کا مشکور ہوں جنہوں نے مقالہ ہذا کی تکمیل میں میری ہر قدم پر رہنمائی کی۔ میں نمل یونیورسٹی کا ممنون ہوں، کہ مجھے اس مقالہ کو لکھنے کا موقع دیا اور اس کے تکمیل کے لئے نہایت قابل، مخلص و مشفق، محنتی، باذوق اور خوش اخلاق اساتذہ کرام فراہم کئے۔

سفیر خان

انتساب

والدین کریمین

اور

اساتذہ کرام

کے نام جنہوں نے علم کے سفر میں ہر قدم پہ میرا ساتھ دیا۔

مقدمہ

تعارف موضوع

الحمدللہ رب العالمین و الصلوۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء والمرسلین نبینا محمدا و علیٰ آلہ و صحبہ اجمعین۔ اما بعد

دینِ اسلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے رشد وہدایت کے سلسلے کا ایسا آخری رحمانی پیغام ہے جو تا قیامت بنی نوع کی ترقی وکامرانی کا باعث ہے۔ یہ سلسلہِ تعلیماتِ اسلام ہم تک پیغمبر اسلام ﷺ کے ذریعے پہنچیں جو﴿ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ﴾[1] اور"وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيينَ لَا نَبِي بَعْدِي"[2] کا مصداق ہیں۔ لہٰذا آپ ﷺ کے بعد اسلامی تعلیمات کو رہتی دنیا تک پہنچانے کا فریضہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین اور علمائے حق رحمۃ اللہ علیہم نے مختلف ادوار میں ادا کیا۔ قرآن مجید کی تعلیم کے ساتھ ساتھ فرامینِ رسول اللہ ﷺ کی حفاظت ہر دور میں امت مسلمہ کے علماء، صلحاء، محدثین، فقہاء کرام کرتے آئے ہیں، اسلام کی دعوت و تعلیم اسلاف کی جدوجہد سے دنیا کے کونے کونے تک پہنچی اور دین صحیح خطوط پر قائم رہا۔

اسی طرح برصغیر میں بھی علمائے کرام کی کاوشوں سے دینِ اسلام کا نور پاک وہند کے طول وعرض میں پھیلتا گیا اور ہر دور میں جب بھی تبلیغ اسلامی تعلیمات میں رکاوٹیں پیدا ہوئیں یا عدوِ اسلام کی ریشہ دوانیوں نے زور پکڑا تو علمائے حق میدانِ عمل میں آگئے اور انہوں نے اپنی زندگیاں خدمتِ اسلام اور اس کی آبیاری کے لیے وقف کر دیں۔ علمائے کرام کی یہ قربانیاں تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہیں چاہے انگریز کے خلاف جدوجہد آزادی ہو یا اسلام دشمن قوتوں کے فکری حملے ہوں، علمائے کرام نے بے باکی سے مقابلہ کیا اور اپنی علمی دعوت و تبلیغ، تحریر وتقریر سے اسلام کی حقیقی تعلیمات کو مٹنے نہ دیا۔

افرنگی قوم نے ہندوستان پر قابض ہونے کے بعد جب مسلمانوں کو نصرانی بنانے کی خاطر ایک بڑی سازش کے ساتھ پادریوں کو ہندوستان بلایا اور عیسائیت پھیلانے کی کوششیں شروع کر دیں تو مسلمانانِ ہند کی طرف اگر توجہ نہ کی جاتی اور ان کے ایمان اور اعمال صالحہ کی بقاء کا انتظام نہ کیا جاتا تو بہت بڑا مذہبی وعلمی خسارہ اٹھانا پڑتا۔ ان کے مدمقابل علمائے کرام کی علمی ومناظرانہ جہود سامنے آئیں جس سے مسلمانوں میں ایک نئی روح پھونک دی گئی۔ اسی سلسلے کی کڑی شاہ ولی اللہ دہلوی کی تحریک، دار العلوم دیوبند کا قیام، علی گڑھ کالج کا وجود وغیرہ سب علمائے کرام کی یکجا اور منظم کردہ محنتیں تھیں جو اسلامی افکار ونظریات کی حفاظت کا سبب بنیں۔ ان کے علاوہ ابو الحسن ندوی ہوں یا سید

---

(۱) سورہ الاحزاب:۴۰

(۲) أبو داود سليمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشير بن شداد بن عمرو الأزدي، تحقیق:محمد محيي الدين عبد الحميد، كتاب الفتن والملاحم ،باب ذكر الفتن ودلائلها،المكتبة العصرية، صيدا ، بيروت،۴/۹۷،حدیث نمبر:۴۲۵۲

ابوالاعلی مودودی ہوں، ڈاکٹر اسرار احمد خان ہوں یا ڈاکٹر احمد دیدات وغیر ہم نے بقدر طاقت مختلف میادین میں علمی سرگرمیاں سرانجام دیں۔

اسی طرح معاصر شخصیات میں سے جنہوں نے جذبہ للّٰہیت، دینی حمیت کے تحت دینی خدمات کا فریضہ سرانجام دیا اور عصر حاضر کے علمی تقاضوں اور چیلنجز کو سامنے رکھتے ہوئے بے پناہ علمی ذخیرہ پیش کیا ان میں حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت بھی ہے جو کہ معروف مفسر، محقق، مفتی، مترجم، شارح، مصنف ہونے کے ساتھ ساتھ پاکستان میں مندرجہ ذیل کلیدی عہدوں پر بھی فائز رہے:

١. مشیر وفاقی شرعی عدالت (١٩٨٠ء تا ١٢ جولائی ٢٠٢٠)
٢. رکن اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان
٣. رکن رؤیت ہلال کمیٹی پاکستان
٤. ہفت روزہ 'الاعتصام' کی ادارت (١٩٧٠ء تا ١٩٩٣)
٥. مدیر شعبہ تحقیق و تالیف دارالسلام ریاض لاہور (١٩٩٣ء تا اپریل ٢٠٠٥ء)
٦. ماہنامہ "محدث" کی ادارت (١٩٩٨ ایک سال)
٧. نگرانِ اعلیٰ شعبہ تحقیق و تالیف المدینہ اسلامک ریسرچ سنٹر (جون ٢٠١٥ء تا ١٢ جولائی ٢٠٢٠)

حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جملہ زندگی تحقیق، تصنیف اور دیگر علمی مشاغل میں گزاری جس کی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اپنے شخصی کارناموں میں علم و حکمت، ادب، تنقید نگاری اور زبان و بیان کے پورے قافلے کو سمیٹے ہوئے تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی حیات مبارکہ میں، موجودہ دور کے جدید علمی فکری اور فقہی مسائل کے حل کے ساتھ ساتھ، تفسیر، حدیث، فقہ الحدیث، تراجم کتب حدیث، حواشی، فن تحقیق حدیث، فقہ، سیرت، اور اعلیٰ تنقیدی علمی اسلوب پر مشتمل ہزاروں صفحات میں پھیلا ہوا بہت سا علمی سرمایہ قوم کی تعمیر کے لیے پیش کیا۔ جو عصر حاضر سے متعلقہ اہم مسائل، جدید فکری تعلیمات اور علمی تحقیق کے گوشوں پر رہنمائی مہیا کرتا ہے۔

زیر نظر موضوع " **حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی خدماتِ حدیث کا تجزیاتی مطالعہ** "میں برصغیر میں حدیث اور علم حدیث کے ابتدائی وارتقائی مراحل مختصر بیان کیے گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مختصر سوانح حیات اور تعلیم و تربیت، منہج و اسلوب اور تصنیفی خدمات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی صرف خدماتِ حدیث کی جہات کا احاطہ کر کے اس کا تجزیہ کیا گیا ہے۔

موضوع سے متعلق سابقہ کام کا جائزہ (Literature Review)

مقالہ جات

مختلف جامعات میں حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے چند مقالہ جات لکھے گئے ہیں۔ ان مقالات میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی علمی خدمات سے متعلقہ موضوعات کو زیرِ بحث لایا گیا ہے جن کی فہرست درج ذیل ہیں۔

۱۔ایم۔ فل، تفسیر "احسن البیان" از حافظ صلاح الدین یوسف کے سیرتی مباحث کا تحقیقی و تجزیاتی جائزہ، مقالہ نگار: حافظ محمد عثمان یوسف، نگران: ڈاکٹر رانا خالد مدنی، سیرت چیئر، یو ایم ٹی، لاہور، سیشن: ۲۰۱۷ء-۲۰۱۹

۲۔ایم۔فل، تفسیر احسن البیان از صلاح الدین یوسف کے منہج و اسلوب کا تجزیاتی مطالعہ، مقال نگار: ماشطہ رحمن، نگران: ڈاکٹر نعیم انور الازہری، شعبہ عربی و علوم اسلامیہ، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور، سیشن: ۲۰۱۷-۲۰۱۹

۳۔ایم۔فل، حافظ صلاح الدین یوسف کی علمی اور تفسیری خدمات کا تحقیقی جائزہ، مقالہ نگار: رابعہ حافظ، نگران: ڈاکٹر محمد سعید شیخ، شعبہ علوم اسلامیہ، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور، سیشن: ۲۰۱۹ء-۲۰۲۱

مذکورہ بالا مقالہ جات میں محققین نے حافظ صلاح الدین یوسف صاحب کی علمی، تصنیفی، تفسیری اور سیرتی خدمات کو ہی زیر بحث لایا ہے اور ہر محقق نے صرف اپنے موضوع کے دائرہ کار کے تحت ہی رہ کر تحقیق پیش کی ہے۔ تینوں مقالہ جات میں کسی محقق نے آپ کی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے خدماتِ حدیث کو تفصیل کے ساتھ ذکر نہیں کیا۔ اس اعتبار سے میری یہ تحقیق ان مذکورہ مقالہ جات سے انفرادیت کی حامل ہے۔

کتب

اس موضوع سے متعلق سابقہ کام کا جائزہ لیتے ہوئے یہ بات سامنے آئی ہے کہ حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات حدیث کے حوالے سے مستقل کوئی کتاب نہیں لکھی گئی بلکہ آپ کی حیات اور خدمات سے متعلقہ مصنفین نے کچھ نہ کچھ ضرور ذکر کیا ہے۔ اسی طرح ایک کتاب انڈیا میں بھی آپ کی خدمات کے حوالے سے چھپی ہے۔ محقق نے کوشش کی ہے کہ کسی طرح اس کتاب تک رسائی ہو جائے لیکن یہ ممکن نہ ہو سکا۔ محقق نے آپ کے بیٹے سے بھی رابطہ کیا تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا کہ ابھی تک وہ کتاب مجھے بھی نہیں پہنچی، لہذا مقالہ ہذا کی تحقیق میں اس ایک کتاب سے استفادہ نہیں ہو سکا۔ اس کے علاوہ جن کتب میں خصوصاً حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے متعلقہ معلومات ہیں اور عمومی طور پر برصغیر میں حدیث کا ارتقاء بیان کیا گیا ہے ان کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

عربی کتب:

۱) علامہ جلال الدین سیوطی، تاریخ الخلفاء، کراچی نفیس اکیڈمی، مئی ۱۹۸۳

۲) مولانا عبد الحئ حسنی لکھنوی، ثقافت اسلامیہ فی الہند، دمشق، جامع علمی عربی، ۱۳۷۷

۳) امیر علامہ سنجری، فوائد القواد، عدد طباعت ندارد، کراچی، مدینہ پبلشنگ کمپنی، ۱۹۷۸ء

۴) عبد الرشید عراقی، تذکرہ النبلاء فی تراجم العلماء، بیت الحکمت، لاہور، ۲۰۰۴ء

اردو کتب:

۱. مولانا محمد اسحاق بھٹی، دبستان حدیث، مکتبہ قدوسیہ، ۲۰۰۸

۲. ڈاکٹر خالد علوی، حفاظت حدیث، الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب، اردو بازار لاہور، مارچ ۲۰۰۵ء

۳. سید ابوالاعلی مودودی، سنت کی آئینی حیثیت، اسلامک پبلیکیشنز پرائیویٹ لمیٹڈ، ۱۳ ای شاہ عالم مارکیٹ، لاہور، مئی ۱۹۹۷ء

۴. محمد سعد صدیقی، علم حدیث اور پاکستان میں اس کی خدمت، طبع اول، لاہور، ملک سراج الدین اینڈ سنز، شعبہ تحقیق قائد اعظم لائبریری باغ جناح لاہور، ۱۹۸۸

۵. ابو یحیٰ امام خان نوشہروی، تراجم علمائے حدیث، جامعہ سلفیہ، فیصل آباد

۶. اختر راہی، تذکرہ علماء پنجاب، مکتبہ رحمانیہ لاہور، ۱۹۸۰ء

مؤرخ مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ نے "دبستان حدیث" (صفحہ: ۵۷۸-۵۸۸) حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت و حالات زندگی پر تقریباً ۱۰ صفحات تحریر کیے ہیں۔ علاوہ ازیں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی حیات مبارکہ پر مختلف اخبارات، رسائل اور مجلات وغیرہ میں بہت کم لکھا گیا جس میں ان کی زندگی کے علمی گوشوں کو سراہا گیا۔ لیکن باضابطہ طور پر آپ کی حیات مبارکہ اور خدماتِ حدیث کے حوالے کوئی تحقیق منظر عام پر نہیں آئی۔

مجلات

زیر تحقیق سے متعلقہ اور قریبِ موضوع کئی آرٹیکلز بھی لکھے گئے جن میں برصغیر پاک وہند میں علومِ حدیث کا آغاز اور اس کی نشرواشاعت میں محدثین کرام کی خدمات اور تاریخ کو قلمبند کیا گیا ہے۔ چند مجلات کو ذیل میں قلمبند کیا جارہا ہے۔

- پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر، ڈاکٹر میمونہ تبسم، "برصغیر میں محدثین کی خدماتِ حدیث، تاریخی وتجزیاتی جائزہ"، البصیرہ، جلد:۱، شمارہ:۲، دسمبر ۲۰۱۲، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد
- محسنہ اعظم، "برصغیر میں علم حدیث کا آغاز"، فکرونظر، جلد:۴۳، ۴۲، شمارہ:۱-۴، ۲۰۰۵، ادارہ تحقیقات اسلامیہ، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد
- طالب علی اعوان، "(برصغیر میں) اصول حدیث کے چند اہم مصنفین وتصانیف"، نور معرفت، جلد:۱۱، شمارہ ۱، ۲۰۲۰ء، نور الہدیٰ ٹرسٹ اسلام آباد
- الاعتصام اشاعت خاص بیاد مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی، حافظ صلاح الدین یوسف، ناشر:۳۱-شیش محل روڈ لاہور، طبع اول: محرم الحرام ۱۴۲۶ھ / مارچ ۲۰۰۵ء

- مولانا محمد اسحاق بھٹی، "تابعین سندھ"، المعارف مجلہ علمی، لاہور خصوصی شمارہ نمبر ۳، ادارہ ثقافت اسلامیہ
- عبدالرسول قادر بلوچ، "مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی"، المعارف مجلہ علمی، لاہور، خصوصی شمارہ نمبر ۸، ادارہ ثقافت اسلامیہ، جولائی اگست ۱۹۸۸ء
- مولانا مفتی محمد زاہد، "تدریس حدیث اور اس کے عصری تقاضے"، ماہنامہ الشریعہ، گوجرانوالہ، جلد: ۲۰، شمارہ نمبر: ۵، ۶، مئی، جون ۲۰۰۹

جوازِ تحقیق (Research Gap)

کبار اہل علم وفکر کی علمی خدمات سے فائدہ اٹھانا اور اس کے لیے راہ ہموار کرنا معاشرہ میں توازن اور اچھی فضا قائم رکھنے کے لیے بے حد ضروری عنصر ہے۔ اسی طرح نئے اذہان کی معماری کے لیے بھی لازم ہے کہ نوجوان نسل کو بالخصوص ایسے اہل علم کی کاوشوں سے روشناس کرایا جائے جنہیں پڑھ کر نہ صرف علم وفکر سے قلوب واذہان روشن ہوں بلکہ خدمتِ حدیث اور تحقیق کا وہ ذوق بھی بحال ہو جو عرصہ سے مدہم پڑ رہا ہے۔

حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے تصنیف و تالیف، تفسیر و حدیث، فقہ، ادب و تنقید نگاری، سیرت ودعوت اور اصلاح معاشرہ کے علاوہ دیگر کئی اہم موضوعات پر بہت سا علمی مواد چھوڑا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ علمی میدان کا ایک اہم ترین نام تھے۔ پاک وہند اور عرب ممالک میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی علمی عظمت، تحقیقی رفعت، فقہی فہم اور محققانہ صلاحیتوں کا اعتراف کیا گیا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تحقیقی وتنقیدی کام کی وسعت اسلامیات کے ہر بلند پایہ محقق کے برابر ہے۔ حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی ذات علم کا ایک ایسا دبستان تھی کہ موجودہ دور کا فکری منظر نامہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی علمی خدمات کا ذکر کیے بغیر ادھورا ہے۔ لیکن تاحال آپ رحمۃ اللہ علیہ کی علمی خدمات میں سے خدماتِ حدیث پر کوئی شایانِ شان کام وجود میں نہیں آیا۔ ایسے محقق کی حیات وخدمات میں نہ صرف تحقیق کرنے والوں کے لیے علمی مواد موجود ہے بلکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدماتِ حدیث پر معیاری تحقیق کرنا دور حاضر کی ضرورت بھی تھی تاکہ تشنگانِ علومِ تحقیق آپ رحمۃ اللہ علیہ کے علمی و تحقیقی گوشوں سے متعارف ہو کر ان سے مستفید ہو سکیں۔

حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں آپ کی شخصی خدمات پر مضامین وغیرہ لکھے جاتے رہے جن کا محور شخصی تعارف تک ہی محدود رہا۔ اس کے علاوہ ابھی تک آپ کی خدماتِ حدیث پر کوئی کتاب بھی نہیں چھپی اور نہ ہی تاحال کسی بھی یونیورسٹی میں ایم۔اے، ایم فل، پی ایچ ڈی کی سطح پر باضابطہ تحقیقی نوعیت کا کام ہوا ہے۔ لہذا ایم فل کی سطح پر زیر نظر موضوع پر ایسا تحقیقی خلا موجود تھا جو تحقیق کا متقاضی تھا اس لیے اس موضوع کو زیر تحقیق لایا گیا۔ محقق کا یہ مقالہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدماتِ حدیث کے تجزیے کے سلسلے میں پہلا تحقیقی ہمہ جہت کام ہے اور اس تحقیق سے NUML میں تحقیقی وعلمی سرگرمیوں کو وقار حاصل ہو گا۔ ان شاء اللہ

مقاصدِ تحقیق(Research Objectives)

- برصغیر میں خدماتِ حدیث کی نوعیت اور تاریخ سے متعلق جستجو کرنا
- یہ تحقیق کرنا کہ حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے خدماتِ حدیث میں کون سے خاص کام کیے ہیں
- حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے حفاظت حدیث، شرحِ حدیث اور حجیت حدیث میں کیے گئے کاموں کا تجزیہ کرنا
- عصر حاضر میں حفاظتِ حدیث، شروح حدیث اور تدریس کی نئی جہات واضح کرنا

سوالاتِ تحقیق (Research Questions)

- برصغیر میں حدیث کا آغاز وارتقاء کب اور کیسے ہوا اور اس کی مختلف جہات کیا رہی ہیں؟
- خدماتِ حدیث کے سلسلے میں حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے کام کی مختلف جہات کون کون سی ہیں اور ان کا منہج واسلوب کیا رہا ہے؟
- عصر حاضر میں حفاظتِ حدیث کی کون کون سی ممکنہ جہات ہو سکتی ہیں؟

اسلوبِ تحقیق(Research Methods)

- مقالہ ہذا میں تحقیق کا بنیادی منہج تجزیاتی اختیار کیا گیا ہے۔
- بنیادی مصادر میں قرآن مجید الجامع الصحیح (از محمد بن اسماعیل بخاری) الصحیح لمسلم (از مسلم بن حجاج)، السنن (از ابو داود) سنن الترمذی (از، محمد بن عیسی)، السنن (از محمد بن یزید)، مسند (از احمد بن حنبل) سے استفادہ کیا گیا ہے۔
- ثانوی مصادر میں حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث سے متعلقہ تصنیفات عظمتِ حدیث اور اس کے تقاضے ریاض الصالحین، اسلامی معاشرت،، منحۃ الباری ترجمہ الادب المفرد للبخاری (مترجم)، ہدایۃ القاری شرح صحیح البخاری (از عبدالستار الحماد)، تمیمۃ الصبی فی ترجمۃ الأربعین من احادیث النبی (از نواب صدیق حسن خان) تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکوۃ، کتب ستہ (مترجم) وغیرہ کے ساتھ ساتھ، دبستان حدیث، برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش، از مولانا اسحاق بھٹی، برصغیر پاک وہند میں علم حدیث از عبدالرشید عراقی، وغیرہ سے استفادہ کیا گیا ہے۔
- کتب اور مقالہ جات کے حصول کیلئے ڈیجیٹل لائبریری (اسلامی سافٹ ویئر، مکتبہ شاملہ، اسلامک ڈیجیٹل لائبریری، مکتبہ جبریل ریختہ) مختلف اسلامیات کی ویب سائیڈز (Kitabosunnat.com اور Archive.com) اور لائبریریوں (اسلامک ریسرچ سنٹر راولپنڈی (IRC)، نمل یونیورسٹی لائبریری، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی لائبریری، ڈاکٹر حمید اللہ لائبریری) کی طرف رجوع کیا گیا ہے۔

- حصولِ مواد کے لیے حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان، رفقاء اور تلامذہ سے معلومات حاصل کی گئی ہیں۔
- مقالہ کی عبارت آسان، عام فہم اور رموز واوقاف کے عین مطابق ہے۔
- مقالہ کو ابواب اور فصول میں تقسیم کیا گیا ہے۔
- حوالہ جات اور دیگر طریقہ تحقیق میں یونیورسٹی کے فارمیٹ پر عمل کیا گیا ہے۔

ابواب وفصول کی تقسیم

مقالہ ہذا کو مقدمہ بعد بنیادی طور پر چار ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے اور آخری باب دو دو فصول پر مشتمل ہیں جبکہ دوسرا اور تیسرا باب تین تین فصول میں منقسم ہیں۔

سفیر خان
ایم فل۔ سکالر
شعبہ اسلامی فکر وثقافت
فیکلٹی آف سوشل سائنسز
نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

باب اول

برصغیر میں خدماتِ حدیث کا آغاز وارتقاء اور جہات

فصل اول: برصغیر میں خدمتِ حدیث کا آغاز وارتقاء

فصل دوم: برصغیر میں خدمتِ حدیث کی مختلف جہات

فصل اول

برصغیر میں خدمتِ حدیث کا آغاز وارتقاء

اشاعت اسلام (پہلا دور: ۱ھ / ۶۲۲ء - ۳۹۰ھ / ۹۹۹ء):

پہلی صدی ہجری کے دوران برصغیر کے مختلف خطوں میں دین اسلام کی ترویج شروع ہو چکی تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہاں تشریف لائے، پھر تابعین واتباع تابعین رحمۃ اللہ علیہم کی تشریف آوری کا سلسلہ شروع ہوا جو کافی عرصہ تک جاری رہا جیسا کہ عبدالرسول قادر بلوچ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

> "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ صحابہ کو سندھ بھیجا تھا جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دعوت اسلام کا خط لے کر آئے تھے۔ وہ صحابہ کرام سندھ کے گاؤں نیرون کوٹ میں تشریف لائے۔ وہاں چند آدمیوں نے اسلام قبول کیا پھر دو صحابہ رضی اللہ عنہم سندھی میزبانوں کو ساتھ لے کر واپس چلے گئے اور تین صحابہ رضی اللہ عنہم سندھ میں تبلیغ دین کے سلسلے میں رہے جو اہل سنت کو اسلام کی دعوت دیتے رہے۔"(۱)

برصغیر میں اسلام کی اشاعت کے سلسلے میں میں آنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق مزید لکھتے ہیں:

> "ہند، وسندھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ۱۲۵ اصحاب رضی اللہ عنہم اجمعین تشریف لائے۔"(۲)

مذکورہ بالا اقتباسات کی روایات کے علاوہ بھی ایسے ذرائع ہیں جن کے ذریعے یہ تصدیق ہو جاتی ہے کہ اندرونِ ہند کے مختلف شہروں میں اوائل اسلام ہی سے سے تبلیغ و اشاعت اسلام کے سلسلے کا آغاز ہو گیا تھا جیسے کہ فیض عالم صدیقی کی عبارت سے واضح ہوتا ہے:

> "برصغیر میں اسلام کی آواز سب سے پہلے عرب تاجروں کے ذریعے پہنچی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں مسلمان تاجر ماری پور کے ساحلی علاقوں میں پہنچ چکے تھے۔ یہ لوگ اپنے کردار، سچائی اخلاق اور بے داغ کریکٹر کی وجہ سے یہاں کے حکمرانوں کی نظر میں ایک خاص مقام حاصل کر چکے تھے۔ یہاں تک کہ انہیں اس ملک میں مسجد بنانے کی اجازت بھی مل گئی تھی۔"(۳)

ہند کے مسلمانوں کا پہلا وفد حجاز میں

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دیگر حضرات میں سے جو نشرِ اسلام کی غرض سے برصغیر میں کوششیں کرتے رہے آخر کار وہ ثمر آور ہوئیں، یہاں کے باشندے حلقہ اسلام میں داخل ہوئے اور انہیں میں سے چند افراد ایک گروہ کی شکل

---

(۱) عبدالرسول قادر بلوچ، "مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی"، المعارف مجلہ علمی، لاہور، خصوصی شمارہ نمبر ۸، ادارہ ثقافت اسلامیہ، جولائی اگست ۱۹۸۸ء، ص:۱۰۱

(۲) عبدالرسول قادر بلوچ، "مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی"، المعارف، خصوصی شمارہ نمبر ۸، ص:۱۰۱

(۳) فیض عالم صدیقی، حکیم، اختلاف امت کا المیہ، عبدالتواب اکیڈمی ملتان، طبع دوم، ۱۹۷۹ء، ص:۱۶۱

میں حضور ﷺ کی زیارت سے مشرف ہونے کے لئے حجاز کی طرف عازم سفر ہوئے۔ چنانچہ اہل ہند کی اس کوشش کے متعلق مولانا اسحاق بھٹی صاحب رقمطراز ہیں:

> ”سیلون سے اہل ہند کا ایک وفد آپ ﷺ کی زیارت سے مشرف اور اسلامی تعلیمات سے باخبر ہونے کے لیے مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہوگیا۔ لیکن طویل و عریض سفر کی صعوبتیں برداشت کرتا ہوا یہ وفد اس وقت مدینہ منورہ پہنچا جبکہ نبی کریم ﷺ کا وصال ہو چکا تھا۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی اس دنیا سے تشریف لے جا چکے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بر سرِ آرائے مسند خلافت پر تھے۔“(۱)

اس کے باوجود اہل اسلام نے اس وفد کو بہترین انداز میں خوش آمدید کہا اور اس حد تک احترام سے پیش آئے کہ عرب مسلمانوں کی محبت ان کے دلوں میں جاگزیں ہوگئی۔(۲)

یقیناً اس سے واضح ہوتا ہے کہ جو وفد مدینہ منورہ گیا تھا انہوں نے واپس آکر اپنے شہر میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں یقینی طور پر موثر کردار ادا کیا ہوگا۔

۱۵ ہجری سے برصغیر پر عرب مسلمانوں کی فوج کشی کا آغاز ہوا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بحرین اور عمان کا والی صحابی رسول عثمان بن ابو العاص ثقفی رضی اللہ عنہ کو بنایا۔ عثمان بن ابو العاص رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی حضرت حکم رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر کا سالار مقرر فرمایا اور برصغیر میں بمبئی کے قریب بندر گاہ جانب جہاد فی سبیل اللہ کی غرض سے روانہ کیا اور مغیرہ بن ابو العاص کو دیبل کی طرف بھیجا۔(۳)

مذکورہ تینوں حضور ﷺ کے صحابہ تھے اور عثمان رضی اللہ عنہ خیار صحابہ میں سے تھے۔ آپ کو نبی کریم ﷺ نے والی طائف بنایا تھا۔ عثمان رضی اللہ عنہ جہاد کے لیے فارس کی طرف بھی عازم سفر ہوئے۔ آپ ہی کی کوششوں کے نتیجے میں اسلامی لشکر نے زمین ہند کا رخ کیا پھر تھانہ بھراچ اور دیبل پر حملے کیے یہ اس زمانے میں بلاد ہند کے تین بڑے اہم مقامات تھے۔(۴)

اسی طرح سولہویں ہجری میں فارس کی جنگ کے دوران ہند کے رہنے والوں کی ایک بڑی تعداد نے حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔(۵) یہ وہ ہندی تھے جنہوں نے فارس میں قیام رکھنے کی وجہ سے جنگ میں اہل فارس کا ساتھ دیا۔ بعض ان میں سے قیدی بنائے گئے اور بصرہ لائے گئے۔ حضرت ابو موسی اشعری

(۱) مولانا محمد اسحاق بھٹی، "تابعین سندھ"، المعارف مجلہ علمی، لاہور خصوصی شمارہ نمبر ۳، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ص: ۲۰۳

(۲) مولانا محمد اسحاق بھٹی، فقہائے ہند، طبع اول، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۷۴ء ج:۱، ص:۳

(۳) ایضاً، ج:۱، ص:۴

(۴) ایضاً، ج:۱، ص:۵

(۵) ایضاً، ج:۱، ص:۴

رضی اللہ عنہ نے بصرہ میں ان کے ساتھ اس قدر اچھا سلوک کیا کہ وہ اسلامی اخلاق اور رواداری سے متاثر ہوگئے اور دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ (۱)

اس سے یہ پتا چلتا ہے کہ ابتدائے اسلام ہی سے متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین واتباع تابعین رحمۃ اللہ علیہم نے اسلام کو پھیلانے کی خاطر برصغیر کی طرف توجہ فرمائی، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ برصغیر میں دین اسلام کی اشاعت کا آغاز ہوا اور عربی علوم خاص طور پر حدیث کا علم قابل ذکر ہے کی بھی ترویج ہوئی۔

عہد فاروقی

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بھی برصغیر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تشریف لائے جن کی تعداد بارہ ہے۔ ذیل میں ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا اختصار کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے:

۱۔ حضرت عثمان بن ابی العاص الثقفی رضی اللہ عنہ خیار صحابہ میں تھے جن کا تذکرہ سابقہ سطور میں بھی ہو چکا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پاک وہند کے شہروں میں ۳ جنگیں کیں۔ (۲)

۲۔ حضرت حکم بن ابو العاص ثقفی رضی اللہ عنہ نے بندرگاہ تھانہ اور بھرائچ کے علاقے پر غلبہ پایا۔

۳۔ حضرت مغیرہ بن ابو العاص ثقفی رضی اللہ عنہ نے دیبل فتح کیا۔

۴۔ حضرت ربیع بن زیاد حارثی رضی اللہ عنہ کرمان ومکران کے علاقوں میں گئے اور وہاں جہاد کیا۔

۵۔ حضرت حکم بن عمرو بن مجدع عفاری رضی اللہ عنہ نے مکران کے علاقے کو فتح کیا۔

۶۔ حضرت عبد اللہ بن عبد اللہ بن عتبان انصاری رضی اللہ عنہ بھی مکران کی فتح میں شریک تھے۔

۷۔ حضرت سہیل بن عدی الخزرجی الانصاری رضی اللہ عنہ بھی جنگ مکران میں شامل تھے۔

۸۔ حضرت شہاب بن مخارق تمیمی رضی اللہ عنہ جو کہ مدرک تھے اور مکران کی فتح میں موجود تھے۔

۹۔ حضرت صحار بن عباس عبدی رضی اللہ عنہ بھی مذکورہ لڑائی میں پیش پیش تھے۔

۱۰۔ حضرت عاصم بن عمر تمیمی رضی اللہ عنہ نے سجستان اور نواحی سندھ کے علاوہ اردگرد کے علاقے فتح کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

۱۱۔ حضرت عبد اللہ بن عمیر اشجعی رضی اللہ عنہ نے سندھ کے شہر مغلوب کیے۔

۱۲۔ حضرت نسیر بن دیسم عجلی رضی اللہ عنہ۔ آپ کا شمار مخضرمین میں تھا۔ آپ نے بلوچستان کا کچھ حصہ پر قبضہ کیا۔ (۳)

---

(۱) ایضاً، ج:۱، ص:۴

(۲) ایضاً، ج:۱، ص:۱۱

(۳) ایضاً، ج:۱، ص:۱۲

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دور

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت کے دوران برصغیر میں جو اصحاب کرام رضی اللہ عنہم تشریف لائے وہ پانچ تھے۔

ا۔ حضرت حلیم بن جبلہ عبدی رضی اللہ عنہ بلادہند کے پہلے مسلم سیاح اور یہاں کے حالات کے عالم ہیں۔ یہ مدرک بھی ہیں۔

۲۔ حضرت عبید اللہ بن معمر قرشی عبشمی رضی اللہ عنہ۔ مکران کو فتح کرنے والے بھی ہیں اور اس کے امیر بھی رہے۔

۳۔ حضرت عمیر بن عثمان رضی اللہ عنہ بھی مکران کی امارت کے عہدے پر رہے ہیں۔

۴۔ حضرت مجاشع ابن ثعلبہ سلمی رضی اللہ عنہ۔ بلوچستان کو آپ نے فتح کیا۔

۵۔ حضرت عبد الرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ۔ آپ نے سجستان اور کابل کے علاقے فتح کیے اور نواحی ہند کے کچھ علاقوں پر قبضہ کیا۔(۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عہد

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بھی تقریباً تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم برصغیر میں تشریف لائے۔

ا۔ حضرت خریت بن راشد ناجی رضی اللہ عنہ۔ آپ مکران میں تشریت لائے تھے۔

۲۔ حضرت عبد اللہ بن سوید تمیمی رضی اللہ عنہ آپ مخضرم تھے۔ غزوہ سندھ میں آپ بھی شریک ہوئے۔

۳۔ حضرت کلیب بن ابو وائل رضی اللہ عنہ۔ آپ کے صحابی یا تابعی ہونے میں اختلاف ہے۔ آپ بھی برصغیر میں تشریف لائے۔ وہاں آپ نے ایک درخت دیکھا جس کے ایک سرخ رنگ کے پھول پر سفید حروف میں "محمد رسول اللہ" کے الفاظ لکھے ہوئے تھے۔(۲)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا زمانہ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں برصغیر میں تشریف لانے والے حضرات گرامی درج ذیل ہیں:

ا۔ حضرت مہلب بن ابو صفرہ ازدی عتکی رضی اللہ عنہ آپ کا شمار مدرکین میں ہوتا ہے۔ آپ نے لاہور بنوں اور سندھ میں بدھ جدوجہد فرمائی۔

۲۔ حضرت عبد اللہ بن سوار رضی اللہ عنہ۔ آپ مدرک ہیں۔ آپ نے ہند میں ہونے والے بعض غزوات میں شرکت کی اور جامِ شہادت نوش کیا۔

۳۔ حضرت یاسر بن سوار رضی اللہ عنہ۔ مدرکین میں سے ہیں۔ یہاں کے ایک پہاڑی مقام قلات کی جنگ میں شریک تھے۔

۴۔ حضرت سنان بن سلمہ رضی اللہ عنہ۔ آپ صحابی تھے۔ ایک مرتبہ برصغیر میں فتح کردہ علاقوں کے والی بھی رہے۔

---

(۱) ایضاً، ج:۱، ص:۱۲

(۲) ایضاً، ج:۱، ص:۱۲

۵۔ حضرت منذر بن جارود عبدی رضی اللہ عنہ۔ (آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور کے بعد ہندوستان میں تشریف لائے)۔ بوقان اور قلات وغیرہ کے علاقوں کی جنگوں میں شریک ہوئے اور اسی علاقے میں رحلت فرمائی۔[1]

مندرجہ بالا اصحاب کے آنے سے یہ بات ثابت ہوئی کہ پہلی صدی ہجری میں ہی اہل ہند اسلام کے روح پرور پیغام سے آشنا ہو چکے تھے۔ کچھ ایسی روایت بھی وارد ہوئی ہیں جن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہند کا تذکرہ کیا اور اس کے بعض امور سے متعلق دلچسپی بھی ظاہر کی۔[2]

تحقیق سے مزید عیاں ہو جاتا ہے کہ اشاعِ اسلام سے دلچسپی رکھنے والے افراد دو راستوں سے ہندوستان کی طرف تشریف لائے۔ پہلا راستہ سندھ کا ہے جس کا تذکرہ سابقہ صفحات میں کر دیا گیا ہے۔ دوسرا راستہ شمال مغربی سرحد کی جانب سے ہے جب حضرت سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے برصغیر میں داخل ہو کر غیر اسلامی قوتوں کے پرچم کو سرنگوں کیا اور اس طرح دین اسلام کی ترویج اور اس کے فروغ کی راہیں ہند کے کئی شہروں میں ہموار ہو گئیں۔[3]

چنانچہ ثابت ہوا پہلی صدی ہجری سے موجودہ دور تک کے صحابہ، تابعین، علماء اور محدثین کرام برصغیر پاک وہند میں تبلیغ اسلام کا فریضہ سرانجام دینے میں مصروف ہیں۔

فتح سندھ

سن ۸۶ ہجری میں ولید بن عبدالملک مسند خلافت پر براجمان ہوئے۔[4] آپ کے دور میں ہی ۹۳ ہجری میں مسلمانوں نے سندھ کی جانب حضرت محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی زیر نگرانی سندھ کی جانب باقاعدہ طور پر پیش قدمی کی اور سندھ کے کئی علاقے فتح کرنے کے بعد ملتان کے علاقے تک پہنچ گئے۔ جس کے نتیجے میں سندھ پر عربوں کی باقاعدہ طور پر حکومت قائم ہو گئی۔[5]

مراکزِ حدیث اور مدارس علومِ اسلامیہ کا قیام

مذکورہ فتوحات کے بعد حالات قدرے سازگار ہو چکے تھے کہ مدارس دینیہ کے قیام کو عمل میں لائے جانے کی ضرورت پیش آئی۔ چنانچہ اس ضرورت کو پورا کرنے کی غرض سے مدارس دینیہ اور مراکزِ حدیث کی تاسیس کا باقاعدہ سلسلہ شروع ہو گیا۔ حجاز سے تشریف لانے والے حضرات، حدیث اور علمِ حدیث کی نشر و اشاعت میں مصروف ہو گئے جیسا کہ مندرجہ ذیل اقتباس سے واضح ہوتا ہے:

> "خلیفہ ولید بن عبدالملک کے دور خلافت میں محمد بن قاسم نے سندھ فتح کیا اور تمام شہروں پر عرب کی حکومت مستحکم ہو گئی۔ لوگ عباسی خلفاء کے خوف سے سندھ میں آبسے ان میں بعض تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم

---

(۱) ایضاً، ج:۱، ص:۱۳

(۲) ایضاً، ج:۱، ص:۱

(۳) ایضاً، ج:۱، ص:۱۴

(۴) علامہ جلال الدین سیوطی، تاریخ الخلفاء (مترجم) اقبال الدین احمد، طبع پنجم، کراچی نفیس اکیڈمی، مئی ۱۹۸۳، ص:۲۲۳

(۵) مولانا عبدالحئی حسنی لکھنوی، ثقافت اسلامیہ فی الہند، (عربی) دمشق، جامع علمی عربی، ۱۳۷۷ھ بمطابق ۱۹۵۸ء، ص:۱۳۵

خاندان نبوت سے تھے۔ اور اس کے بعد پے در پے علماء سندھ میں آنے شروع ہو گئے۔ یہیں سکونت اختیار کرلی، ان کی نسلیں بھی رہیں اور ہند کے شہروں میں پھیل گئے۔ علم حدیث کو حاصل کیا اور روایت کیا۔ مضبوط یادداشت (کی بنا) پر چار صدی ہجری تک ان کی تصانیف کو سب نے اخذ کیا اہل ہند میں سے۔"(۱)

محدثین میں سب سے زیادہ مشہور شخصیت حضرت ابو موسی اسرائیل بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی ہے جو سندھ میں آئے اور علم حدیث کی تبلیغ میں حتی الوسع جدوجہد کی۔(۲) آپ بصرہ کے باشندے تھے۔ تجارت کی غرض سے یہاں تشریف لائے اور بعد میں مستقل طور پر یہاں پر ہی سکونت اختیار کرلی۔ آپ کی تحدیث وعلم اور فضل کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ حضرت سفیان ثوری، حضرت سفیان بن عیینہ، اور حضرت سعد القطان جیسے کبار محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم آپ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ اسی طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے چار مقامات پر آپ کی روایات نقل فرمائی ہیں۔(۳)

سندھ میں تشریف لانے والے تابعین اور تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم

ذیل میں چند سندھ میں تشریف لانے والے تابعین اور تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم اور ان کی حدیث کی اشاعت وترویج کے حوالے سے اختصار کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے۔ انہوں نے تدریس کے حلقات بھی قائم کیے اور علماء اور طلباء کو مستفیض فرمایا۔

حضرت ابن اسید احنس رحمۃ اللہ علیہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ تابعی تھے اور سندھ کے والی مقرر ہوئے۔ طویل مدت تک سندھ کے علاقے میں مقیم رہے اور اس دوران تدریسِ حدیث کا عمل بھی جاری رکھا۔(۴)

حضرت ابوشیبہ جوہری رحمۃ اللہ علیہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام یوسف تھا اور آپ بھی تابعی تھے۔ آپ کی خدمت حدیث کے متعلق لکھا جاتا ہے کہ:

"یہ بہت اچھے منتظم بھی تھے۔ چنانچہ دیبل اور نیرون کی فتح کے بعد ان کو ان شہروں اور ان کے اردگرد نواحی علاقوں کا امیر مقرر کر دیا گیا تھا۔ یہ خدمت انھوں نے نہایت حسن وخوبی کے ساتھ انجام دی۔ علاوہ ازیں اپنے زیر انتظام علاقوں میں قرآن وحدیث کی تعلیم وتدریس کے حلقے بھی قائم کیے۔ خود اپنا حلقہ درس حدیث بھی قائم کیا۔"(۵)

---

(۱) ایضا، ص:۱۳۵

(۲) ایضا، ص:۱۳۵

(۳) محمد سعد صدیقی، علم حدیث اور پاکستان میں اس کی خدمت، طبع اول، لاہور، ملک سراج الدین اینڈ سنز، (شعبہ تحقیق قائداعظم لائبریری باغ جناح لاہور) ۱۹۸۸، ص:۱۷۲

(۴) مولانا محمد اسحاق بھٹی، "تابعین سندھ"، خصوصی شمارہ نمبر ۳، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ص:۲۰۵

(۵) ایضا، ص:۲۰۶

حضرت حاتم بن قبیصہ بن مہلب بن ابو صفرہ ازدی عتکی رحمۃ اللہ علیہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا شمار تابعین میں ہوتا ہے۔ آپ کے متعلق ہے کہ:

"ایک عرصہ تک سندھ میں مصروف جہاد رہے۔ آپ نے سندھ میں درس حدیث کا سلسلہ بھی جاری کیے رکھا اور بے شمار لوگوں نے آپ سے استفادہ کیا اور حدیث روایت کی۔"(۱)

حضرت ابو قیس زیادہ بن رباح قیسی بصری رحمۃ اللہ علیہ

آپ بھی تابعی تھے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے۔ انہی سے حدیث روایت فرماتے تھے۔ محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کے ہمرہ سندھ میں آئے۔ آپ نے قرآن وحدیث کی تدریس وتعلیم کی نیت سے جدوجہد کی۔(۲)

حضرت عبدالرحمن سندھی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے اور انہی سے روایت حدیث کیا کرتے تھے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان سے بھی روایت نقل کی ہے۔ آپ بھی سندھ میں ہی مقیم رہے۔(۳)

اب ذیل میں ان محدثین کرام کا تذکرہ پیش خدمت ہے جو سندھ کے مختلف بلاد میں حدیث کی نشر و اشاعت میں مصروف ہوئے اور مستقل طور پر خدمات انجام دیتے رہے۔

محدثین دیبل

دیبل ایک مشہور بندرگاہ تھی جو عربوں کے دور حکومت میں موجودہ ٹھٹھہ اور کراچی کے درمیان واقع تھی۔(۴) یہاں دوسری صدی ہجری سے پانچویں صدی ہجری تک علم حدیث کی تبلیغ کا خوب سلسلہ جاری رہا۔ جن محدثین کرام نے اس علاقے میں خدمت حدیث کا فریضہ سرانجام دیا ان کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

حضرت محمد بن ابراہیم دیبلی رحمۃ اللہ علیہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابو جعفر تھی۔ حدیث کی طلب کی غرض سے حجاز کا سفر بھی کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ۳۴۲ھ میں وفات پائی۔(۵)

حضرت ابراہیم بن محمد دیبلی رحمۃ اللہ علیہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ بھی حدیث کا علم حاصل کرنے کی نیت سے حجاز اور بغداد تشریف لے گئے۔ آپ نے ۳۴۵ھ بمطابق ۹۵۴ء کو وفات پائی۔(۶)

---

(۱) ایضا، ص: ۲۰۷

(۲) ایضا، ص: ۲۱۱

(۳) ایضا، ص: ۲۱۷

(۴) ڈاکٹر محمد اسحاق، علم حدیث میں پاک وہند کا حصہ، (مترجم) شاہد حسین رزاقی، طبع اول، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۷۷ء، ص: ۵۲

(۵) ایضا، ص: ۵۳

(۶) ایضا، ص: ۵۳

اس کے علاوہ حضرت محمد بن عبد اللہ دیبلی، حضرت احمد بن عبد اللہ دیبلی، حضرت حسن بن محمد بن اسد دیبلی، حضرت خلف بن محمد دیبلی، حضرت احمد بن محمد بن ہارون دیبلی، حضرت حسن بن حامد دیبلی، حضرت ابو القاسم شعیب بن محمد بن احمد دیبلی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ ایسے افراد ہیں جنھوں دیبل میں علم حدیث کی ترویج میں اپنی صلاحیتوں کو صرف کیا۔(۱)

محدثین منصورہ

منصورہ کے محدثین کے بارے میں بیان کرنے سے قبل منصورہ کی جغرافیائی اور تاریخی کیفیت کے متعلق بیان کرنا ضروری ہے تاکہ آئندہ صفحات میں پیش کی جانے ابحاث میں کوئی ابہام نہ پیش آئے۔

ڈاکٹر محمد اسحاق اپنی کتاب "علم حدیث میں پاک وہند کا حصہ" میں لکھتے ہیں:

> "سندھ کے شہر حیدرآباد کے شمال مشرق میں ۴۷ میل کے فاصلے پر دریائے سندھ کے قدیم راستے کے قریب ایک بڑا ٹیلہ ہے جو بمبھر کا تھل کہلاتا ہے۔ یہ سندھ کے قدیم شہر منصورہ کے کھنڈروں کی نشاندہی کرتا ہے۔ بلاذری کے بیان کے مطابق محمد بن قاسم (رحمۃ اللہ علیہ) فاتح سندھ کے لڑکے عمرو نے ۱۱۰ھ سے ۱۲۰ھ کے درمیان شہر منصورہ آباد کیا تھا۔ ۲۷۰ھ میں جب زیریں سندھ میں خود مختار عرب ریاست قائم ہوگئی تو منصورہ برابر ترقی کرتا گیا اور اور ۳۴۰ھ میں اصطخری یہاں آیا تو ایک خوشحال شہر بن چکا تھا جس کا رقبہ چار مربع میل تھا اور یہاں مسلمان آباد تھے۔"(۲)

منصورہ کے مذہبی رجحانات

منصورہ کے محدثین کا ذکر کرنے سے پہلے منصورہ میں رہنے والے مسلمانوں کے مذہبی رجحانات کے بارے میں معلوم کر لینا اس لیے ضروری ہے کے محدثین کرام کے تذکرہ میں اس کا ذکر آئے گا۔ المقدسی منصورہ کی مذہبی اور عملی زندگی کے بارے رقمطراز ہیں:

> "یہاں کے لوگ مومن، ذہین اور پرہیز گار ہیں۔ اسلام کا بہت احترام کیا جاتا ہے۔ لوگ اسلامی احکام پر سختی سے عمل کرتے ہیں اور ملاؤں کا کوئی عمل دخل نہیں۔ مسلمانوں کی اکثریت اصحاب حدیث پر مشتمل ہے جو ظاہری امام داؤد الاصبہانی کے پیرو ہیں۔"(۳)

تعارف محدثین منصورہ

ذیل میں اختصار کے ساتھ منصورہ کے رہنے والے محدثین کرام کے متعلق تعارف لکھا جاتا ہے:

ا۔ حضرت احمد بن محمد بن صالح منصوری رحمۃ اللہ علیہ

---

(۱) ایضا، ص:۵۴-۵۷

(۲) ایضا، ص:۵۷

(۳) ایضا، ص:۵۷

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے منصورہ میں اپنا حلقہ تدریس قائم کیا اور حدیث کا درس دیتے تھے۔(۱) پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ منصورہ کے قاضی بھی مقرر ہوئے۔ حضرت داؤد بن علی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر آپ نے کئی ضخیم کتب بھی لکھی ہیں۔(۲)

۲۔ حضرت احمد بن محمد منصوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ محدثین میں سے ہیں اور حضرت داود بن علی ظاہری کے مذہب کے پیروکار تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تین سو ساٹھ ہجری میں وفات پائی۔(۳)

۳۔ حضرت عبد اللہ بن مرہ منصوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ بھی ایک محدث اور حدیث کے استاد تھے۔ آپ کی وفات ۳۹۰ ہجری میں ہوئی۔(۴)

قصدار کے محدثین

قصدار موجودہ دور میں خضدار کہلاتا ہے جو کہ بلوچستان کے علاقے قلات میں واقع ہے۔(۵) یہاں پر بھی کئی محدثین گزرے جنہوں نے اشاعتِ علم وحدیث کے لیے اپنی تمام تر کوششیں کیں۔

ذیل میں قصدار سے ابھرنے والے چند محدثین کرام کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

ا۔ حضرت جعفر بن خطاب قصداری رحمۃ اللہ علیہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک عظیم محدث تھے۔ آپ ثقہ راویوں میں سے ہیں۔ آپ ۴۵۰ ہجری میں خالق حقیقی سے جا ملے۔(۶)

۲۔ حضرت سیبویہ بن اسماعیل قصداری رحمۃ اللہ علیہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث کی تدریس کے حوالے سے حلقہ درس قائم کیا تھا اور اس کے بعد آپ مکہ تشریف لے گئے۔ آپ کی وفات ۴۶۳ ہجری کو ہوئی۔(۷)

چوتھی صدی ہجری کے دوران قصدار میں علم حدیث کی نشر واشاعت کا سلسلہ جاری تھا کہ اس صدی کے آخری حصہ میں ایک اہم تبدیلی رونما ہوگئی جس نے اہل سنت کی مذہبی زندگی کو بھی متاثر کیا۔ ملتان اور منصورہ کی ریاستوں پر اسماعیلیوں کا قبضہ ہو گیا۔(۸)

---

(۱) ایضا، ص:۵۸

(۲) مولانا عبد الحئی حسنی لکھنوی، الثقافہ الاسلامیہ فی الہند، ص:۱۳۵

(۳) ڈاکٹر محمد اسحاق، علم حدیث میں پاک وہند کا حصہ، ص:۵۹

(۴) ایضا، ص:۵۹

(۵) ایضا، ص:۵۹

(۶) ایضا، ص:۶۰

(۷) ایضا، ص:۶۱

(۸) ایضا، ص:۶۱

چنانچہ اس اہم سیاسی تبدیلی نے مذہب کو بھی متاثر کیا جیسا کہ اس سلسلے میں ڈاکٹر محمد اسحاق لکھتے ہیں:

”سنیوں کے وہ مذہبی ادارے جو ان کے عالموں اور حکمرانوں کی محنت اور کوشش اور سرپرستی کے باعث قائم ہوئے اور پھیلے تھے بالکل تباہ ہوگئے۔ اسماعیلیوں کے قبضے کا نتیجہ یہ نکلا کہ سنی عربوں نے صدیوں کی حکومت کے دوران میں جو کچھ تعمیری کام سندھ میں کیے تھے وہ سب برباد ہوگئے۔“(۱)

نشرواشاعت علم حدیث کارک جانا

مذکورہ بالا واقعات اور تبدیلیوں کی وجہ سے سندھ کے شہروں میں علمِ حدیث کی ترویج میں نزاع واقع ہو گیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حدیث کی تعلیم اور تدریس تقریباً رک گئی۔ محدثین کی اکثریت نے ہجرت کا راستہ اختیار کرنا بہتر سمجھا۔ جیسا کہ تاریخ کے اوراق نے محفوظ کیا ہے:

”ان حالات میں علم حدیث کو جو سنیوں کی فقہ کا سرچشمہ ہے بہت نقصان پہنچا۔ اسماعیلیوں کے عہد میں سنی علماء کے لیے سندھ کی فضا سازگار نہیں رہی تھی اور یہ بات قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کہ محدثین کو ملک چھوڑ دینے پر مجبور کر دیا گیا ہو گا یا انہوں نے اپنی علمی سرگرمیوں کو ملتوی کر دیا ہو گا۔“(۲)

اس دور میں اہل سنت کے خلاف جو مہم چلی تو حالات یہاں تک پہنچ گئے کہ ملتان کی جامع مسجد بند کر دی گئی۔ چوتھی صدی ہجری کے بعد کوئی طالب علم تحصیل حدیث کی غرض سے بیرون ملک نہ بھیجا گیا۔ اسی طرح علم حدیث کی تعلیم سندھ کے شہروں میں بھی یکسر رک گئی تھی۔ (۳)

سندھ کے شہروں اور خطہ ہند میں چوتھی صدی ہجری کے آخر میں حدیث کے علم کی ترویج کا دور اپنے اختتام کو پہنچ چکا تھا۔ (۴)

اس دور کے بعد چند علمائے کرام ایسے بھی منظر عام پر آئے جنہوں نے علم حدیث کی تبلیغ و اشاعت میں بھرپور جدوجہد کی۔ چند علمائے کرام کے اسمائے گرامی کا تذکرہ ذیل کے صفحات میں اختصار کے ساتھ کیا جاتا ہے:

۱۔ حضرت نصر اللہ بن احمد بن سندھی رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ نے ۴۳۳ ہجری میں وفات پائی۔ (۵)

۲۔ حضرت شیخ محمد اسماعیل لاہوری رحمۃ اللہ علیہ۔ جو ۴۴۸ھ میں فوت ہوئے۔

۳۔ حضرت ابوالحسن علی بن عمر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ نے ۵۲۹ ہجری میں وفات پائی۔

۴۔ حضرت محمود بن محمد لاہوری رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ نے پانچ سو چالیس ہجری میں وفات پائی۔

۵۔ حضرت بختیار بن عبد الہندی رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ نے ۵۴۲ ہجری میں وفات پائی۔

---

(۱) ایضاً، ص:۶۱

(۲) ایضاً، ص:۶۲

(۳) ایضاً، ص:۶۲

(۴) مولانا عبد الحئی حسنی لکھنوی، الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند، ص:۱۳۵

(۵) محمد سعد صدیقی، علم حدیث اور پاکستان میں اس کی خدمت، شعبہ تحقیق قائد اعظم لائبریری، باغ جناح لاہور، طبع اول:۱۹۸۸ء، ص:۱۹۹

۶۔ حضرت ابو الفتوح عبد الصمد بن عبد الرحمن لاہوری رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ نے ۵۵۰ ہجری میں وفات پائی۔
۷۔ حضرت عمرو بن سعید لاہوری رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ چھٹی صدی ہجری میں فوت ہوئے۔
۸۔ حضرت حسن بن محمد صغانی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ۔ جنہوں نے چھ سو پچاس ہجری میں وفات پائی۔[۱]۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ علم حدیث کی جانب خاصا رجحان رکھتے تھے۔ علم حدیث کے حصول کے بعد محدثین کا مسلک اختیار کر لیا۔[۲] حدیث کے علم کے موضوع پر کئی کتب بھی آپ نے لکھی ہیں۔ مشارق الانوار آپ کی تالیفات میں احادیث مبارکہ کا ایک مشہور ترین مجموعہ ہے۔[۳]

اسلام کی اشاعت وترویج کا دوسرا دور (۴۰۱ھ -۱۱۰۰ھ)

خصوصیات

ہر عہد کوئی نہ کوئی خصوصیات رکھتا ہے جو اس کی اہمیت اور قدر و منزلت اور مشہوری کا باعث بنتی ہے۔ جیسا کہ دور اول کی خصوصیات میں بتایا گیا ہے کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم تابعین اور تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم نے اپنے مبارک قدموں سے برصغیر کے علاقہ سندھ کو رونق بخشی۔ اس طرح سندھ میں تبلیغ اسلام کے ساتھ ساتھ حدیث کے علم کی تعلیم بھی پھیلی۔

اسی طرح اشاعت اور ترویج حدیث کے دوسرے دور کی بھی خصوصیات ایسی ہیں جن کو کسی صورت بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ ذیل میں ان خصوصیات کو اوراق کی زینت بنایا جائے گا۔

ہند کے دیگر شہروں میں اشاعت کا اہتمام

سابقہ صفحات میں اشاعتِ علمِ حدیث کے متعلق جتنا بھی لکھا گیا اس کا دائرہ کار صرف سندھ کے شہروں تک محدود تھا۔ شاید یہ دائرہ کار آہستہ آہستہ وسط ہند تک پھیل جاتا لیکن چوتھی صدی ہجری کے اختتام پر جو سیاسی تبدیلیاں پیدا ہوئیں انہوں نے دیگر بلادِ ہند میں علمِ حدیث کی اشاعت اور ترویج کے مواقع ختم کر دیے۔ جبکہ دور ثانی کی یہ خصوصیت ہے کہ اس میں ہند کے شہروں کے ساتھ ساتھ وسطی ہند میں حدیث کے علم کی اشاعت کا خاصا اہتمام کیا گیا۔

استحکامِ علمِ فقہ

اشاعت علم حدیث کا یہ دوسرا دور اور ایسا خاص دور ہے کہ جس میں علم فقہ کو بھی استحکام حاصل ہوا۔ علماء اور فقہاء نے ہندوستان کی جانب رخ کیا اور اپنے فقہی مسائل کی اشاعت اور ترویج کے لیے جدوجہد کی۔

---

(۱) ایضا، ص:۲۰۶
(۲) ڈاکٹر محمد اسحاق، علم حدیث میں پاک وہند کا حصہ، ص:۲۵۸
(۳) محمد سعد صدیقی، علم حدیث اور پاکستان میں اس کی خدمت، ص:۲۰۵، ڈاکٹر محمد اسحاق، علم حدیث میں پاک وہند کا حصہ، ص:۲۶۶

کتب صحاح کا متداول ہونا

اسی طرح اس دوسرے دور کی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس عہد میں محدثین کرام کی جدوجہد سے کتب صحاح متداول ہوئیں اور بہت سے اہل ہند صحاح ستہ سے آشنا ہوئے۔ (۱)

نقد حدیث اور موضوعات

اس دور میں نقد حدیث اور موضوعات کے علم کی طرف توجہ کی گئی۔ حالانکہ اس سے پہلے بھی حفاظ حدیث اور ناقدین نے اس جانب توجہ فرمائی تھی اور اس سلسلے میں کئی ایک تصانیف بھی کیں۔ (۲)۔ لیکن ہند کی زمین پر اس موضوع پر جتنا بھی کام ہوا وہ اس دوسرے دور میں ہوا۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ ہندوستان سے تعلق رکھنے والے ایک محدث حضرت حسن بن محمد لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے نقد و موضوعات کے موضوع پر جدوجہد کی۔ اس اعتبار سے جو انہوں نے کام کیا۔ اس متعلق غریب روایت بھی ہے کہ:

> "مولف برگزیدہ خدا رسیدہ شخص تھے کہ اگر کسی حدیث کے باب میں انہیں دشواری پیش آتی تو خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوتے اور خواب میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث کی صحت کر لیا کرتے تھے۔" (۳)

لیکن ان کی کوششوں کے اثرات ہندوستان پر اس لیے ظاہر نہ ہو سکے کہ ان کا زیادہ وقت بغداد (۴) اور حجاز (۵) میں گزرا اور وہیں ان کی خدمات کے اثرات بھی ظاہر ہوئے۔ البتہ ہندوستان میں ان کی تالیف شدہ "مشارق انوار" نے معیاری حیثیت حاصل کی۔ (۶)

نقد اور موضوعات کے موضوع پر توجہ دینے میں حضرت علامہ شیخ محمد بن طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ کو برصغیر میں خصوصیت حاصل ہے۔ آپ نے اس موضوع پر قلم اٹھایا اور صحاح اور موضوعات کے درمیان حد فاصل قائم کی۔ جیسا کہ مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

> "نقد حدیث اور موضوعات کا علم علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے ہندوستان میں نظر نہیں آتا۔" (۷)

---

(۱) ڈاکٹر محمد اسحاق، علم حدیث میں پاک وہند کا حصہ، ص:۱۷۲

(۲) علامہ محمد ابو زہو، تاریخ حدیث و محدثین، (مترجم) غلام احمد حریری، طبع ندارد، لاہور، ناشران قرآن، سن و طبع ندارد، ص:۲۱۴، ڈاکٹر صبحی صالح، علوم الحدیث، مترجم، غلام احمد حریری، طبع اول، لائل پور (فیصل آباد)، ملک برادرز، جون ۱۹۶۸، ص:۹۶

(۳) سید ہاشمی آفریدی، مآثر لاہور، طبع دوم، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۷۶ء، ص:۳۰۱، امیر علامہ سنجری، فوائد القواد، (مترجم) شمس بریلوی، عدد طباعت ندارد، کراچی، مدینہ پبلشنگ کمپنی، ۱۹۷۸ء، ص:۲۰۰

(۴) سید ہاشمی آفریدی، مآثر لاہور، ص:۳۰۱،

(۵) ڈاکٹر محمد اسحاق، علم حدیث میں پاک وہند کا حصہ، ص:۲۵۸

(۶) مولانا ابوالحسن علی ندوی، تاریخ دعوت عزیمت، طبع چہارم، کراچی، مجلس نشریات اسلام، ۱۳۹۶ھ، ج:۳، ص:۱۲۷

(۷) مولانا ابوالحسن علی ندوی، تاریخ دعوت عزیمت، ج:۳، ص:۱۲۷

دینی مدارس میں مروجہ نصاب

جب ہندوستان میں اسلامی تعلیمات عام ہوتی گئی اور فقہ کو بھی اہمیت حاصل ہوئی تو اس کے نتیجے میں کئی مدارس کے قیام کو عمل میں لایا گیا۔ ان مدارس میں دین اسلام کی تبلیغ کے لیے ایک نصاب مقرر کیا گیا۔ مروجہ نصاب کے متعلق ڈاکٹر محمد اسحاق اپنی کتاب میں رقمطراز ہیں:

> "ساتویں صدی ہجری میں نصابِ تعلیم: عربی ادب، صرف ونحو، لسانیات، فقہ، اصول فقہ، تصوف، تفسیر اور حدیث پر مشتمل تھا۔ فقہ اور اصول فقہ کی تعلیم پر خاص طور سے زور دیا جاتا تھا اور اتنی ہی اہمیت صرف ونحو اور ادبیات کو حاصل تھی۔ لیکن اسلامی علوم کے دو اہم ترین شعبوں یعنی حدیث و تفسیر پر معمولی توجہ دی جاتی تھی اور ان میں حدیث کی تعلیم تو برائے نام ہی ہوتی تھی۔ صغانی کی "مشارق الانوار" اور بغوی کی "مصابیح السنہ" کے سوا حدیث کی کوئی اور کتاب یہاں تک کہ "صحاح ستہ" میں سے بھی کوئی کتاب نصاب میں داخل نہ تھی۔"(1)

پھر اس کے بعد مذکورہ نصابِ تعلیم کے مرتب ورائج کرنے کا سبب اور اکثر علمائے وقت کی حدیث کے علم کی طرف توجہ اور دلچسپی بڑھتی گئی جیسا کہ لکھا گیا ہے:

> "اس وقت جو حالات تھے ان میں اس کے علاوہ کسی اور بات کی توقع بھی نہ کی جاسکتی تھی۔ کیونکہ ہند میں جس نصاب کے مطابق تعلیم دی جاتی تھی اس کا مقصد بھی وہی تھا جو وسطی ایشیا کے ملکوں میں تھا۔ یعنی طالب علم کو قاضی کے عہدے کے لئے تیار کرنا۔ ان حالات میں یہ بات غیر معمولی نہ تھی کہ علاء الدین خلجی (۶۹۵ھ/۱۲۹۶ء تا ۷۱۵ھ/۱۳۱۷ء) کے عہد حکومت میں ۴۶ علماء میں سے صرف شمس الدین یحیی (رحمۃ اللہ علیہ) کو علم حدیث سے کچھ دلچسپی تھی۔"(۲)

اس دور میں علم حدیث کی اشاعت وترویج

نزعِ علمِ حدیث

اس دور میں جب فطری علوم فلسفہ، فقہ اور معقولات کو خوب مقبولیت حاصل ہو رہی تھی اور بیشتر علماء کرام کی توجہ بھی اسی طرف تھی تو علمِ حدیث سے دلچسپی رکھنے والے کچھ علماء کرام علمِ حدیث کی خدمت میں مگن تھے۔ لیکن مجموعی طور پر حدیث کے علم کی نشرواشاعت میں نزعی کیفیت طاری ہوگئی تھی۔

مولانا عبدالحی حسنی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

> "جب عرب کی حکومت سندھ کے شہروں سے ختم ہوگئی اور یہ علاقہ غزنوی اور غوری خاندان کے زیر نگیں آگیا اور پے درپے لوگ خراسان سے اور ماوراء النہر سے آنے لگے تو یہ علم حدیث ایک اجنبی علم کی حیثیت سے رہ گیا۔ جس طرح کبریت احمر ایک عنقاء چیز ہے۔ لوگوں پر علمِ شعر، علمِ نجوم اور ریاضی کے علوم کا غلبہ

---

(۱) ڈاکٹر محمد اسحاق، علم حدیث میں پاک وہند کا حصہ، ص:۷۴

(۲) ایضاً، ص:۷۵

ہو گیا اور علم دینیہ میں صرف فقہ اور اصول فقہ کا غلبہ ہو گیا۔ ایک مدت تک یہی کیفیت طاری رہی اہل ہند کا علم اہل یونان کی مانند ہو گیا اور علمِ حدیث و قرآن سے لوگوں نے قطعی پہلو تہی اختیار کر لی اور صرف فقہ میں گفتگو کرتے تھے۔ اور منتہی نظر حدیث میں صرف صغانی کی "مشارق الانوار" تھی۔ اگر کوئی بغوی کی "مصابیح السنہ" یا "مشکاۃ المصابیح" تک پہنچ گیا تو گمان کر لیا جاتا تھا کہ یہ پہنچ گیا ہے محدثین کے درجہ کو اور یہ بات ان میں علمِ حدیث سے ناآشنا ہونے کے سبب سے تھی۔"(۱)

آپ اس فقدان کی علت بیان کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں:

"اسی وجہ سے یہ معاملہ تھا کہ وہ علمِ حدیث کا ذکر ہی نہیں کرتے تھے۔ اس علم کو حاصل کرتے تھے نہ اس میں بحث کرتے تھے اور نہ ہی اس سے فائدہ اٹھاتے تھے۔ نہ ہی حدیث کی کتب سے واقفیت رکھتے تھے اور نہ علمائے حدیث کو جانتے تھے۔ ان میں سے چند مشکاۃ کو پڑھتے تھے اور وہ بھی برکت کے حصول کے لیے نہ کہ عمل کے لیے یا اس سے فیض حاصل کرنے کے لیے۔ اس دور میں چند حضرات کو اللہ تعالیٰ نے علمِ حدیث کی خدمت پر مامور فرمایا۔ علمِ حدیث کی جہالت کے سبب ان میں فتوی اور روایات کی کثرت ہو گئی اور انہوں نے محکمات نصوص ترک کر دیں۔ فقہی مسائل کا حدیث پر پیش کرنا ترک کر دیا اور اجتہادی مسائل کو آنحضرت ﷺ کے فرمودات کے مطابق کرنا چھوڑ دیا۔"(۲)

مذکورہ بالا اقتباس سے یہ پتا چلتا ہے کہ ایسے حالات میں کسی عالمِ دین، محدث کے لیے برصغیر میں علومِ حدیث کی ترویج اور تبلیغ کا کام کرنا کس قدر مشکل تھا۔ اس ضمن میں ساتویں صدی ہجری کے آخر میں بیرونِ ملک سے ایک محدث ہندوستان تشریف لائے لیکن حالات سے دلبرداشتہ ہو کر اپنا ارادہ تبدیل کر لیا اور واپس اپنے ملک چلے گئے۔ جیسا کہ ڈاکٹر محمد اسحاق فرماتے ہیں:

"۷۰۰ ہجری میں ایک ممتاز محدث شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ حدیث کی بہت سی کتابیں لے کر ہند تشریف لائے تھے تاکہ ان کتابوں کو یہاں رائج کیا جائے لیکن دہلی جاتے ہوئے ملتان میں جب یہ معلوم ہوا کہ علاء الدین نماز کا پابند نہیں ہے اور جمعہ کی نماز بھی نہیں پڑھتا ہے تو ان کو بڑی مایوسی ہوئی اور انہیں اس قدر رنج پہنچا کہ انہوں نے اس ملک میں حدیث کی اشاعت کا ارادہ ترک کر دیا۔ لیکن وطن جانے سے قبل انہوں نے حدیث پر ایک رسالہ لکھا اور اس کا انتساب سلطان دہلی کے نام کیا۔ شمس الدین نے یہ رسالہ اور علاء الدین خلجی کے نام ایک خط (حضرت) بہاؤالدین زکریا ملتانی متوفی ۶۶۶ھ کے پوتے (حضرت) مولانا فضل اللہ کے پاس چھوڑا۔ اس خط میں انہوں نے یہ لکھا تھا کہ: علاوالدین کے زمانے کے علماء نے علمِ حدیث کو ترک کر دیا ہے اور صرف فقہ کی تعلیم دیتے ہیں۔ اس صورتحال سے متنفر ہو کر وہ وطن واپس جا رہے ہیں کیونکہ وہ یہاں علمِ حدیث کی تعلیم دینے کے خیال سے آئے تھے۔"(۳)

---

(۱) مولانا عبدالحئی حسنی لکھنوی، الثقافہ الاسلامیہ فی الہند، ص:۱۳۵

(۲) مولانا عبدالحئی حسنی لکھنوی، الثقافہ الاسلامیہ فی الہند، ص:۱۳۵

(۳) ڈاکٹر محمد اسحاق، علم حدیث میں پاک وہند کا حصہ، ص:۷۵

ایک قول یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ حضرت شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ احادیث مبارکہ کی چار سو کتب لے کر وارد ہوئے تھے۔[1]

سات سو ہجری تا نو سو ہجری کا دور ایسا دور تھا جس میں فتح کے بعد جس علم پر علماء نے سب سے زیادہ توجہ کی وہ معقولات ہے۔

جیسا کہ "علم حدیث میں پاک وہند کا حصہ" میں لکھا گیا ہے:

"سلطان محمد تغلق ۷۲۵ھ تا ۷۵۲ھ کے دور میں اس کو دہلی میں بہت فروغ حاصل ہوا۔ سلطان محمد تغلق خود ایک جید عالم تھا۔ اور اس نے معقولات کی بہت سرپرستی کی۔ اس کے حلقہ علماء میں منجملہ دیگر اشخاص کے ایک فلسفی عالم مولانا علیم الدین بھی شامل تھے۔ جن سے وہ اس موضوع پر باقاعدہ بحث کیا کرتا تھا۔ سلطان معقولات کا اس قدر گرویدہ تھا کہ وہ بذات خود معقولات کے درس کا انتظام کیا کرتا تھا۔"[2]

جہاں یہ سب چیزیں رائج تھیں وہاں اس دور کے سنجیدہ لوگوں نے قرآن وحدیث کی تعلیم کے فقدان کی شدت کو بھی بہت محسوس کیا۔ چنانچہ حدیث کے علم سے تعلق رکھنے والے علمائے کرام اپنی اپنی بساط کے مطابق علمِ حدیث کی اشاعت میں مشغول رہے۔ مندرجہ سطور میں ان علمائے کے بارے میں تعارف ملاحظہ ہو:

حضرت شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ (۷۶۵ھ)

آپ حدیث کے علم سے گہری دلچسپی رکھتے تھے اور حدیث کے مطالعہ میں مشغول رہے۔ اسی طرح اپنے عقیدت مندوں اور پیروکاروں میں بھی علمِ حدیث کے حصول کا شوق پیدا کیا۔[3]

حضرت نظام الدین الہامہ الہاشمی ظفر آبادی رحمۃ اللہ علیہ (۷۳۵ھ)

آپ حضرت نظام الدین اولیاء سے بیعت تھے۔ حدیث کے علم سے محبت کرتے تھے۔ اسی وجہ سے آپ کو "زبدہ المحدثین" کے لقب سے یاد کیا جاتا رہا۔[4]

حضرت سید محمد گیسو دراز (۱۴۲۲ء)

آپ شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے مرید تھے۔۔ آپ کی علمِ حدیث کے موضوع پر کئی تالیفات ہیں۔ جن میں سے کچھ نام درج ذیل ہیں:

شرح مشارق الانوار — ترجمان مشارق الانوار فارسی میں مشارق الانوار کا ترجمہ ہے۔

کتاب الاربعین — رسالہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم[5]

---

(۱) اکبر شاہ خاں نجیب آبادی، تاریخ زوال ملت اسلامیہ، ذوالنورین اکادمی، سرگودھا، طبع ندارد، ۱۹۷۹، ص:۱۶۵

(۲) ڈاکٹر محمد اسحاق، علم حدیث میں پاک وہند کا حصہ، ص:۷۸

(۳) ایضا، ص:۸۳

(۴) ایضا، ص:۸۵،

(۵) ایضا، ص:۸۶-۸۷

حضرت علاء الدین علی معروف علی متقی برہان پوری رحمۃ اللہ علیہ (۹۷۵ھ)

آپ کے والد کا نام حسام الدین بن عبد الملک تھا۔ برہان پور میں آپ کی پیدائش ہوئی۔[1] والد نے حضرت شیخ باجن سے بیعت کروا دیا تھا۔ آپ نے ان سے اور ان کے فرزند حضرت عبد الحکیم سے علم حاصل کیا۔[2] آپ برہانپور کے قاضی تھے اور بعد میں گجرات کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنالیا۔ جب اس سلطنت پر ہمایوں حملہ آور ہوا تو آپ حجاز کی طرف چلے گئے۔ وہاں آپ نے علمِ حدیث کی مزید تحصیل کی۔

علم حدیث کے موضوع پر آپ کی کئی تصانیف ہیں۔ آپ کی حدیث سے متعلقہ چند کتب کا تذکرہ اس باب کی دوسری فصل میں کیا جائے گا۔ چند کتب کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

منهاج العمال في سنن الأقوال والأعمال　　اكمال منهاج العمال　　المستدرك

حضرت شیخ علی متقی نے ۹۷۵ھ میں مکہ معظمہ میں رحلت فرمائی۔[3] آپ نے علم حدیث کے حوالے سے جو خدمات سرانجام دیں ان کے قابل ذکر اثرات ہندوستان میں ظاہر ہوئے اور آپ کے متعدد شاگردوں نے حدیث کے علم کی خدمت میں اہم کردار ادا کیا۔

نقد حدیث و موضوعات کا علم

جیسا کہ سابقہ صفحات میں اس دور کی ایک اہم خصوصیت نقد حدیث اور موضوعات کا علم ذکر کیا گیا ہے۔ تحقیق اور تدقیق کے عمل کو اس دور میں اپنایا گیا۔ اس سلسلے میں سب سے اہم شخصیت حضرت علامہ محمد طاہر پٹنی شہید رحمۃ اللہ علیہ کی ہے جنہوں نے اس طرف توجہ کی۔ آپ شیخ علی متقی برہان پوری کے شاگرد تھے۔[4]

حضرت شیخ محمد بن طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۹۱۴ ہجری میں پٹن میں پیدا ہوئے[5]۔ قوم بوہرہ سے تعلق رکھتے تھے لیکن خود کو صدیقی کہلواتے تھے۔[6] علم حاصل کرنے کے بعد ۳۰سال کی عمر میں حرمین چلے گئے اور فراغت کے بعد مشاہیر شیوخِ حجاز سے مزید

---

(۱) میر غلام علی آزاد بلگرامی، مآثر الکرام، (مترجم) شاہ محمد خالد فاخری، طبع اول، کراچی، دائرہ المصنفین، ۱۹۸۳، ص:۲۶۷، / مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی، تاریخ اہل حدیث، طبع اول، لاہور، اسلامی پبلشنگ کمپنی، ۱۹۵۳، حصہ سوم، ص:۳۹۱/ مولانا سید محمد میاں، علمائے ہند کا شاندار ماضی، لاہور، مکتبہ محمودیہ جامعہ مدینہ، ۱۳۹۷ھ بمطابق ۱۹۷۷، ج:۱، ص:۳۳۵

(۲) ڈاکٹر محمد اسحاق، علم حدیث میں پاک وہند کا حصہ، ص:۲۷۵

(۳) ایضا، ص:۲۷۵

(۴) ایضا، ص:۲۷۷

(۵) محمد اسحاق بھٹی، فقہائے ہند، ج:۳، ص:۳۲۶

(۶) مولانا سید میاں محمد، علمائے ہند کا شاندار ماضی، ج:۱، ص:۳۴۳

علم حاصل کیا اور اس کے بعد ہندوستان تشریف لے آئے۔[1] ہندوستان واپس آنے کے بعد آپ نے دو بڑی اہم خدمات سرانجام دیں۔

۱۔ پٹن میں واقع اپنے مدرسہ کے ذریعے گجرات میں حدیث کے علم کی اشاعت۔[2]

۲۔ علمِ حدیث پر کتابوں کی تدوین کی۔

تصانیف و تالیفات

حضرت شیخ محمد طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصانیف اور تالیفات کے ذریعے علمِ حدیث کے موضوع پر ایک گراں قدر اضافہ کیا۔ آپ نے دوسرے علماء کے روایتی انداز کو چھوڑ کر نقد اور موضوعات کی جانب توجہ کی۔ اس طرح برصغیر میں نقد و موضوعات کا علم عام ہوا۔ آپ کے بعد آنے والوں نے آپ کے راستے پر چلتے ہوئے علمِ حدیث میں نکھار پیدا کیا علمِ حدیث سے متعلقہ چند تصانیف و تالیفات کا ذکر اس باب کی فصل دوم میں اپنی اپنی جہت میں کیا گیا ہے۔

واقعۂ شہادت

حضرت علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک تو اپنا حلقہ درس قائم فرما کر علماء و طلباء میں طلب حدیث کا شوق پیدا فرمایا۔ دوسرا یہ کہ تعلیم و تبلیغ کے سلسلے میں خوب خرچ فرماتے۔ تنگ دست طلباء کی مالی امداد فرماتے۔[3] تیسرا یہ کہ آپ رسوم جاہلانہ اور بدعات کے خلاف اصلاح و تبلیغ پر کمربستہ ہوئے۔[4] اسی سبب سے کچھ لوگ آپ کے مخالف بھی ہوگئے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے اسی تبلیغ و اصلاح کے سلسلے میں آگرہ جانے کا ارادہ فرمایا ہے[5]۔ مخالفین کا ایک گروہ آپ کے پیچھے ہولیا اور اجین و سارنگ پورہ کے درمیان ان مخالفین نے موقع پا کر آپ کو شہید کر دیا۔[6]

---

(۱) محمد اسحاق بھٹی، فقہائے ہند، ج:۳، ص:۳۲۶-۳۲۷

(۲) ڈاکٹر محمد اسحاق، علم حدیث میں پاک وہند کا حصہ، ص:۱۵۴

(۳) محمد اسحاق بھٹی، فقہائے ہند، ج:۳، ص:۳۲۹

(۴) محمد اسحاق بھٹی، فقہائے ہند، ج:۳، ص:۳۲۸/ مولوی رحمان علی، تذکرہ علمائے ہند (مترجم) ایوب قادری، طبع اول م کراچی پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، ۱۹۶۱، ص:۴۴۰

(۵) محمد اسحاق بھٹی، فقہائے ہند، ج:۳، ص:۳۲۸

(۶) محمد اسحاق بھٹی، فقہائے ہند، ج:۳، ص:۳۲۸/ مولوی رحمان علی، تذکرہ علمائے ہند (مترجم) ایوب قادری، ص:۴۴۱/ مولانا سید میاں محمد، علمائے ہند کا شاندار ماضی، ج:۱، ص:۳۴۴/ محدث عبدالحق دہلوی، اخبار الاخیار، (مترجم) مولانا سبحان محمود، کراچی، اسلامک پبلشنگ کمپنی، سن طباعت ندارد، ص:۵۶۰

حضرت رحمت اللہ رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۹۹۳ھ-۱۵۸۵)

آپ نے قیام مکہ کے دوران حضرت علی متقی برہان پوری سے علم حدیث حاصل کیا۔[1] ۹۸۲ھ میں ہند تشریف لائے۔ آگرہ اور احمد آباد میں ایک عرصہ تک درس حدیث دیتے رہتے تھے اور تصنیف و تالیف کی خدمات بھی سر انجام دیتے رہے۔ درج ذیل کتب آپ کی علمی کاوشوں کا نتیجہ ہیں:

تلخیص تنزیه الشریعة عن احادیث الموضوعة　　لباب المناسك و عباب المسالك

مجمع المناسك ونفع المناسك　　المناسك الاوسط[2]

حضرت شیخ عبد الوہاب متقی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۰۰۱ھ-۱۵۹۲ء)

آپ کے والد کا نام حضرت شیخ ولی اللہ تھا۔[3] آپ ۹۰۲ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ولادت مالوہ کے قدیم دار السلطنت مانڈہ میں ہوئی۔ مختلف مقامات پر علم حاصل کیا اور پھر بیس سال کی عمر میں مکہ مکرمہ جانے کا ارادہ کیا۔ جب آپ مکہ مکرمہ پہنچے تو حضرت علی متقی برہان پوری آپ کو اپنی قیام گاہ پر لے گئے۔ آپ نے ان سے استفادہ بھی فرمایا اور ان کی کئی کتب کو کتابت کا جامہ پہنایا۔ مکہ مکرمہ میں درس و افادہ کا سلسلہ جاری فرمایا۔ علماء و مشائخ کی کثیر تعداد نے آپ سے استفادہ فرمایا۔ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ۹۹۶ھ کو حجاز مقدس پہنچے اور تین سال رہ کر حضرت شیخ سے استفادہ کیا۔

مولانا اسحاق بھٹی لکھتے ہیں:

"شیخ متقی سے مشکوۃ کا درس لیا، کچھ اور کتابیں بھی پڑھیں۔ صحیح مسلم کی قرأت کی اجازت بھی لی۔"[4]

اسی طرح ڈاکٹر محمد اسحاق فرماتے ہیں:

"حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی آپ کے تلمیذ ہیں۔"[5]

حضرت شیخ عبد الوہاب متقی رحمۃ اللہ علیہ نے عطائے سند و اجازت کے بعد حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو بطور خاص ہدایت فرمائی کہ ہندوستان جا کر حدیث مبارکہ کی نشر و اشاعت کے لیے ضروری اقدامات عمل میں لائیں۔ اس طرح سے حضرت شیخ عبد الوہاب متقی بیرون ملک رہ کر بھی ہندوستان میں علم حدیث کی نشر و اشاعت کا ذریعہ بنے۔ آپ نے چھتیس (۳۶) سال مکہ مکرمہ میں گزارنے کے بعد ۱۰۰۱ھ رحلت فرمائی۔[6]

---

(۱) ڈاکٹر محمد اسحاق، علم حدیث میں پاک و ہند کا حصہ، ص:۲۷۸

(۲) محمد اسحاق بھٹی، فقہائے ہند، ج:۳، ص:۱۷۸

(۳) محمد اسحاق بھٹی، فقہائے ہند، ج:۴ حصہ دوم، ص:۲۲۲

(۴) ایضا، ج:۴، حصہ دوم، ص:۲۴۰

(۵) ڈاکٹر محمد اسحاق، علم حدیث میں پاک و ہند کا حصہ، ص:۲۷۹

(۶) محمد اسحاق بھٹی، فقہائے ہند، ج:۴، حصہ دوم، ص:۲۴۱

اشاعت اسلام کا تیسرا دور اور ما بعد

محدثین کرام کی خدمات

حضرت شیخ عبد الحق محدث دھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بر صغیر پاک و ہند میں علم حدیث کے سلسلے میں بڑی گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ علمِ حدیث کے سلسلے میں خلق کثیر نے آپ سے فیض حاصل کیا۔ حتیٰ کہ یہ مشہور ہو گیا کہ آپ وہ پہلی شخصیت ہیں جس نے ارض ہند پر علم حدیث کا احیاء کیا۔ اس مشہوری کا رد کرتے ہوئے حضرت مولانا عبد الحئ حسنی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: "یہ بات غلط ہے"[1]، یعنی آپ سے پیشتر بھی ایسے علمائے کرام ارض ہند پر موجود رہے ہیں جنہوں نے علمِ حدیث کی خدمت کے لیے اپنی زندگیاں وقف فرما دی تھیں۔

چنانچہ یہاں چند علماء کرام کی خدمات کا تذکرہ پیش خدمت ہے جو دسویں صدی کے اخیر اور گیارہویں صدی ہجری کے شروع میں علمِ حدیث کی نشر و اشاعت میں مصروف رہے۔

حضرت شیخ طاہر بن یوسف سندھی برہان پوری رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۰۴ھ)

دسویں صدی ہجری کی دوسری دہائی میں کسی سال سندھ کے ایک قریہ پاتری میں ولادت ہوئی۔[2] ابتدائی تعلیم شیخ شہاب الدین سندھی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ سن ۹۵۰ھ میں گجرات کی جانب روانہ ہوئے اور احمد آباد میں قیام کیا۔ حضرت عبد الاول حسینی سے حدیث کی تحصیل فرمائی۔ بعد ازاں برہان پور میں سکونت پذیر ہو گئے۔

علم حدیث کے موضوع پر آپ کی تالیفات درج ذیل ہیں:

تلخیص شرح اسماء رجال البخاري للكرماني — ملتقى جمع الجوامع

شرح البخاري — رياض الصالحين — منتخب مواهب اللدنيه للقسطلاني[3]

وفات: آپ کی وفات ۱۰۰۴ھ میں ہوئی۔[4]

حضرت حاجی محمد کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

آپ ہندوستان میں پیدا ہوئے اور ہندوستان میں تعلیم حاصل کرنے کے علاوہ مدینہ منورہ میں حدیث مبارکہ کی تعلیم وہاں کے ممتاز محدثین سے تحصیل فرمائی۔ علم حدیث کے موضوع پر آپ نے درج ذیل کتب تحریر فرمائیں۔

شرح مشارق الانوار — شرح شمائل ترمذی

كتاب خلاصة الجامعه في جمع الحديث — شرح حصن حصین

---

(۱) مولانا عبد الحئ حسنی لکھنوی، الثقافہ الاسلامیہ فی الہند، ص:۱۷۳

(۲) محمد اسحاق بھٹی، فقہائے ہند، ج:۴، حصہ اول، ص:۱۹۸

(۳) ڈاکٹر محمد اسحاق، علم حدیث میں پاک و ہند کا حصہ، ص:۱۶۰

(۴) محمد اسحاق بھٹی، فقہائے ہند، ج:۴، حصہ دوم، ص:۱۹۸-۲۰۰

وفات: آپ کی وفات ۱۰۰۶ھ بمطابق ۱۵۹۷ء میں ہوئی۔ (۱)

حضرت الشیخ محی الدین عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے آباء حضر موت سے ہند آئے تھے۔ آپ کی ولادت ۱۰ ربیع الاول ۹۷۸ھ مطابق اگست ۱۵۷۰ء کو احمد آباد میں ہوئی۔ احمد آباد میں آپ کا خاندانی مدرسہ قائم تھا۔ جہاں آپ نے جملہ علوم متداولہ کی تحصیل اپنے والد سے فرمائی اور پھر ان کے بعد مسند درس پر فائز ہوئے۔ درسِ حدیث کا آغاز فرمایا اور علم حدیث کی نشر واشاعت کے لئے سعی کی۔ علم حدیث کے موضوع پر آپ کی درج ذیل تصانیف ہیں:

المنح الباری بختم صحیح البخاری عقد اللآل فی فضائل الآل

رسالة في مناقب البخاري القول الجامع في بيان العلم النافع (۲)

وفات: ۱۰۳۸ ہجری میں آپ نے اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔

شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۴ء)

پیدائش: شیخ احمد بن عبد الاحد فاروقی سرہندی جو مجدد الف ثانی کے نام سے مشہور ہیں شوال ۹۷۱ھ / مئی ۱۵۶۴ء میں سرہند میں آپ کی پیدائش ہوئی۔ (۳)

تعلیم: شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی پھر وہ سیالکوٹ چلے گئے اور اس کے بعد وہاں سے کشمیر گئے اور ملا کمال الدین کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۱۷ھ / ۱۹۰۸ء) سے معقولات اور شیخ یعقوب صرفی رحمۃ اللہ علیہ سے منقولات کا درس لیا۔ اس کے علاوہ شیخ احمد نے قاضی بہلول بدخشی سے صحاح ستہ کے لئے اجازہ بھی حاصل کر لیا تھا۔ بدخشی مکہ کے مشہور محدث عبد الرحمن بن فہد کے شاگرد تھے (۴)۔

شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی کامیابی کا حقیقی راز یہ ہے کہ انھوں نے مسلمانوں میں قرآن وحدیث کے مطالعہ کو فروغ دینے پر بہت زور دیا اور قرآن و حدیث پر مبنی اصلاح و ترقی کا جو مبارک کام انہوں نے شروع کیا تھا ان کے اخلاف نے پشت ہا پشت جاری رکھا۔ انہوں نے جہانگیر کو سجدہ نہ کیا۔

تصنیفات

شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ حدیث کے متجر عالم تھے جس کا ثبوت ان کے مکتوبات کے مطالعہ سے بھی ملتا ہے۔ لیکن تصنیف وتالیف کی حد تک اس موضوع پر انہوں نے صرف ایک رسالہ اربعین لکھا ہے۔ محدث و مصلح کی حیثیت سے حضرت مجدد نے جو کارنامہ انجام دیا ہے وہ صرف حدیث پر کتابیں لکھنا اور اس کا درس دینا ہی نہیں تھا

---

(۱) ڈاکٹر محمد اسحاق، علم حدیث میں پاک وہند کا حصہ، ص:۱۶۱

(۲) ایضا، ص:۱۶۴

(۳) محمد اعظم اعظمی، تاریخ کشمیر، غلام محمد نور محمد تاجران کتب، مہاراج رنبیر گنج سرینگر، ۱۹۹۵ء، ص ۱۱۹

(۴) رحمان علی تذکرہ علمائے ہند میں بیان کرتے ہیں کہ عبد الرحمن ہندی محدث تھے۔ یہ بات درست نہیں ہے۔ دیکھیے: زبدۃ المقاصد، ۹۲، الف

(اگرچہ وہ یہ بھی کیا کرتے تھے) بلکہ ان کا اصل کام اس زمانے کی حکومت وسیاست میں جو زبردست افراتفری پھیلی ہوئی تھی اس کی اصلاح تھی۔ اس کے باوجود اشاعت و فروغِ حدیث میں انہوں نے نمایاں خدمات سرانجام دیں۔

وفات: ۲۰ صفر ۱۰۳۴ھ کو شیخ احمد نے سرہند میں تریسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی[۱]۔

حضرت شیخ عبد الحق محدث دھلوی رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش: آپ کے والد حضرت شیخ سیف الدین تھے۔ ماہ محرم ۹۵۸ھ بمطابق ۱۵۵۱ء کو پیدا ہوئے۔[۲] آپ کے بزرگوں میں سے آغا محمد ترک بخاری، ہندوستان تشریف لائے اور دہلی میں مقیم ہوئے۔[۳]

حصول علم: جملہ علوم متداولہ اپنے والد اور دیگر علمائے کرام سے حاصل کیے۔ ۲۲ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے۔ اس کے بعد مسند درس پر فائز ہوئے۔ لیکن جلد ہی تحصیل حدیث کی جانب متوجہ ہوئے اور عازم حجاز ہو کر حضرت شیخ عبد الوہاب متقی رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث مبارک کی تحصیل فرمائی اور صحاح ستہ کی اجازت حاصل کی۔[۴]

علم حدیث کی خدمت

سلسلہ درسِ حدیث کا آغاز و قیام کتب خانہ

ہند میں واپسی کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے باقاعدہ سند درس آراستہ فرمائی اور درسِ حدیث کا آغاز فرمایا۔ اسی کے ساتھ ساتھ ایک عظیم کتب خانہ بھی قائم کیا۔ جس میں کتب حدیث کا بہت بڑا ذخیرہ تھا۔

ڈاکٹر محمد اسحاق لکھتے ہیں:

> ”تیسرا یا آخری دور تصنیف و تالیف اور دہلی کی خانقاہ قادریہ میں اسلامی علوم بالخصوص علمِ حدیث کا درس دینے کا زمانہ ہے۔ شیخ عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتب خانہ قائم کیا تھا جس میں منجملہ دوسرے علوم کے علاوہ علم حدیث سے متعلق کتابیں بڑی تعداد میں موجود تھیں۔ جو انہوں نے حرمین میں اپنی تعلیم کے زمانے میں جمع کیں تھیں اور حدیث کی کتابیں عرب کے علاوہ دوسرے ممالک سے بھی منگوائیں تھیں۔ حدیث کی نادر و کم یاب کتابیں نقل کرنے کے لیے انہوں نے کاتب بھی رکھے تھے۔“[۵]

یہ زمانہ حضرت شیخ عبد الحق محدث دھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی خدمات کا انتہائی عروج کا تھا اس زمانے میں آپ نے ایک ”محدث“ اور خدارسیدہ بزرگ کی حیثیت سے بڑی شہرت پائی ہے۔

---

(۱) ڈاکٹر محمد اسحاق، علم حدیث میں پاک وہند کا حصہ، ص ۱۶۵

(۲) ایضا، ص:۱۷۰

(۳) شیخ عبد الحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار، کراچی، مدینہ پبلشنگ کمپنی، سن طباعت ندارد، "تکملہ" حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی کے خاندانی حالات، ص:۵۸۹

(۴) ڈاکٹر محمد اسحاق، علم حدیث میں پاک وہند کا حصہ، ص:۱۷۱

(۵) ایضا، ص:۱۷۲

تصانیف و تالیفات: آپ کا شمار بہت زیادہ لکھنے والے مصنفین میں ہوتا ہے۔ آپ نے حدیث، تصوف، تاریخ و سوانح کے موضوع پر ایک سو سے زیادہ کتابیں لکھی ہیں علم حدیث سے متعلقہ چیدہ چیدہ کتب پر تبصرہ اگلی فصل میں کیا جائے گا۔ (۱)

علم حدیث سے متعلق چند کتب:

(۱)الطريق القويم في شرح الصراط المستقيم (۲)الشعة اللمعات فى المشكوة

(۳)لمعات التنقيح في شرح مشكوة المصابيح (۴)الاكمال فى اسماء الرجال

(۵)جامع البركات منتخب شرح المشكوة (۶)ما ثبت بالسنة في ايام السنه

(۷)الاحاديث الاربعين فى ابواب علوم الدين (۸)ترجمة الاحاديث الاربعين

(۱۰)ذكر اجازة الحديث في القديم والحديث (۱۱)تحقيق الاشارة في تعميم البشارة بالجنة(۲)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو برصغیر میں علوم حدیث کے نشر و اشاعت کے حوالے ایک منفرد مقام حاصل ہے۔

وفات: ۲۱ ربیع الاول ۱۰۵۲ھ، بمطابق ۱۶۴۲ء میں دار فانی سے رخصت ہوئے۔ (۳)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا اسم گرامی ولی اللہ بن عبد الرحیم المحدث الدہلوی ہے۔ (۴)

پیدائش: حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ پیدائش ۴ شوال ۱۱۱۴ھ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

"والد ماجد کی طرح میں نے کسی کا حافظہ نہیں دیکھا۔"۔ (۵)

تحصیل علم: شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ طالب علمی کا ذکر فرماتے ہوئے اپنی کتاب "الجزء اللطیف" میں رقمطراز ہیں:

> "جب میں پانچ (۵) برس کا تھا تو فقیر مکتب میں داخل ہوا۔ ساتویں سال والد محترم نے نماز سکھائی اور روزہ رکھنے کی تلقین کی۔ اس سال ختنہ کی رسم بھی ادا ہوئی۔ دس برس میں "شرح ملا جامی" پڑھی اور عام مطالعہ کی راہ میرے لیے کھل گئیں۔ چودھویں برس میری شادی کر دی گئی۔ اس معاملے میں والد نے بڑی عجلت سے کام لیا۔ ۱۵ سال کا تھا کہ تفسیر بیضاوی کا ایک حصہ پڑھا۔ اس سال والد بزرگوار نے کھانے کا وسیع پیمانے

(۱) ایضا، ص: ۱۷۳

(۲) محمد اسحاق بھٹی، فقہائے ہند، ج: ۴، حصہ اول، ص: ۱۷۶، ۱۷۵، ۱۷۴، ۲۵۷

(۳) ڈاکٹر محمد اسحاق، علم حدیث میں پاک و ہند کا حصہ، ص ۱۷۰

(۴) محمد اسحاق بھٹی، تذکرہ علمائے ہند، ص: ۵۴۲

(۵) شاہ ولی اللہ، الجزء اللطیف مع انفاس العارفین، (حاشیہ مطبع احمدی، دہلی)، ص: ۱۹۳۔

پر انتظام کیا اور خواص وعام کو دعوت دی اس موقع پر مجھے درس دینے کی اجازت دی گئی۔ الغرض اپنی عمر کے پندرھویں سال اپنے ملک کے دستور کے مطابق جو ضروری علوم وفنون تھے میں ان سے فارغ ہو گیا۔ سترہ سال کا تھا کہ والد ماجد رحمت حق سے جاملے۔ ان کی وفات کے بعد فقیر بارہ سال تک دینی اور علوم عقلیہ کی کتابیں پڑھتا رہا اور ہر علم میں غور وفکر جاری رکھا۔"(۱)

درس وتدریس

اپنے والد کی رحلت کے بعد شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے مسندِ علم و ارشاد کو زینت بخشی اور ان کی جگہ درس وتدریس اور وعظ و نصیحت میں مصروف ہو گئے۔ تقریبا ۱۲ سال کتب اسلامیہ کا درس دیتے رہے۔ اسی دوران شاہ صاحب نے اہم علوم میں مہارت حاصل کی اور ہر فن میں درجہ کمال کو پہنچے۔ ان پر توحید الٰہی کے راز کھلے، جذب کی راہیں کشادہ ہوئیں، معرفت وسلوک کی بہت بڑی دولت میسر آئی اور علوم وجدانیہ کی نعمت سے مالا مال ہوئے۔(۲)

آپ بنفسہ فرماتے ہیں:

"والد کی وفات کے بعد تقریبا ۱۲ برس دینیات اور معقولات کی کتابوں کے درس میں مصروف رہا۔"(۳)

مولوی رحیم بخش رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"شاہ صاحب پورے بارہ سال تک اس (تدریس) میں اس محویت کے ساتھ مصروف رہے جس کی نظیر نہیں ملتی۔"(۴)

بارہ برس اسی طرح درس وتدریس کے بعد شاہ صاحب ۱۷۳۱ء میں حج کرنے گئے اور دو سال تین ماہ بعد واپس آئے اور مہندیوں کے مدرسہ میں قال اللہ وقال الرسول کی صدائیں پھر سے بلند ہونا شروع ہو گئیں۔ اس سفر میں حج وزیارت کے ساتھ آپ نے اس وقت کے محدثین کرام سے بھرپور استفادہ کیا۔

تالیفات: علم حدیث کے موضوع پر شاہ ولی اللہ نے متعدد کتب لکھیں ہیں جن پر تبصرہ اس باب کی فصل دوم میں اپنی جہت میں کیا جائے گا چند کتب کا نام ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

المسوی   المصفی   ترجمة ابواب صحیح البخاری   حجة الله البالغة

الانصاف في سبب الاختلاف   **مجموعہ رسالہ اربعہ**   الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین

تاویل الا حادیث فی رموز قصص الانبیاء   سلسلات

انتقال: ۲۹ محرم ۱۱۷۶ھ بمطابق ۲۱ اگست ۱۷۶۲ء کو ظہر کے وقت آپ اپنے خالق سے جاملے۔(۵)

---

(۱) شاہ ولی اللہ، الجزء اللطیف مع انفاس العارفین، (حاشیہ مطبع احمدی، دہلی)، ص: ۴۰۴۔

(۲) محمد اسحاق بھٹی، فقہائے ہند، ج: ۵، ص: ۳۲۰

(۳) شاہ ولی اللہ، الجزء اللطیف (حاشیہ)، ص: ۱۹۵

(۴) دہلوی، رحیم بخش، حیات ولی، مکتبہ سلفیہ، لاہور، سن اشاعت ندارد، ص: ۲۳۰

(۵) ڈاکٹر ایم ایس ناز، شاہ ولی اللہ اور علم حدیث، (مقبول اکیڈمی لاہور، ۱۹۹۳)، : ۱۱۳

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش: شاہ عبد العزیز ۱۱۵۹ھ کو ایک دینی اور علمی خاندان میں پیدا ہوئے۔ [۱]

تعلیم: آپ کو ابتداء ہی سے علمی اور دینی ماحول میسر تھا اس لیے پانچ برس کی عمری میں ہی قرآن کریم کا ناظرہ پڑھ لیا۔ اس کے ساتھ ساتھ فارسی کے رسالے اور صرف و نحو کی ابتدائی کتب بھی پڑھتے رہے۔ ۱۱ برس میں باقاعدہ تعلیم کا آغاز کیا۔ آپ کے والد شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اپنے مرشد کے سپرد کیا۔ جنہوں نے دو سال میں معقولات، تاریخ اور جغرافیہ سے روشناس کروادیا۔ پھر آپ کے والد نے بذات خود آپ کی تعلیمی اور تدریسی ذمہ داریاں ادا کیں۔ عمر کے پندرہویں برس میں شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے جملہ علوم عقلیہ و نقلیہ اور رسمیہ سے فراغت حاصل کرلی تھی۔ جس وقت آپ ۱۷ سال کے ہوئے تو شاہ ولی اللہ وفات پاگئے۔ آپ علم اور عمر میں باقی بھائیوں سے بڑے تھے اس لیے مسند تدریس و خلافت پر آپ براجمان ہوئے۔ [۲]

آپ کا حافظہ انتہائی مضبوط تھا جو عبارتیں طلبا کو لکھواتے موازنہ کرنے پر زیر زبر کی غلطی نہ ہوتی۔ آپ کے شاگرد مرزا حسن علی صغیر محدث لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ آپ کا حافظہ نسخہ لوح تقدیر کا تھا۔ آپ کے وعظ میں بے انتہا تاثیر تھی آپ جہاں خطاب فرماتے وہاں لوگوں کو پاؤں رکھنے کی جگہ نہ ملتی جو اعتراض کرتا اسے ایسا جواب دیتے کے مزید اعتراض کی گنجائش نہ رہتی۔ جب راجہ رنجیت سنگھ نے پنجابی مسلمانوں پر ظلم ڈھانا شروع کیے ان کی مساجد چھیننے اور انہیں نماز پڑھنے سے روکنے کی خبریں تسلسل کے ساتھ دہلی میں موصول ہونے لگیں تو شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرشد سید احمد شہید، شاہ اسماعیل شہید اور مولانا شاہ عبد الحی بڑھانوی رحمہم اللہ کو تحریک جہاد کے لیے تیار کیا۔ [۳]

تصنیفات

۱۔ بستان المحدثین ۲۔ عجالہ نافعہ ۳۔ فتح القدیر یا تفسیر عزیزی

انتقال: شاہ عبد العزیز ۷ شوال بروز اتوار ۱۲۳۹ / ۱۸۲۴ء کو اس جہان فانی سے رحلت فرماگئے۔ [۴]

علامہ عبد الحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش: آپ کا اسم گرامی عبد الحئ بن عبد الحلیم لکھنوی ہے۔ ۱۲۶۴ھ / ۱۸۳۱ء میں پیدا ہوئے۔

تعلیم: اکثر علوم اپنے والد سے سیکھے۔ حج بھی کیا اور مکہ مکرمہ سے شیخ عبد الغنی مجددی سے سند لی۔ [۵]

---

(۱) عبد الرشید عراقی، تذکرہ النبلاء فی تراجم العلماء، (بیت الحکمت، لاہور، ۲۰۰۴ء)، ص: ۴۵

(۲) قاضی محمد اسلم سیف، تحریک اہل حدیث تاریخ کے آئینے میں، مکتبہ تعلیمات اسلامیہ، فیصل آباد، ۱۹۹۴ء، ص: ۲۲۷

(۳) ایضا، ص: ۲۲۸

(۴) ایضا، ص: ۲۲۹

(۵) عبد الرحمن بن عبد الجبار فریوائی، جہود مخلصہ فی خدمۃ السنۃ، الجامعہ السلفیہ بنارس، ہند، ۱۴۰۶ھ، ص: ۲۴۵

درس وتدریس: تعلیم مکمل کرنے کے بعد حیدر آباد میں تدریس اور تصنیف و تالیف میں مشغول رہے اور پھر آخری عمر میں لکھنو آئے اور درس حدیث دیتے رہے۔ (۱)

تصنیفات: چوں کہ آپ کی تصنیفات کی تعداد کافی زیادہ ہے اس لیے حدیث سے متعلقہ کتب کے نام لکھے جارہے ہیں اور آنے والی فصل میں حدیث سے متعلقہ کتب پر تبصرہ کو بھی شامل کیا جائے گا۔:

۱-التعليق الممجد على موطا محمد ۲-الآثار المرفوعه في الاخبار الموضوعة

۳-الاجوبة الفاضلة لأسلة العشرة الكاملة ۴-الرفع التكميل في الجرح والتعديل

۵-النافع الكبير لمن يطالع الجامع الصغير ٦-امام الكلام فيما يتعلق بالقراة خلف الامام

۷-ظفر الاماني في شرح المختصر المنسوب للجرجاني في المصطلح-

وفات: آپ رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۰۵ھ / ۱۸۸۸ء کو اس دنیا سے کوچ کر گئے۔ (۲)

نواب سید صدیق حسن خاں رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش: اگرچہ نواب سید صدیق حسن خان کا تعلق قنوج سے تھا مگر آپ کی پیدائش بانس بریلی میں ننھیال کے ہاں ۱۹ جمادی الاخر ۱۲۴۸ھ / ۱۸۳۲ء میں ہوئی۔ نسب کے اعتبار سے آپ حسینی سادات میں سے تھے۔ (۳)

تحصیل علم

نواب سید صدیق حسن خان رحمۃ اللہ علیہ پانچ برس کے تھے تو آپ کے والد مولانا سید اولاد حسن خان کا انتقال ہو گیا۔ قرآن کریم اپنے بڑے بھائی سے مولانا سید احمد حسن عرشی سے سیکھا۔ مولوی محمد حسین شاہجہاں پوری، سید احمد علی فراخ آبادی، اور مولوی محب اللہ پانی پتی سے فارسی اور عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ پھر آپ دہلی چلے گئے اور وہاں مفتی صدر الدین دہلوی کے پاس ایک سال ۸ ماہ مین اسلامی علوم وفنون سیکھے۔ (۴)

خدمات علمیہ

نواب سید صدیق حسن خاں رحمۃ اللہ علیہ نے اشاعت دین، توحید وسنت کی ترقی و ترویج اور شرک و بدعت کی تردید میں جو گرانقدر علمی خدمات سرانجام دیں ہیں وہ تاریخ کا ایک زریں باب ہے۔ قرآن وحدیث کی اشاعت میں آپ کی خدمات نمایاں ہیں۔ چنانچہ علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہم رقمطراز ہیں:

> "علمائے اہل حدیث کی تدریسی و تصنیفی خدمات بھی قدر کے قابل ہیں۔ پچھلے عہد میں نواب صدیق حسن خاں رحمۃ اللہ علیہ کے قلم اور مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی (رحمۃ اللہ علیہ) کی تدریس سے بڑا فیض پہنچا، بھوپال ایک زمانہ تک علمائے اہل حدیث کا مرکز رہا۔ قنوج، سہسوان اور اعظم گڑھ کے بہت سے نامور اہل علم اس

---

(۱) ایضا، ص:۲۴۵

(۲) ایضا، ص:۲۴۶-۲۴۷

(۳) عبد الرشید عراقی، تذکرہ النبلاء فی تراجم العلماء، ص:۳۱۹

(۴) عبد الرشید عراقی، تذکرہ النبلاء فی تراجم العلماء، ص:۳۲۰

ادارہ میں کام کرتے رہے۔ شیخ حسین عرب یمنی ان سب کے سر خیل تھے۔ حضرت نواب صاحب مرحوم ومغفور نے زر کثیر صرف کر کے فتح الباری شرح صحیح بخاری، تفسیر ابن کثیر مع فتح البیان فی مقصود القرآن، اور "نیل الاوطار" چھپوا کر علمائے اسلام میں مفت تقسیم کیں"۔ (۱)

تصنیفات: مولانا سید نواب صدیق حسن خاں رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً اردو، فارسی اور عربی میں دو سو بائیس کتب لکھیں۔ جن میں سے علم حدیث پر چند کتابیں درج کی جاتی ہیں:

عون الباری شرح تجرید شرح بخاری   مسک الختام شرح بلوغ المرام (فارسی)

۳۔ منہج الوصول (فارسی)   موائد العوائد   ھدایة السائل   فتح المغیث (۲)

انتقال: آپ کا ۲۹ جمادی الثانی ۱۳۰۷ھ بمطابق ۱۷ فروری ۱۸۹۰ء بھوپال میں انتقال کیا۔ (۳)

سید نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش

نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش ضلع بہار کے علاقہ سونگھیر میں ہوئی۔ شروع میں آپ نے اپنے والد سے کچھ عرصہ تحصیل علم کیا پھر ۱۲۴۴ھ / ۱۸۲۷ء میں دہلی آگئے اور شاہ اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ میں داخلہ لیا۔ جہاں آپ نے علمِ حدیث میں اعلیٰ ترین امتحان میں کامیابی پا کر ۱۲۵۸ھ / ۱۸۴۲ء میں سند لی۔ آپ نے دہلی کی ایک مسجد میں ایک مدرسہ قائم کیا (۴)۔ پٹنہ میں آپ نے ترجمہ قرآن اور ترجمہ مشکوۃ پڑھ لیا تھا اس لیے علم دین کا خیال زیادہ تھا۔ عربی زبان میں مہارت حاصل کرنے کے لیے مولانا عبد الخالق رحمۃ اللہ علیہ سے کافیہ کا سبق شروع کیا اور کئی کتابیں پڑھیں۔ (۵) حدیث کا اجازۃ شاہ محمد اسحاق مکی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا۔ (۶)

درس وتدریس

آپ کے استاد شاہ محمد اسحاق جس وقت عازم مکہ ہوئے تو انہوں نے دہلوی صاحب کو اپنی مسند کے لیے منتخب کیا اور فتوی دینے کی اجازت بھی دی۔ آپ نے ۱۲۷۰ھ / ۱۸۵۳ء تک تفسیر اور فنون کی کتابیں پڑھائیں۔ اس کے بعد علوم اصول حدیث، علوم دین، حدیث تفسیر اور فقہ کو مخصوص کر لیا اور پچاس سال اسی طرح گزارے۔ (۷)

(۱) عبد الرشید عراقی، تذکرہ النبلاء فی تراجم العلماء، ص: ۳۲۱-۳۲۲

(۲) نواب صدیق حسن خان، ابقاء المنن بالقاء المحن، (خود نوشت، سوانح حیات)، تسہیل مولانا محمد خالد سیف (دارالدعوہ، شیش محل روڈ لاہور)، ص: ۳۶۱-۳۶۳

(۳) عبد الرشید عراقی، تذکرہ النبلاء فی تراجم العلماء، ص: ۳۲۴

(۴) ڈاکٹر محمد اسحاق، علم حدیث میں پاک وہند کا حصہ، ص: ۲۰۲

(۵) حافظ محمد ابراہیم سیالکوٹی، تاریخ اہل حدیث، ص: ۴۱۷

(۶) محمد جعفر تھانیسری، حیات احمد شہید، نفیس اکیڈمی کراچی، ۱۹۶۸ء، ص: ۳۸۳

(۷) محمد جعفر تھانیسری، حیات احمد شہید، ص: ۳۸۳

مختلف ممالک سے ہزاروں کی تعداد میں علم حاصل کرنے کی غرض سے آپ کے شاگردوں نے آپ کے سامنے زانوے تلمذ بچھایا۔

تصنیفات: چونکہ آپ کا زیادہ تر وقت درس وتدریس میں ہی گزرا جس کر بنا پر تالیف کے میدان میں زیادہ توجہ نہ دے سکے۔ اس کے باوجوں آپ نے کی تصنیفات میں ۵۷ کی کتابوں کی فہرست ہے:

۱۔ثبوت الحق الحقیق رسالة في محلي النساء بالذهب ۲۔واقعات الفتوی ودافعة البلوی

۳۔فلاح الولي في اتباع النبي ۴۔فتاوی نذیریہ

انتقال: سو سال کی عمر میں ۱۳۲۰ھ بمطابق ۱۹۰۲ء کو وفات پائی۔ آپ کو دہلی میں شیدی پور کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔ (۱)

رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش: آپ کی پیدائش قصبہ گنگوہ ضلع سہارنپور کی ہے۔ (۲)

ابتدائی تعلیم: جب آپ کے والد وفات پاگئے تو دادا نے آپ کی پرورش کی ذمہ داری لی۔ ابتداء میں کرنال شہر میں مولوی محمد تقی سے (جو ماموں بھی تھے) فارسی پڑھی۔ صرف ونحو کی تعلیم محمد بخش رامپوری سے سیکھی۔ پھر آپ دہلی چلے گئے اور مولوی قاضی احمد الدین جہلمی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہوئے۔ اس کے بعد مولانا مملوک علی نانوتوی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شاہ عبد الغنی مجددی سے حدیث پڑھی (۳)۔ چار سال میں تعلیم مکمل کر کے وطن واپس لوٹے۔ اور درس وافادہ میں مصروف ہوگئے۔ (۴)

درس حدیث: ۵۰ سال آپ نے گنگوہ میں حدیث، تفسیر، فقہ کا درس دیا (۵)۔ مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

> "مولانا گنگوہی نہ صرف مذہب حنفی کے ماہر تھے بلکہ چاروں مذاہب کے فقیہہ تھے۔ ان کے سوا کسی کو چاروں مذاہب کا ماہر نہ دیکھا۔ ۱۸۹۵ء کے بعد آپ کی بصارت چلی گئی۔ آپ کے درس حدیث سے ۳۰۰ سے زائد جید علماء فیض یاب ہوئے۔" (۶)

تصنیفات: "تذکرۃ الرشید" میں آپ کی کم وبیش پندرہ تصانیف کا ذکر آتا ہے۔ جن میں مکاتیب و فتاوی کے مجموعے بھی شامل ہیں:

---

(۱) ڈاکٹر محمد اسحاق، علم حدیث میں پاک وہند کا حصہ، ص:۲۰۲

(۲) سید قاسم محمود، اسلامی انسائیکلوپیڈیا، (شاہکار بک فاؤنڈیشن کراچی)، ص:۹۰۱

(۳) مقصود ایاز، شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، (شعاع ادب لاہور)، ص:۳۰۶

(۴) سید احمد رضا بجنوری، مقدمہ انوار الباری (مکتبہ ناشر العلوم دیوبند، یوپی بھارت)، ج:۲، ص:۲۳۰

(۵) عبد الرشید ارشد، بیس بڑے مسلمان، (شاہ عالم مارکیٹ لاہور)، ص:۱۵۰

(۶) سید احمد رضا بجنوری، مقدمہ انوار الباری، ج:۲، ص:۲۳۱

۱۔الکوکب الدری ۲۔زبدۃ المناسک ۳۔امداد السلوک ۴۔فتاویٰ رشیدیہ
۵۔سبیل الرشاد ۶۔قطوف دانیہ ۷۔تصفیۃ القلوب ۸۔احتیاط التطہر ۹۔تشریحات بخاری
انتقال: ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء کو ۷۸ سال سات ماہ تین دن کی عمر میں انتقال فرما گئے۔[۱]

عبد الرحیم مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش: حافظ عبد الرحیم قصبہ مبارکپور میں پیدا ہوئے۔ قاضی امام الدین جونپوری سے حفظ و تجوید دونوں کی اسناد حاصل کیں۔ جن میں اس حد تک کمال حاصل ہوا کہ مبارکپور اور اس کے نواح کا جو شخص حفظ کے بعد قرآن آپ کو سنا نہ لیتا حافظ نہ سمجھا جاتا تھا۔[۲]

صرف و نحو اور دیگر علوم مولوی فیض اللہ اور مثلا: حسام الدین سے پڑھے۔ حدیث قاضی محمد مچھلی شہری سے جن کی وجہ سے سند "مسلسل بالاولیہ" و سند "مناولہ برائے بلوغ المرام" اور سند "اتحاف الاکابر" جو کہ قاضی صاحب کے امتیازات تھے آپ کو بھی حاصل ہوئیں۔ قاضی صاحب کی شاگردی شوق اتباع سنت کا سبب بھی ہوئی۔ اس راہ میں گوناں گوں مصائب کا سامنا بھی ہوا۔ مگر آخر مبارکپور میں عمل بالسنہ کی رسم (حسنہ) آپ کی وجہ سے جاری ہوئی۔[۳]

درس و تدریس: آپ کی زیادہ تدریس حفظ قرآن تھی۔ اس اعتبار سے مبارکپور اور اس کے گردونواح میں تمام حافظ آپ کے شاگرد تھے۔[۴]

وفات: آپ نے رمضان المبارک ۱۳۳۰ھ بمطابق ۲۳ ستمبر ۱۹۱۲ء میں وفات پائی۔[۵]

مولانا عبد الجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش: مولانا عبد الجبار بن عبد اللہ غزنوی کی پیدائش سال ۱۳۶۸ھ بمطابق ۱۸۵۱ بمقام غزنی کی ہے۔[۶]
تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم اپنے بھائی مولانا محمد احمد سے حاصل کی۔ پھر آپ دہلی تشریف لے گئے۔ وہاں سید نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے کتب احادیث کی سند حاصل کی۔ آپ کی عمر ۲۰ برس بھی نہیں تھی کہ وہ علوم متداولہ سے فراغت پا چکے تھے۔[۷]

---

(۱) عبد الرشید ارشد، بیس بڑے مسلمان، ص: ۲۲۰
(۲) ابو یحیٰ امام خان نوشہروی، تراجم علمائے حدیث سن (جامعہ سلفیہ، فیصل آباد)، ص: ۳۲۲
(۳) ابو یحیٰ امام خان نوشہروی، تراجم علمائے حدیث، ص: ۳۲۲
(۴) عبد الرشید عراقی، تذکرہ النبلاء فی تراجم العلماء، ص: ۳۳۱
(۵) عبد الرشید عراقی، تذکرہ النبلاء فی تراجم العلماء، ص: ۳۳۲
(۶) عبد الرشید عراقی، تذکرہ النبلاء فی تراجم العلماء، ص: ۱۳۰-۱۳۱
(۷) عبد الحئی حسنی، نزہت الخواطر، دائرہ معارف، حیدر آباد، بھارت، سن اشاعت ندارد، ج: ۸، ص: ۲۱۸

وفات: ۱۳۳۱ھ بمطابق ۱۹۱۴ء کو آپ کی وفات ہوئی۔

حافظ عبد المنان (وزیر آبادی) رحمۃ اللہ علیہ

حافظ عبد المنان بن شرف الدین بن نور خان اعوان خاندان میں ۱۲۶۷ھ / ۱۸۵۰ء کو کر دلی، سید اں ضلع جہلم میں پیدا ہوئے۔ (۱)

تعلیم: آپ نے ابتدائی تعلیم مولوی قادر بخش سے حاصل کی جو احمد آباد ضلع جہلم کے رہنے والے تھے۔ اس کے بعد سید فاضل شاہ اور مولوی برہان الدین سے مختصرات پڑھیں اور بنوں کشمیر میں مولوی گل احمد رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جا کر منطق و عقائد کی تعلیم لی۔ سندھ میں پیر محفوظ اللہ قندھاری رحمۃ اللہ علیہم کے ہاں پہنچ گئے۔

درس و تدریس: دہلی سے فارغ ہو کر لاہور مسجد چینیاں والی تشریف لے آئے۔ یہاں پر ایک سال قیام کیا بالآخر وزیر آباد میں دار الحدیث کی بنیاد رکھی۔ تقریباً بیالیس سال تفسیر و حدیث کا درس دیتے رہے اور ۳۵ مرتبہ پوری صحاح ستہ پڑھائی۔ آپ کا شمار ان علمائے اہلحدیث میں ہوتا ہے جنھوں حدیث کے علم کے نشر کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ آپ استادِ پنجاب کے لقب سے مشہور تھے۔ آپ کے تلامذہ کی فہرست طویل ہے۔ حافظ صاحب کو لغت اور نحو پر کامل دسترس حاصل تھی۔ رجال کی جرح و تعدیل ان کے طبقات اور تمام فنون حدیث پر عبور حاصل تھا۔ آپ کو حدیث میں عالی و نازل اور صحیح وضعیف کے علاوہ قرآن و حدیث کا متن بھی ازبر تھا۔ (۲)

تصنیف: ارشاد القاری الی نقد فیض الباری (۳)

وفات: آپ نے ۱۳۳۴ھ / ۱۹۱۴ء میں وفات پائی۔ (۴)

عبد اللہ غازی پوری رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش: عبد اللہ غازی پوری کی پیدائش ۱۲۶۱ھ بمطابق ۱۸۴۵ء میں اعظم گڑھ کے علاقے مئو میں ہوئی۔ (۵)

تعلیم و تربیت:

جب ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی برپا ہوئی ہو رہی تھی تو آپ کے والدین نے اسی زمانے میں مئو چھوڑ کر غازی پور میں سکونت اختیار کی۔ غازی پور کے "مدرسہ چشم رحمت" میں تعلیم حاصل کرنے لگے۔ مولانا رحمت اللہ وغیرہ سے درسی کتب کا علم سیکھا۔ (۶) پھر آپ کچھ عرصہ کے لیے جون پور تشریف لے گئے جسکے بعد دہلی کی طرف رخت

---

(۱) اختر راہی، تذکرہ علماء پنجاب، (مکتبہ رحمانیہ لاہور، ۱۹۸۰ء)، ج:۱، ص:۳۸۵

(۲) عبد الرشید عراقی، برصغیر پاک وہند میں علمائے اہل حدیث کے علمی کارنامے، علم و عرفاں پبلشرز، لاہور، ۲۰۰۱ء، ص:۳۵-۳۶

(۳) ارشاد الحق اثری، پاک وہند میں علمائے اہل حدیث کی خدمات حدیث، ادارہ العلوم الاثریہ، فیصل آباد، ۲۰۰۱ء، ص:۱۲۵

(۴) خالد گھرجاکھی، سوانح حیات فضل الٰہی، (جمعیت المجاہدین پاکستان گوجرانوالہ، ۱۹۲۳ء) ص:۶۱

(۵) عبد الرشید عراقی، تذکرہ النبلاء فی تراجم العلماء، ص:۲۴۳

(۶) سید قاسم محمود، اسلامی انسائیکلوپیڈیا، ص:۱۱۱۱

سفر باندھا اور مولانا سید نذیر حسین دہلوی سے تفسیر، حدیث اور فقہ کی تعلیم حاصل کی۔[۱] ۱۸۷۵ء میں حج کرنے مکہ گئے اور وہاں پر ہی علامہ شوکانی کے شاگرد رشید عباس یمنی سے حدیث کے علم میں مزید پختگی پیدا کی اور پھر بیس برس تدریس میں مشغول رہے۔[۲]

وفات:

آپ ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۹ء کو لکھنو میں فوت ہوئے۔ عیش باغ کے قبرستان میں تدفین کی گئی جب آپ کی وفات ہوئی تو مولانا ثناء اللہ امرتسری نے لکھا:

"عبداللہ جیسا کامل، عالم وعابد دیکھا کوئی نہیں، سنے بہت سے ہیں۔"[۳]

مولانا وحید الزمان رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام محمد وحید الزمان تھا، وقار نواز جنگ خطاب تھا۔ نسباً فاروقی تھے۔ وحید الزمان بن مسیح بن نور محمد بن شیخ ملتانی سلسلہ نسب ہے۔[۴]

پیدائش: آپ کے بزرگوں کا وطن اگرچہ ملتان تھا۔ مگر آپ پیدائش کانپور میں ۱۲۶۷ھ مطابق ۱۸۵۰ء کو ہوئی۔[۵]

تعلیم: اپنے تایا مولوی بدیع الزمان سے قرآن مجید پڑھا۔ اس کے بعد صرف اور نحو کی تعلیم مفتی عنایت احمد سے حاصل کی۔ چند ایام کے بعد مفتی صاحب کا انتقال ہو گیا ان کے شاگرد رشید مولوی سید حسین شاہ بخاری سے درس لیتے رہے۔ اور ایک سال کے بعد صرف ونحو کے علم سے فراغت پائی۔[۶]

اساتذہ حدیث: جن نامور محدثین سے آپ نے علم حدیث حاصل کیا ان میں سے چند نام ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

۱۔ میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی ۲۔ مولانا فضل الرحمان، گنج مراد آبادی

۳۔ حافظ عبد الغفور محدث لکھنوی ۴۔ محمد بشیر الدین قنوجی رحمۃ اللہ علیہم[۷]

وفات: آپ کا ۱۳۳۸ھ بمطابق ۱۵ مئی ۱۹۲۰ء کو حیدر آباد میں انتقال ہوا۔[۸]

---

(۱) عبد الرشید عراقی، تذکرہ النبلاء فی تراجم العلماء، ص:۲۴۳

(۲) سید قاسم محمود، اسلامی انسائیکلوپیڈیا، ص:۱۱۱۱

(۳) مفتی محمد عبدہ الفلاح، تحریک اہل حدیث کے چند اوراق حصہ اول، ادارہ البحوث الاسلامیہ، جامعہ سلفیہ، فیصل آباد، پاکستان، طبع اول، ۱۹۹۱ء، ص:۶۱

(۴) عبد الحلیم چشتی، حیات وحید الزمان، نور محمد کارخانہ تجارت آرام باغ، کراچی، سن اشاعت ندارد، ص:۱۵

(۵) ایضا، ص:۱۵

(۶) ایضا، ص:۱۶

(۷) ایضا، ص:۱۶-۲۳

(۸) ایضا، ص:۸۳

مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش: مولانا محمود الحسن بن ذوالفقار علی دیوبندی ۱۲۶۸ھ بمطابق ۱۸۵۱ء بمقام بریلی پیدا ہوئے۔[۱]

تعلیم وتربیت: چھ سال کی عمر میں پڑھنا شروع کیا۔ فارسی وعربی کی ابتدائی کتب اپنے چچا مولوی مہتاب علی صاحب سے پڑھیں۔[۲] محمود الحسن دار العلوم دیوبند کے پہلے طالب علم تھے۔ ۱۳۸۴اور ۱۸۶۷ء میں کنزالدقائق اور مختصر معانی کا امتحان دیا۔ کتب صحاح ستہ اور دوسری کتب مولانا قاسم نانوتوی سے پڑھیں۔ ۱۲۸۸ھ / ۱۸۷۱ء میں فارغ ہوئے۔[۳]

تصنیفات: آپ کی چند تصانیف درج ذیل ہیں:

۱۔ افادات ۲۔ الابواب والتراجم[۴] ۳۔ حاشیہ ابی داؤد ۴۔ ترجمہ قرآن مجید[۵]

وفات: ۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ بمطابق ۳۰ نومبر ۱۹۲۰ء کو آپ کی وفات ہوئی۔[۶]

مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش: مولانا خلیل احمد سہارنپوری ۱۳۶۹ھ بمطابق ۱۸۵۲ء میں پیدا ہوئے۔ مولانا یعقوب اوّل صدر مدرس دارالعلوم دیوبند آپ کے حقیقی ماموں تھے۔

تعلیم وتربیت: آپ نے کتب درسیہ کی تعلیم مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں حاصل کی اور علم حدیث کی تحصیل مولانا محمد مظہر صدر مدرس مظاہر العلوم سے کی۔ کتب حدیث، فقہ، اصول تفسیر وغیرہ بھی صدر مدرس صاحب سے ہی پڑھیں۔ حدیث کی سند واجازت شاہ عبد الغنی مہرمجددی سے اور شیخ احمد مفتی شافعیہ سے بھی حاصل کی۔ بیس سال کی عمر میں ۱۲۸۸ھ بمطابق ۱۸۷۱ء میں آپ فارغ التحصیل ہوگئے۔[۷]

خدمت علم حدیث: علم حدیث میں زیادہ ہی شغف تھا[۸]۔ آپ نے سات حج کیے۔

تصنیفات:

۱۔ المھند علی المفند ۲۔ مجموعہ فتاوی ۳۔ تنشید الاذان ۴۔ بذل المجهود فی ابی داود

(۱) عبد الحئ حسنی، نزہت الخواطر، ج:۸، ص:۴۶۵

(۲) سید اصغر حسین، محمود الحسن کے حالات وکمالات، دارالعلوم دیوبند، ادارہ اسلامیات لاہور، ۱۹۷۷ء، ص:۱۷

(۳) مولوی رحمان علی، تذکرہ علماء ہند، ص:۴۶۷

(۴) عبدالرشید ارشد، بیس بڑے مسلمان، ص:۲۹۸

(۵) مفتی عزیز الرحمن، تذکرہ شیخ الہند، ادارہ مدنی دارالتالیف بجنور، ص:۸۱

(۶) مولوی رحمان علی، تذکرہ علماء ہند، ص:۴۶۷

(۷) عاشق الٰہی میرٹھی، تذکرہ الخلیل، مکتبہ قاسمیہ سیالکوٹ، ۱۹۴۹ء، ص:۲۶

(۸) عبد الحئ حسنی، نزہت الخواطر، ج:۸، ص:۱۳۵

وفات: آخری حج کے بعد آپ نے مدینہ منورہ میں قیام پذیر ہوئے اور وہیں وفات پائی اور ۱۳۴۶ھ بمطابق ۱۹۲۷ء کو جنت البقیع میں دفن ہوئے۔[1]

مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش: انور شاہ بن محمد معظم شاہ کشمیری کی پیدائش کشمیر میں ۲۷ شوال ۱۲۹۲ھ بمطابق ۱۸۷۵ء کو اپنے ننھیال موضع دودھوان وعلاقہ لولاب میں ہوئی۔

تعلیم وتعلم: قرآن مجید کی تعلیم اپنے والد سے ساڑھے چار برس کی عمر میں حاصل کر لی تھی۔ پھر چھ سال تک فارسی کے کئی رسائل بھی مکمل کر لیے۔ اس کے بعد عربی اور فارسی کی مزید تعلم مولانا غلام محمد سے حاصل کی۔[2]

تصنیفات: آپ کی تصانیف میں حدیث سے متعلقہ کتب کا اگلی فصل میں ذکر کیا جائے گا۔

وفات: آپ نے ۱۳۵۳ / ۱۹۳۴ء کو تقریباً ۶۰ سال کی عمر میں دیوبند میں وفات پائی۔[3]

عبدالرحمن محدث مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش: آپ کی پیدائش ۱۳۶۳ھ / ۱۸۶۶ء کو مبارکپور میں ہوئی۔[4]

تعلیم وتربیت: ابتدا میں آپ اپنے والد سے تعلیم پاتے رہے پھر مولانا عبد اللہ غازیپوری سے تحصیل علم کیا۔ اس کے بعد دہلی میں حدیث کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے سید نذیر حسین دہلوی صاحب کے پاس تشریف لے گئے۔ مزید کسب فیض کے لیے بھوپال میں چلے گئے اور علامہ حسین بن محسن الیمانی سے کتب ستہ، مؤطا امام مالک، مسند شافعی، سنن دارمی، مسند احمد بن حنبل، معجم الصغیر للطبرانی، ادب المفرد للبخاری کے اطراف پڑھ کر اجازتِ روایت لی اور پھر ۱۸۹۵ء میں قاضی محمد بن عبد العزیز مچھلی سے حدیث مسلسل بالاولیہ کی سند حاصل کی۔[5]

تصانیف: آپ کی چند تصانیف درج ذیل ہیں:

۱۔ تحفۃ الاحوذی ۲۔ مقدمہ تحفۃ الاحوذی ۳۔ تحقیق الکلام فی وجوب القراۃ خلف الامام۔
۴۔ القول السدید فیما یتعلق بتکبیرات العید ۵۔ کتاب الجنائز ۶۔ نور الابصار۔

وفات: ۱۳۵۳ھ بمطابق ۱۹۳۵ء میں آنکھوں کے مرض میں مبتلا ہوئے۔ علاج کے لے دہلی گئے۔ دورانِ آپریشن صاحب فراش ہوگئے پھر واپس اپنے وطن لوٹ آئے اور وہیں وفات پا گئے۔[6]

---

(۱) عاشق الٰہی میرٹھی، تذکرہ الخلیل، ص:۳۷۰
(۲) عبد الحئ حسنی، نزہت الخواطر، ج:۸، ص:۸۱
(۳) سید احمد رضا بجنوری، مقدمہ انوار الباری، ج:۲، ص:۲۵۴
(۴) عبد الحئ حسنی، نزہت الخواطر، ج:۸، ص:۲۴۲
(۵) عبد الرشید عراقی، تذکرہ النبلاء فی تراجم العلماء، ص:۳۳۳
(۶) عبد الحئ حسنی، نزہت الخواطر، ج:۸، ج:۲۴۳

مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش: آپ ۱۳۰۵ھ / ۱۸۸۵ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد فضل الرحمن جب ضلع بجنور میں ڈپٹی انسپکٹر کے سے عہدے ریٹائر ہوئے تو دیوبند میں قیام پذیر ہو گئے۔ ۱۸۶۶ء سے ۱۹۰۷ء تک عرصہ ۴۲ برس تک مدرسے میں اپنی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ آپ کا نسب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔ (۱)

تعلیم وتربیت: شروع میں آپ نے اپنے ماموں محمد تقی سے درس لیے پھر دہلی کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہاں پر آپ نے مولانا مملوک العلی نانوتوی اور مولانا شاہ عبد الغنی سے حدیث کا علم سیکھا۔ آپ نے جب درسی علوم حاصل کر لیے تو اس کے بعد قرآن مجید کو اپنے سینے میں محفوظ کیا۔

درس وتدریس: انیس سو پینتالیس عیسوی تک آپ نے تقریبا سینتیس برس درس وتدریس میں اپنی زندگی بسر کی۔ ۱۹۱۱ء سے ۱۹۳۸ء تک دار العلوم دیوبند میں پڑھاتے رہے جبکہ اس سے قبل دو سال مدرسہ عربیہ فتح پوری دہلی اور ۱۹۳۸ء سے ۱۹۴۳ء تک سواڈا بھیل کے جامعہ عربیہ میں طلبہ کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کرتے رہے۔ (۲)

تصنیفات: آپ نے مختلف علوم میں اپنی تصنیفی خدمات انجام پیش کیں:

۱۔ العقل والحفل ۲۔ الشہاب ۳۔ الاسلام ۴۔ اعجاز القرآن ۵۔ تفسیر عثمانی

ان کے علاوہ آپ نے علم حدیث کی خدمت بھی کی کچھ کتابوں کے اسماء ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

۱۔ فتح الملہم شرح صحیح مسلم ۲۔ فضل الباری شرح اردو صحیح البخاری۔

وفات: ۸ دسمبر ۱۹۴۹ء کو جامعہ اسلامیہ بہاولپور کے افتتاح کے لیے امیر بہاولپور صادق محمد خان پنجم کے پاس گئے۔ واپسی پر چار ایام کے بعد بخار ہوا اور ۱۳ دسمبر ۱۹۴۹ء کو ۶۴ برس کی عمر میں انتقال کر گئے۔ کراچی میں ہی آپ کے جسد خاکی کو سپرد زمین کیا گیا۔ (۳)

مولانا حافظ محمد گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش: میاں فضل دین کی اہلیہ زینب بی بی نہایت سعیدہ وصالحہ خاتون تھیں۔ حافظ محمد گوندلوی انہیں کے بطن سے رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ بمطابق ۱۸۹۷ء جمعرات کے دن سحری کے وقت پیدا ہوئے۔ (۴)

والد نے آپ کو اعظم سے موسوم کیا تھا جبکہ والدہ نے آپ کا نام "محمد" رکھا تھا۔ حضرت حافظ محمد گوندلوی نے اپنے بڑے بیٹے عبد اللہ کے نام کی مناسبت سے ابو عبد اللہ کنیت اختیار کی تھی۔

---

(۱) عبد الرشید ارشد، بیس بڑے مسلمان، ص:۵۴۵

(۲) صدیقی، علم حدیث اور پاکستان میں اس کی خدمت، ص:۳۴۱

(۳) ایضا، ص:۳۴۱

(۴) حافظ محمد گوندلوی، درس صحیح بخاری، مرتب منیر احمد سلفی، اسلامک پبلیکیشنز لاہور، سن اشاعت ندارد، ص:۱۰

تعلیم و تعلم: حضرت حافظ محمد صاحب گوندلوی نے ابتداء حفظ قرآن مجید کی طرف توجہ کی اور تھوڑے عرصے میں قرآن مجید مکمل یاد کر لیا۔

والد کی وفات کے بعد آپ کو والدہ نے جامع مسجد اہل حدیث "چوک نیائیں" گوجرانوالہ میں مولانا علاؤ الدین کے سپرد کر دیا۔ جن سے آپ نے ابتدائی درسی کتب پڑھیں۔اس کے بعد آپ امرتسر کے مدرسہ غزنویہ میں تعلیم کی غرض سے تشریف لے گئے اور امام عبد اللہ غزنوی سے خوب استفادہ کیا۔ آپ نے مولانا عبد الاول غزنوی سے بلوغ المرام، مشکوہ کتاب الجہاد تک اور ترمذی کے بعض اجزاء پڑھے۔ ترمذی کا بقیہ حصہ مولانا عبد الغفور غزنوی سے مکمل کیا۔[1]

مدرسہ غزنویہ میں آپ نے صحاح ستہ، اصول تفسیر و حدیث، فقہ و اصول فقہ، منطق، ہندسہ اور صرف و نحو کی آخری اور انتہائی کتب پڑھ کر جملہ عربی علوم و فنون کی تکمیل کی۔ ان ایام میں استاد پنجاب حافظ عبد المنان محدث وزیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے درس حدیث کا بہت شہرہ تھا۔ چنانچہ آپ امرتسر سے علم حاصل کرنے کے بعد وزیر آباد آ گئے اور حضرت محدث وزیر آبادی سے بھی سند و اجازت حدیث لی۔

درس و تدریس: آپ کی تدریسی خدمات کا دائرہ تقریباً ساٹھ برس پر محیط ہے۔ آپ نے آغاز تدریس گوندلانوالہ سے ۱۳۴۲ھ / ۱۹۲۴ء میں کیا۔ چند سال تک وہاں صحاح ستہ کا درس دیتے رہے۔ پھر ۱۹۲۷ء میں مدرسہ رحمانیہ کی انتظامیہ کے پر زور اصرار پر دہلی تشریف لے گئے اور دو سال تک وہاں ارباب ذوق کی تسکین کا باعث بنے رہے۔ ۱۹۳۳ء میں جامعہ عربیہ دار السلام عمر آباد تشریف لے گئے لیکن آب و ہوا کی موافق نہ ہونے کی وجہ سے ایک سال بعد اپنے گاؤں واپس چلے گئے اور تقریباً ۱۹۴۲ء تک اپنے گاؤں میں ہی سلسلہ درس جاری رکھا۔ اس کے بعد کچھ عرصہ گوجرانوالہ کی مرکزی جامع مسجد الحدیث (چوک نیائیں) میں پڑھاتے رہے۔ کئی طلاب نے آپ سے کسبِ فیض کیا جن میں مولانا محمد اسماعیل السلفی بھی شامل تھے۔[2]

جامعہ تعلیم الاسلام اوڈاں والہ ماموں کانجن جو برصغیر کے عظیم دینی مدارس میں سے ایک ہے۔ حافظ محمد گوندلوی صاحب وہاں دو سال تک منتہی طلبہ کو درس بخاری دیتے رہے۔ اوڈانوالہ سے واپسی کے بعد آپ نے گوجرانوالہ میں ٹاہلی والی مسجد میں حلقہ درس قائم کیا جہاں فارغ التحصیل طلبہ کو صحیح البخاری، مؤطا امام مالک، حجۃ اللہ البالغۃ اور الاتقان وغیرہ کا درس دیتے رہے۔ یہ سلسلہ ۱۹۵۰ء تک چلتا رہا۔ پھر آپ نے جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ میں درس کا آغاز کیا اور ۱۹۵۶ء تک اسی جامعہ میں مسند تعلیم وارشاد پر جلوہ افروز رہے۔ سال ۱۹۵۶ء میں آپ جامعہ سلفیہ فیصل آباد تشریف لے گئے اور حضرت سید داؤد غزنوی کی سرپرستی میں جامعہ سلفیہ میں علم دعرفان کے نور سے منور کرتے رہے۔

---

(۱) ایضا، ص: ۱۰

(۲) ایضا، ص: ۱۴-۱۵

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں بحیثیت شیخ الحدیث

سعودی حکومت نے ۱۹۶۲ء میں مدینہ منورہ میں الجامعہ الاسلامیہ کا آغاز کیا۔ فن تدریس میں آپ کو بہترین مہارت حاصل تھی۔ مدینہ یونیورسٹی کی تاریخ میں آپ کی تدریس، علمی و تحقیقی محاضرات بے مثال اہمیت کے حامل سمجھے جاتے ہیں

تصنیفات:

۱۔ تقاریر صحیح بخاری ۲۔ بغیۃ الفحول ۳۔ تحفۃ الاخوان ۴۔ مسئلہ ایمان ۵۔ شرح مشکوہ المصابیح

۶۔ معیار نبوت۔ ۷۔ ختم نبوت۔ ۸۔ الاصلاح ۹۔ دوام حدیث۔

مذکورہ کتب کے علاوہ مختلف موضوعات پر بیس سے زائد کتب ہیں۔

وفات: ۲ فروری ۱۹۸۵ء کو نماز تہجد کے لیے وضو کرتے وقت گر پڑے جس سے ٹانگ کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ ابتدائی علاج کے لیے میو ہسپتال اور بعد میں گوجرانوالہ الشیخ ہسپتال میں داخل رہے۔ چار ماہ بیمار رہنے کے بعد ۱۴ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ / ۱۹۸۵ء دن تین بجے وفات پائی۔ (۱)

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش: آپ کی پیدائش ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۹ء کو امرتسر کے قصبہ بھوجیان میں ہوئی۔ (۲)

تعلیم: قرآن مجید کا ترجمہ اور ابتدائی تعلیم والد سے حاصل کی۔ بلوغ المرام مولانا فیض اللہ خان مشہد سے اور صرف و نحو اور مشکوۃ ان کے فرزند عبد الرحمن سے، صحاح ستہ و جلالین، مولانا عبد الجبار کھنڈیلوی سے، شرح جامی و موطا امام مالک، مولانا ابو سعید شرف الدین سے، بخاری و بیضاوی، ملا حسن حمد اللہ، شرح عقائد، اصول فقہ کی تعلیم محدث العصر حافظ محمد گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ سے سیکھی۔ (۳)

تدریس: فراغت تعلیم کے بعد کوٹ کپورہ، فیروز پور، اوڈانوالہ اور تقویۃ الاسلام لاہور میں تدریسی خدمات سر انجام دیں۔ گوندلانوالہ کے قیام کے دوران گوجرانوالہ سے ہفت روزہ الاعتصام" جاری کیا جو بعد میں جمعیۃ اہلحدیث پاکستان کا آرگن بھی رہا۔ بعد ازاں جمعیۃ اہلحدیث سے اختلاف کی وجہ سے الاعتصام کا انتظام سنبھال کر اپنی نگرانی میں اس کی اشاعت جاری رکھی۔ آپ کی وفات کے بعد ان کے صاحبزادہ حافظ احمد شاکر اس کے مدیر اعلیٰ بنے (۴)۔ آپ کے حالات زندگی سے متعلق الاعتصام "کا مولانا عطاء اللہ حنیف" نمبر بھی شائع ہوا ہے۔ جس میں حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا اپنا لکھا ہوا مضمون بھی موجود ہے۔

---

(۱) ایضا، ص:۲۵

(۲) عبد الرشید عراقی، تذکرہ النبلاء فی تراجم العلماء، ص:۳۶۸

(۳) عبد العظیم انصاری، تذکرہ علمائے بھوجیان، عمر فاروق بھوجیانی، قصور، ۱۹۸۴ء، ص:۲۲۱-۲۲۲

(۴) عبد الرشید عراقی، تذکرہ النبلاء فی تراجم العلماء، ص:۳۶۹

کتب خانہ

مولانا عطاء اللہ حنیف اسلامی کتابیں اکٹھی کرنے کے بے حد شوقین تھے۔ قیام پاکستان سے قبل فیروز پور میں ایک کتب خانہ بنایا۔ مگر یہ کتب خانہ فسادات کی نذر ہو گیا۔ پاکستان میں آ کر مولانا نے دوبارہ کتابیں جمع کرنی شروع کیں اور ایک مثالی کتب خانہ بنایا۔ محی السنۃ مولانا سید نواب حسن خان نے مختلف موضوعات پر اردو، فارسی اور عربی زبان میں تقریباً دو سو بائیس کتب لکھیں۔ آپ نے یہ سب کتابیں اپنے کتب خانہ میں جمع کیں۔ اگر کوئی کتاب قیمتاً دستیاب نہ ہو سکی تو اس کا فوٹوسٹیٹ حاصل کر کے اس کی جلد بنوالی۔ (۱)

اردو رسائل میں "معارف اعظم گڑھ" اور "برہاں دہلی کے فائل بھی مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے جمع کیے۔ آپ کے کتب خانہ میں سب سے زیادہ ذخیرہ شروح حدیث اور اسماء الرجال سے متعلق ہے۔ تفاسیر قرآن مجید پر بھی کافی کتابیں آپ کے کتب خانہ میں موجود ہیں۔ ہندوستان کے علماء کی کتب بکثرت آپ کے کتب خانہ میں ہیں۔

تصنیفات:

۱۔ التعلیقات السلفیہ (شرح سنن نسائی) ۲۔ فیض الودود تعلیق علی سنن ابی داؤد

۳۔ تعلیق الاتباع ۴۔ ترجمہ الایقان فی اسباب الاختلاف (اردو)۔

۵۔ اتحاف النبیہہ فیما یحتاج الیہ المحدث والمفقیہ (عربی)۔ یہ شاہ ولی اللہ کی کتاب ہے۔ اس پر آپ نے حواشی لکھے۔

وفات: آپ ۱۳ اکتوبر ۱۹۸۷ء کو اس دار فانی سے رخصت ہو گئے۔ مولانا حافظ محمد یحیٰ میر محمدی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ نے نماز جنازہ پڑھائی اور میانی صاحب کے قبرستان میں آپ کی دفن کیا گیا۔ (۲)

مولانا حبیب الرحمن الاعظمی رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش: آپ کا تاریخی نام اختر حسن تھا۔ آپ پیدائش ۱۳۱۹ھ / ۱۹۰۱ء کی ہے۔

تعلیم: قصبہ بہادر گنج کے مدرسہ میں مولانا ابوالحسن عراقی سے علم حاصل کرنے کے بعد مظہر العلوم بنارس سے بھی تعلیم حاصل کی۔ دار العلوم دیوبند سے علم حاصل کرنے کی خواہش پر سفر کیا مگر طبیعت کے ناساز ہونے کی بنا پر واپس لوٹنا پڑا اور دار العلوم مئو میں مولانا کریم بخش سنبھلی سے دورہ حدیث کیا۔

تصنیفات: آپ کا خاص "فن" حدیث و اسماء الرجال تھا اور اس پر کافی گہری نظر رکھتے تھے۔ آپ کو مخطوطات کا بھی شوق تھا۔ آپ نے بہت سی ایسی کتابوں کی اشاعت کی جو نادر ہونے کے باوجود محض مخطوطہ ہونے کی وجہ سے اہل علم تک نہ پہنچ سکتیں تھیں۔

وفات: آپ نے ۱۱ رمضان المبارک ۱۹۹۱ء کو وفات پائی۔ (۳)

---

(۱) ایضا، ص:۳۷۱

(۲) ایضا، ص:۳۷۲

(۳) ماہنامہ "الحق" (جون ۱۹۹۲ء، ج:۷، شمارہ ۹)، ص:۴۹-۵۱

علامہ سید بدیع الدین شاہ راشدی رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش: آپ کی ولادت ۱۳۴۵ھ مئی ۱۹۲۶ء میں ہوئی۔[۱]

تعلیم: ابتدائی تعلیم اپنے آبائی درسگاہ مدرسہ دار الرشاد سے حاصل کی۔ اس کے بعد جن اساتذہ سے فیض پایا ان میں حافظ محمد امین متوہ، مولانا ولی محمد کیریو، مولانا قطب الدین ہالجوی، مولانا بہاؤ الدین، جلال آبادی، محمد مدنی، عبد اللہ روھڑی، محمد خلیل اور سید محب اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہم ان کے بڑے بھائی شامل ہیں۔

علم حدیث کی اجازت: جن سے سند اور اجازت حدیث کی ان میں سید محب اللہ راشدی، مولانا عبد الحق بہاولپوری مکی، مولانا حافظ عبد اللہ روپڑی، مولانا ابو الوفا ثناء اللہ امر تسری، مولانا اسحٰق، نیک محمد امر تسری، مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی اور مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہم شامل ہیں۔[۲]

درس وتدریس: نیو سعید آباد میں شہر سے متصل آزاد پیر جھنڈو نامی آباد کیا۔ وہاں مدرسہ محمدیہ اور مکتبہ راشدیہ کی بنیاد رکھی۔ طلبہ کو صحیح بخاری اور تفسیر ابن کثیر پڑھاتے رہے۔ حج کے متعدد مواقع پر بیت اللہ شریف، مسجد نبوی اور مدینہ یونیورسٹی میں عربی اور اردو میں دروس کا سلسلہ جاری رکھا۔ تین سال مکہ مکرمہ اور العہد الحرم المکی میں تدریس کی خدمات سر انجام دیتے رہے۔ بر صغیر، عرب وافریقی ممالک کے ہزاروں علماء وزعماء ان کے دروس ومحاضرات سے مستفید ہوئے۔[۳]

کتب خانہ: آپ نے بڑی محنت سے تقریباً دس ہزار کتابیں جمع کیں۔ جن میں تفسیر، حدیث، اسماء الرجال، تاریخ، فقہ، منطق، فلسفہ ولغت کے علاوہ متعدد علوم وفنون کی کتب شامل ہیں۔

تصنیفات: آپ نے کئی کتب لکھیں، جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

ا۔السمط الابریز حاشیہ مسند عمر بن عبدالعزیز، تهذيب الاقوال فيمن له ترجمة في اظهار في البرأة من الرجال،جزء منظوم في أسماء المدلسين،القنديل المشغول في تحقيق حديث اقتلوا الفاعل والمفعول، منجد المستجيز لرواية السنة والكتاب العزيز،القول اللطيف في الاحتجاج بالحديث الضعيف،رفع الارتياب عن حكم الأصحاب،ازهار الحدائق في تذكار من جمع أحاديث خير الخلائق،صريح المهمد في تخريج بلاغات مؤطا محمد،الاجابة مع الاصابه في ترتيب احاديث البيهقي على مسانيد الصحابة، الالمام بتبويب لاحاديث الخطيب على الاحكام وغیرہ

وفات: آپ کا ۸ جنوری ۱۹۹۶ء کو شہر کراچی میں انتقال ہوا اور آبائی گاؤں نیو سعید آباد میں تدفین ہوئی۔[۴]

---

(۱) عبد الرشید عراقی، تذکرہ النبلاء فی تراجم العلماء، ص:۳۹۸

(۲) پروفیسر میاں محمد یوسف سجاد، تذکرہ علمائے اہلحدیث پاکستان، جامعہ ابراہیمیہ ناصر روڈ سیالکوٹ، طبع اول، جنوری ۱۹۸۹ء، ج:۲، ص:۱۶۴

(۳) پروفیسر میاں محمد یوسف سجاد، تذکرہ علمائے اہلحدیث پاکستان، ج:۲، ص:۱۶۸

(۴) عبد الرشید عراقی، تذکرہ النبلاء فی تراجم العلماء، ص:۴۰۰

عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان کے علاقے جے پور سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ نے یتیمی کی حالت میں پرورش پائی۔ ندوۃ العلماء کے حیدر حسن خان ٹونکی کے خصوصی شاگرد ہیں۔ آپ نے باقاعدہ کسی مدرسہ سے سند حاصل نہ کی لیکن اس دور کی مشہور ڈگریاں مولوی فاضل اور منشی فاضل حاصل کیں۔

درس وتدریس: فراغتِ تعلیم کے بعد آپ نے ذریعہ معاش کے لیے ندوۃ المصنفین میں بطور رفیق کام کا آغاز کیا۔ قیام پاکستان کے بعد کراچی میں محمد یوسف بنوری کے مدرسہ نیو ٹاؤن میں استاذ مقرر ہوئے اور وہاں کے مشہور ماہنامہ "بینات" کے ایڈیٹر بھی مقرر ہوئے۔ ۱۹۲۴ء میں جامعہ اسلامیہ بہاولپور کے قیام کے بعد نائب شیخ الحدیث مقرر ہوئے۔ جہاں تقریباً دس گیارہ برس تک شعبہ حدیث وتفسیر میں تدریسی فرائض احسن طریقے سے سرانجام دیتے رہے۔ خصوصاً ایم اے کے مقالات کی نگرانی کیا کرتے تھے۔

تصانیف:

۱۔ ابن ماجہ اور علم حدیث۔ ۲۔ ماتمس الیہ الحاجہ لمن یطالع سنن ابن ماجہ تعلیقات علی الدراسات

۳۔ مقدمہ موطا امام محمد۔ ۴۔ مقدمہ کتاب الآثار۔[۱]

اس کے علاوہ بھی آپ کی متعدد تالیفات ہیں بغرض اختصار چند کا ذکر کیا۔

وفات: آپ نے اگست ۱۹۹۹ء کو وفات پائی۔

---

(۱) سید احمد رضا بجنوری، مقدمہ انوار الباری، ج:۲، ص:۱۸۳-۲۳۹

خلاصہ و تجزیہ فصل اول

برصغیر میں علمِ حدیث کا آغاز وارتقاء اور محدثین کے امتیازات و خصوصیات کی تاریخ کو الگ الگ تین ادوار میں منقسم کر کے پیش کیا ہے۔

علمِ حدیث کے آغاز وارتقاء کے پہلے دور پر مشتمل ہے۔ پہلی صدی میں ہی برصغیر کے مختلف حصوں میں اسلام کی تبلیغ شروع ہو چکی تھی۔ اہل ہند کا ایک وفد حجاز کی جانب حضور اکرمؐ کی زیارت کے لیے عازم سفر تھا جو آپؐ کے وصال کے بہت بعد وہاں پہنچا تب خلافت عمر رضی اللہ عنہ کا دور تھا۔ خلافت راشدہ کے عہد میں کئی صحابہ خطہ برصغیر میں تشریف لائے۔ ۹۳ھ میں سندھ فتح ہوا تو مسلمان محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی زیر قیادت ملتان تک حکومت جما چکے تھے۔ آہستہ آہستہ دینی مراکز اور مدارس کے قیام کا عمل بھی شروع ہو گیا جس کا فائدہ یہ ہوا کہ قصدار، دیبل، منصورہ وغیرہ میں علمِ حدیث کی نشرواشاعت کا بھی آغاز ہو گیا۔ یہ سلسلہ جاری رہا لیکن چوتھی صدی تک اس کی تبلیغ کے راستے بھی مسدود کر دیئے گئے۔ اسی کے ساتھ ساتھ برصغیر میں اشاعتِ علمِ حدیث کا پہلا دور اختتام کو پہنچا۔

علمِ حدیث کی نشرواشاعت کا دوسرا دور چوتھی صدی ہجری کے آخر میں غزنوی سلاطین کے اہتمام سے شروع ہوا حتی کہ شہر لاہور علمِ حدیث کی تبلیغ کا مرکز بن گیا اور چھٹی صدی ہجری تک یہ کام زور و شور سے جاری رہا۔ سن ۶۰۲ ہجری دہلی میں نئی حکومت قائم ہو گئی اور ساتویں ہجری میں علمِ فقہ کی ترویج پر بھی غور کیا گیا۔ اس کے بڑے بڑے مدارس باقاعدہ حکومتی سرپرستی میں قائم کیے گئے۔ جب فقہ کے غلبہ ہوا تو ایک بار پھر علم حدیث کی ترویج میں نزاع پیدا ہوا۔ ایسے دور میں بھی سنجیدہ طبع محدثین علمِ حدیث کی خدمت میں ہمہ تن مصروف رہے۔ انہی حضرات میں حضرت شیخ محمد بن طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں جنہوں نے برصغیر میں حدیث کی اشاعت کے ساتھ نقد اور موضوعات کے علم کا بھی آغاز فرمایا اور دیگر محدثین کو بھی اس جانب توجہ دلائی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد دسویں سے گیارہویں صدی ہجری تک شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ترویج حدیث کے لیے گرانقدر خدمات انجام دیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں کتب احادیث برصغیر میں متداول ہوئیں اور مختلف علاقوں میں دیگر محدثین نے بھی ترویجِ حدیث کے لیے قدم بڑھایا۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات کے ساتھ ساتھ یہ دور بھی اختتام پذیر ہوا۔

پاک و ہند میں علومِ حدیث کی ترویج کا تیسرا دور حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی محنتوں اور کارناموں کے ساتھ شروع ہوا جس کے نتیجے میں صحاح ستہ مدارس کے نصاب کا حصہ بنیں۔ آپ نے علماء اور عوام کے لیے علیحدہ علیحدہ علم حدیث کے موضوع پر تصانیف لکھیں جس سے علماء اور عوام طلب حدیث کا شغف پیدا ہوا۔ آہستہ آہستہ یہ جذبہ تحریک کی صورت اختیار کر گیا۔ جس کی قیادت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دھلوی کے پوتے حضرت شاہ محمد

اسماعیل دھلوی بن شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں تھی۔ جس کے بعد برصغیر میں علومِ حدیث کی باقاعدہ ترویج کا سلسلہ شروع ہوا جو تاحال بھی اللہ کی مدد سے جاری ہے۔ افراد آتے گئے کارواں بنتا گیا۔ اس قافلہ میں شامل ہونے والے کئی محدثین نے حدیث کی تبلیغ، نشرواشاعت کے لیے عدیم المثال خدمات سرانجام دیں۔

اس کے بعد برصغیر میں خدمت حدیث کے سلسلے میں ہر دور میں کوئی بھی فتنہ یا مسائل کا سامنا کرنے کے لیے علماء ومحدثین کی ایک بڑی جماعت علامہ عبد الحی لکھنوی، نواب سید صدیق حسن خاں، سید نذیر حسین دہلوی، رشید احمد گنگوہی، عبد الرحیم مبارکپوری، حافظ عبد المنان (وزیر آبادی)، عبد اللہ غازی پوری، مولانا وحید الزمان، مولانا محمود الحسن، عبد السلام مبارکپوری، مولانا خلیل احمد سہارنپوری، مولانا انور شاہ کشمیری، عبد الرحمن محدث مبارکپوری، مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا حافظ محمد گوندلوی، مولانا حبیب الرحمن الاعظمی، علامہ سید بدیع الدین شاہ راشدی، عبد الرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہم کی صورت میں ہمہ وقت حفاظتِ حدیث، نشرواشاعت کی خاطر تیار رہتی۔ ان علمائے کرام نے اپنے اپنے دور میں علمِ حدیث کی بھرپور خدمت کا فریضہ سرانجام دیا حتی کہ آج تک یہ سلسلہ اسلاف کی قربانیوں کے سبب جاری وساری ہے۔ اسی طرح دور حاضر کے علمائے کرام مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی، مولانا حبیب الرحمن الاعظمی، علامہ سید بدیع الدین شاہ راشدی، عبد الرشید نعمانی، رحمۃ اللہ علیہم نے حدیث کے ہر باب میں اپنی صلاحیتوں کے ذریعے ترویج اشاعت کا فریضہ نبھایا۔

اسی سلسلے کی کڑی کا ایک حصہ حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ بھی جنہوں نے بھوجیانی صاحب سے بھی فیض لیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث کے منکرین کے حدیث پر کیے جانے والے حملوں کا بھرپور دفاع ہی نہیں بلکہ حدیث کے تراجم، تحقیق اور تسہیلات وغیرہ میادین میں شاندار خدمات پیش کی ہیں۔ آنے والے ابواب میں آپ کے حدیثی کام کا تجزیہ کیا جائے گا۔

فصل دوم

بر صغیر میں خدمتِ حدیث کی مختلف جہات

حدیث اسلامی شریعت کا دوسرا اساسی ماخذ ہے۔ حدیث اور اس کے متعلقات پر پہلی صدی ہجری سے لے کر آج تک بلا تعطل کام جاری ہے اور بلا شبہ امت کے بہترین دماغوں نے حدیث اور علم حدیث کے بے شمار پہلوؤں پر کام کیا ہے۔ حدیث اور اس کی مختلف جہات پر کام کی تاریخ میں دور جدید میں بعض وجوہ سے نہایت اہمیت کا حامل ہے، کیونکہ امت مسلمہ کے دور زوال میں علم حدیث مسلم اور غیر مسلم مفکرین کی توجہ کا خصوصی مرکز رہا ہے۔

سابقہ فصل میں پاک وہند کے جن محدثین علمائے کرام کا ذکر کیا گیا ہے ان کی حدیث سے متعلقہ جو خدمات ہیں ان کو اختصار کے ساتھ اہم جہات میں تقسیم کر کے بیان کیا جارہا ہے اور حدیثی ذخیرہ جن پہلوؤں اور جوانب پر مشتمل ہے ان جہات کے اعتبار سے بیان کیا جائے گا۔ بر صغیر میں ہیں ہونے والے حدیث سے متعلقہ کام کو اختصار کے ساتھ ساتھ چیدہ چیدہ جہات وجوانب میں تقسیم کر کے بیان کیا جائے گا۔ اسی طرح چند حدیث سے متعلقہ دیگر جہات کو بھی قلمبند کیا جائے گا۔ اس میں یہ بات پیش نظر رہے کہ مقصود ذخیرہ حدیث کا احاطہ واستقصا کرنا نہیں ہے، بلکہ بنیادی مقصد یہ ہے کہ حدیث پر ہونے والے کام کی اہم جہات اور ان جہات کی بعض نمائندہ خدمات سامنے آجائیں۔ اس لئے آنے والے صفحات میں ہر ہر کتاب کا تفصیلی تعارف پیش نہیں کیا جائے گا، بلکہ بقدر ضرورت بعض اہم کتب پر تبصرہ کیا جائے گا۔

متن

منهاج العمال في سنن الأقوال والأعمال

یہ کتاب علم حدیث میں شیخ علی متقی برہان پوری علیہ الرحمہ کا مہتم بالشان کارنامہ ہے، جو امام جلال الدین سیوطی شافعی علیہ الرحمہ کی کتاب جامع الجوامع کی ترتیب وتنقیح ہے، شیخ علی متقی نے جامع الجوامع اور جامع صغیر سے احادیث اخذ کیں، بیش بہا فوائد شامل کیے، نیز احادیث کا اضافہ بھی کیا۔ شیخ علی متقی نے منہاج العمال اس طور پر مرتب فرمائی کہ طالبین حدیث جس موضوع یا جس مسئلہ سے متعلق حدیث دیکھنا چاہیں کسی دقت ودشواری کے بغیر دیکھ لیں اور متعلقہ فوائد سے بہرہ یاب ہو سکیں۔ شیخ علی متقی نے منہاج العمال کو فقہی ابواب کے مطابق جامع الاصول (ابن اثیر) کے انداز پر بڑی خوش اسلوبی سے مرتب کر کے احادیث نبوی کا دائرۃ المعارف بنا دیا۔[۱]

المستدرك

(۱) مولانا ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی، محدثین عظام کی حیات وخدمات، دارالنور مرکز الاویس، دربار مارکیٹ، لاہور، اشاعت دوم ۲۰۱۲ء، ص:۶۱۵

اس کتاب میں شیخ علی متقی برہان پوری علیہ الرحمہ نے "جامع الجوامع" کی احادیث فعلیہ، ابواب فقہ کے مطابق مرتب فرمائی ہیں۔(1)

تحقيق الاشارة في تعميم البشارة باجنة

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مرتب کردہ ایک ایسا مجموعہ حدیث ہے۔ جس میں رسول اللہ ﷺ کی وہ تمام احادیث جمع کردی گئی ہیں جن میں رسول اکرم ﷺ کی طرف سے کسی صحابی کو جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ مجموعہ کے آخر میں اہل بیت کے فضائل میں احادیث اکٹھی کی گئی ہیں۔ اس کا ایک نسخہ دھلی کے ایک کتب خانے میں موجود ہے۔(2)

ما ثبت بالسنة في ايام السنه

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کی یہ کتاب تمام اقسام یعنی صحیح حسن، ضعیف اور موضوع احادیث کا مجموعہ ہے۔ اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مصنف نے بارہ مہینوں میں رائج رسوم پر بحث کی ہے اور ان کے جائز وناجائز ہونے کے ثبوت فراہم کیے ہیں۔ یہ کتاب ۱۲۵۳ھ میں کلکتہ اور ۱۳۰۷ھ میں لاہور سے طبع ہوئی ہے۔(3)

---

(۱) ڈاکٹر محمد اسحاق، علم حدیث میں پاک وہند کا حصہ، ص:۲۷۶

(۲) محمد اسحاق بھٹی، فقہائے ہند، ج:۴، حصہ اول، ص:۲۵۷

(۳) ڈاکٹر محمد اسحاق، علم حدیث میں پاک وہند کا حصہ، ص:۱۷۶

شروحات حدیث

پاک وہند کے حدیثی ذخیرے کا ایک بڑا حصہ کتب حدیث کی شروحات، تعلیقات اور تراجم پر مشتمل ہے، ان میں زیادہ تر کتب ستہ اور موطا کی شروحات شامل ہیں، یہ شروحات و تعلیقات مفصل بھی ہیں اور مختصر بھی، بعض میں پوری کتاب کی اول تا آخر شرح کی گئی ہے جبکہ بعض شروحات کتاب کے مخصوص مقامات اور خاص حصوں کی تشریحات پر مشتمل ہیں۔ بعض کتاب پر متنوع دراسات و تحقیقات کی صورت میں ہیں، جیسے اعلام کی تحقیق، الفاظ غریبہ کی تحقیق، کتاب کا متنوع پہلوؤں سے تجزیہ و تحلیل وغیرہ۔

صحیح بخاری

شرح البخاری

مذکورہ کتاب حضرت شیخ طاہر بن یوسف سندھی برھان پوری رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف کردہ ہے۔ یہ صحیح البخاری کی شرح ہے، جو القسطلانی کی "ارشاد الساری شرح البخاری" پر مبنی ہے۔ (۱)

شرح ترجمۃ ابواب صحیح البخاری

یہ شرح شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ کی تصنیف ہے۔ جیسا کہ نام سے ہی ظاہر ہو رہا ہے کہ صحیح بخاری کے تراجم ابواب پر مشتمل ہے۔

تسہیل القاری شرح اردو صحیح بخاری

مولانا وحید الزماں نے یہ شرح فتح الباری اور ارشاد الساری سے اخذ کر کے لکھی ہے۔ اس کو الگ الگ تیس پاروں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ (۲)

فیض الباری علی صحیح البخاری

یہ محدث کبیر مولانا محمد انور شاہ کشمیری کا درس بخاری ہے جس کو ان کے شاگرد مولانا بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی نے عربی زبان میں مرتب کیا ہے۔ سب سے پہلے یہ شرح مصر سے شائع ہوئی، اس کے بعد دنیا کے بے شمار ممالک میں لاکھوں کی تعداد میں شائع ہو چکی ہے، عرب و عجم میں اس شرح کو صحیح بخاری کی اہم شروح میں شمار کیا جاتا ہے۔ عرب و عجم میں علامہ انور شاہ کشمیری کا شمار مستند و معتبر محدثین میں کیا جاتا ہے۔ مشرق و مغرب کے تمام علمی حلقوں نے آپ کی صلاحیتوں کا اعتراف کیا ہے۔ (۳)

(۱) ڈاکٹر محمد اسحاق، علم حدیث میں پاک وہند کا حصہ، ص:۱۶۰

(۲) مولانا عبد الحلیم چشتی، حیات وحید الزماں، ناشر: نور محمد، اصح المطابع وکارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی، سن اشاعت ندارد، ص:۱۳۳

(۳) https://www.baseeratonline.com/archives/135813,04;55pm,22/8/2021

تعلیقات جامعة علی صحیح البخاری

شیخ الحدیث مولانا احمد علی سہارن پوری نے بخاری کے پچیس اجزاء پر تعلیقات کی، باقی پانچ حصوں پر ان کے شاگرد مولانا محمد قاسم نانوتوی نے تعلیق کی۔(۱)

الابواب والتراجم للبخاری

اس کتاب میں بخاری شریف کے ابواب کی وضاحت کی گئی ہے۔ صحیح بخاری میں احادیث کے مجموعہ کے عنوان پر بحث ایک مستقل علم کی حیثیت رکھتی ہے جسے ترجمۃ الابواب کہتے ہیں۔ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نے اس کتاب میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور حافظ ابن حجر عسقلانی جیسے علماء کی بخاری کے ابواب کے بارے میں کی گئی وضاحتیں ذکر کرنے کے بعد اپنی تحقیقی رائے پیش کی ہے۔ یہ کتاب عربی زبان میں ہے۔(۲)

لامع الدراری علی جامع صحیح البخاری

یہ مجموعہ در اصل مولانا رشید احمد گنگوہی کا درسِ بخاری ہے جو مولانا محمد زکریا کاندھلوی کے والد شیخ محمد یحیی نے اردو زبان میں قلم بند کیا تھا۔ مولانا محمد زکریا نے اس کا عربی زبان میں ترجمہ کیا اور کچھ حذف واضافات کر کے کتاب کی تعلیق اور حواشی خود تحریر فرمائے۔ اس طرح شیخ الحدیث کی انتہائی کوشش اور محنت کی وجہ سے یہ عظیم کتاب منظر عام پر آئی۔ اس کتاب پر شیخ الحدیث کا مقدمہ بے شمار خوبیوں کا حامل ہے۔ یہ کتاب عربی زبان میں ہے۔(۳)

النبراس الساری فی اطراف البخاری

یہ شیخ عبد العزیز گوجرانوالا کی عربی زبان میں بخاری کی شرح ہے جو ۲ جلدوں پر مشتمل ہے۔ ان کا حاشیہ "مقیاس الواری علی النبراس الساری" بھی کافی اہمیت کا حامل ہے(۴)

نعمۃ الباری فی شرح بخاری

یہ کتاب علامہ غلام رسول سعیدی کی تصنیف ہے۔ اردو زبان کی پہلی سب سے بڑی اور اعلیٰ شرح بخاری جو ۱۴ جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کے علاوہ مصنف نے سات جلدوں میں شرح صحیح مسلم بھی لکھی ہے اور ۱۲ جلدوں میں تفسیر تبیان القرآن کے ساتھ ساتھ دیگر چند ایک کتب بھی تحریر فرمائی ہیں۔ کتاب چونکہ دو چھاپہ خانوں سے شائع کروائی گئی اس لئے پہلی سات جلدیں نعمۃ الباری اور بقیہ نعم الباری کے نام سے چھپوانا پڑیں۔ فرید بک سٹال اور مکتبہ ضیاء القرآن والوں نے چھاپی ہے۔ مصنف نے بعض فروعی معاملات میں امام احمد رضا خان فاضل بریلوی سے اختلاف بھی

---

(۱) https://www.baseeratonline.com/archives/135813s04;59pm,22/8/2021

(۲) https://www.baseeratonline.com/archives/135813s05;15pm,22/8/2021

(۳) https://www.baseeratonline.com/archives/135813s05;25pm,22/8/2021

(۴) https://www.baseeratonline.com/archives/135813s06;40pm,22/8/2021

کیا ہے۔راقم کی پسندیدہ کتاب ہے، مصنف کا کمال علم ہے کہ جس بحث کو کسی ایک کتاب میں درج کیا، دیگر کتب میں اسے بیان نہیں کیا اور صرف حوالہ دینے پر اکتفا کیا۔

فیض الباری ترجمہ وشرح صحیح بخاری

اردو شروحات میں میاں نذیر حسین دہلوی کے شاگرد مولانا ابو الحسن سیالکوٹی کی فیض الباری ترجمہ وشرح صحیح بخاری ایک اہم شرح ہے۔یہ مفصل شرح دس ضخیم جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔(۱)

کشف الباری شرح صحیح بخاری

بخاری شریف کی اردو میں سب سے مفصل شرح لکھنے کا اعزاز شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمہ اللہ کے افادات پر مبنی کشف الباری شرح صحیح بخاری کو حاصل ہے۔یہ شرح حضرت شیخ کے اجل تلامذہ کی تدوین و تالیف کا نتیجہ ہے اور بائیس ضخیم جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔(۲)

صحیح مسلم

المعلم لترجمة صحیح مسلم

مولانا وحید الزماں کی یہ کتاب جس میں حدیث کی مشہور کتاب صحیح مسلم کا اردو ترجمہ اور مختصر شرح کی گئی ہے۔۶ جلدوں پر مشتمل ہے۔(۳)

فتح الملہم شرح صحیح مسلم

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کی معروف شرح فتح الملہم اور اس کا تکملہ جو شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی صاحب کی تصنیف ہے، کا شمار بلاشبہ جدید دور میں صحیح مسلم پر ہونے والے ممتاز کاموں میں ہوتا ہے۔(۴)

شرح صحیح مسلم

شروحات حدیث کے سلسلے میں معروف بریلوی عالم مولانا غلام رسول سعیدی رحمہ اللہ کی خدمات قابل ذکر ہیں۔آپ نے مسلم شریف کی سات جلدوں میں ایک ضخیم شرح لکھی ہے جو اردو میں اب تک مسلم کی مفصل ترین شرح شمار ہوتی ہے۔اس کے علاوہ نعمۃ الباری فی شرح البخاری کے نام سے چودہ جلدوں میں بخاری شریف کی عمدہ شرح لکھی ہے۔(۵)

---

(۱) ماہنامہ الشریعہ، گوجرانوالہ، "دور جدید کا حدیثی ذخیرہ"، مولانا سمیع اللہ سعدی، جلد:۲۸، شمارہ نمبر:۱۱، نومبر ۲۰۱۷، ص:۱۹

(۲) ایضاً، ص:۱۹

(۳) مولانا عبد الحلیم چشتی، حیات وحید الزماں، ص:۱۳۲

(۴) صدیقی، علم حدیث اور پاکستان میں اس کی خدمت، ص:۳۴۱

(۵) ماہنامہ الشریعہ، گوجرانوالہ، "دور جدید کا حدیثی ذخیرہ"، مولانا سمیع اللہ سعدی، جلد:۲۸، شمارہ نمبر:۱۱، نومبر ۲۰۱۷، ص:۱۹

سنن ابی داود

الہدی المحمود لترجمہ سنن ابی داؤد

یہ حدیث کی مشہور کتاب سنن ابی داود کا اردو ترجمہ اور مختصر شرح ہے جو مولانا وحید الزماں کی تصنیف ہے۔کچھ تقطیع کے بعد دو مجلدات پر مشتمل ہے۔[۱]

بذل المجھود فی حل ابی داود

سنن ابی داود کی دوسری اہم شرح مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ کی بذل المجھود فی حل ابی داود ہے۔ کتاب اختصار و جامعیت کا عمدہ نمونہ ہے، یہ شرح شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ کے حواشی کے ساتھ بیس جلدوں میں دار الکتب العلمیہ سے چھپی ہے۔[۲]

غایۃ المقصود

معروف اہلحدیث عالم مولانا شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ نے ابو داد شریف پر ایک مفصل شرح غایۃ المقصود اور ایک مختصر حاشیہ عون المعبود کے نام سے لکھاہے۔ غایۃ المقصود نامکمل ہے، صرف تین جلدیں المجمع العلمی کراچی سے چھپی ہیں، جبکہ عون المعبود دار الکتب العلمیہ سے خالد عبد الفتاح شبل کی تحقیق و تعلیق کے ساتھ نو جلدوں میں چھپ کر آئی ہے۔[۳]

جامع ترمذی

تحفۃ الاحوذی

جامع ترمذی کی سب سے مفصل معاصر شرح معروف اہل لحدیث عالم علامہ عبد الرحمان مبارکپوری رحمہ اللہ کی تحفۃ الاحوذی شرح جامع الترمذی ہے، حل کتاب اور حدیثی مباحث میں بلاشبہ یہ شرح لاجواب ہے، مبارکپوری صاحب نے اس کے شروع میں ایک مفصل مقدمہ بھی لکھاہے، جو مستقل جلد میں شائع ہواہے۔ اس مقدمہ میں جامع ترمذی اور حدیث سے متعلقہ مباحث کا خوب استقصا کیاہے۔ یہ شرح بیروت سے دس جلدوں میں چھپ چکی ہے۔[۴]

معارف السنن شرح جامع السنن

حضرت مولانا یوسف بنوری رحمہ اللہ کی معارف السنن شرح جامع السنن عمدہ شرح ہے، حضرت بنوری نے خاص طور پر اس شرح میں اپنے استاد امام العصر حضرت انور شاہ کشمیری کے افادات کو جمع کرنے کی کی کوشش کی ہے

---

(۱) مولانا عبد الحلیم چشتی، حیات وحید الزماں، ص:۱۳۰

(۲) عاشق الہی میرٹھی، تذکرہ الخلیل، ص:۳۷۰

(۳) ماہنامہ الشریعہ، گوجرانوالہ، "دور جدید کا حدیثی ذخیرہ"، مولانا سمیع اللہ سعدی، جلد:۲۸، شمارہ نمبر:۱۰، اکتوبر ۲۰۱۷، ص:۱۰

(۴) ماہنامہ الشریعہ، گوجرانوالہ، "دور جدید کا حدیثی ذخیرہ"، مولانا سمیع اللہ سعدی، جلد:۲۸، شمارہ نمبر:۹، ستمبر ۲۰۱۷، ص:۲۷

،یہ شرح کتاب الحج تک ہے، اگر یہ شرح مکمل ہوتی تو بلاشبہ دور جدید میں جامع ترمذی کی مفصل اور جامع شروح میں شمار ہوتی۔[1] معارف السنن کا تکملہ جامعہ امدادیہ کے نائب صدر حضرت مولانا زاہد صاحب دامت برکاتہم نے لکھنا شروع کیا ہے، ابھی تک اس کی ایک ضخیم جلد منظر عام پر آئی ہے، جو صرف کتاب الجنائز پر مشتمل ہے، حدیث کی تشریح میں جدید مباحث کے حوالے سے ایک عمدہ کاوش ہے۔ اللہ کرے، استاد محترم اس شرح کو پایہ تکمیل تک پہنچائیں۔[2]

الکوکب الدری

سنن ترمذی پر مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی تقاریر کا مجموعہ الکوکب الدری کے نام سے موسوم ہے۔ جو دو جلدوں پر مشتمل ہے۔[3]

موطا امام مالک

المسوی شرح الموطا

مؤطا امام مالک حدیث کی سب سے زیادہ قدیم کتاب ہے اس کی ترتیب اور اسلوب سے شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نہایت متاثر تھے۔ یہی وجہ ہے کہ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب کی دو شروحات لکھیں۔ اس وقت عربی اور فارسی زبان اظہار خیال کا ذریعہ تھیں۔ شاہ صاحب نے ان دونوں زبانوں میں موطا کی شروح قلمبند کیں۔ عربی شرح کو المسوی کا نام دیا اور فارسی شرح کو المصفی کے نام سے موسوم کیا۔ المسوی من المؤطا (عربی) میں شاہ صاب نے مؤطا امام مالک کی احادیث کو فقہی ابواب کے مطابق نئی ترتیب دی۔

کشف المغطا عن الموطا

یہ حدیث کی مشہور کتاب موطا امام مالک رحمہ اللہ کا اردو ترجمہ اور مختصر شرح مولانا وحید الزماں نے کی ہے۔ کچھ تقطیع کے بعد تقریباً ۶۲۰ صفحات پر مشتمل ہے۔[4]

اوجز المسالک

موطا امام مالک کی مفصل شرح شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ نے اوجز المسالک کے نام سے لکھی ہے، اس کے شروع میں ایک طویل مقدمہ بھی شامل ہے، جس میں امام مالک اور موطا کے تعارف پر عمدہ مواد موجود ہے، یہ

---

(۱) ایضا، ص:۲۷

(۲) ایضا، ص:۲۷

(۳) سید احمد رضا بجنوری، مقدمہ انوار الباری، ج:۲، ص:۲۳۱

(۴) مولانا عبد الحلیم چشتی، حیات وحید الزماں، ص:۱۲۷

ضخیم شرح تقی الدین ندوی کی تحقیق و تعلیق کے ساتھ دار القلم دمشق سے اٹھارہ جلدوں میں چھپی ہے، موطا امام مالک پر کسی بھی حنفی کی یہ سب سے پہلی مفصل شرح ہے (۱)

التعليق الممجد على موطا محمد

مذکورہ بالا کتاب علامہ عبد الحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف کردہ ہے۔ جس میں امام مالک کی شہرہ آفاق کتاب موطا پر تعلیقات لگائی گئی ہیں۔ (۲)

مقدمہ موطا امام محمد

یہ کتاب مولانا عبد الرشید نعمانی رحمہ اللہ کی تصنیف کردہ ہے۔ (۳)

سنن ابن ماجہ

انجاز الحاجۃ شرح سنن ابن ماجہ

سنن ابن ماجہ کی مفصل شرح سیالکوٹ سے تعلق رکھنے والے معروف اہل حدیث عالم شیخ محمد علی جانباز رحمہ اللہ نے لکھی ہے، یہ شرح انجاز الحاجۃ شرح سنن ابن ماجہ کے نام سے دار النوادر بیروت سے نو جلدوں میں چھپی ہے۔ (۴)

ماتمس الیہ الحاجۃ لمن یطالع سنن ابن ماجہ

سنن ابن ماجہ اور امام بن ماجہ کا مفصل تعارف معروف محدث علامہ عبد الرشید نعمانی صاحب نے اپنی کتاب ماتمس الیہ الحاجۃ لمن یطالع سنن ابن ماجہ کے نام سے لکھا ہے، یہ ضخیم کتاب معروف محقق عبد الفتاح ابو غدہ کی تحقیق کے ساتھ الامام ابن ماجہ وکتابہ السنن کے نام سے مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب سے چھپی ہے۔ یہ کتاب حدیث کی تاریخ و تدوین اور دیگر حدیثی مباحث کا عمدہ خزانہ ہے۔ (۵)

مشکوۃ

الشعة اللمعات فی المشکوۃ

حضرت شیخ عبد الحق محدث دھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ مشکوۃ المصابیح کی فارسی زبان میں مختصر شرح ہے۔ جو نول کشور پریس لکھنو نے ۱۳۳۱-۳۳ میں پانچ مجلدات میں شائع کی۔ آپ نے یہ شرح ۱۰۱۹ھ کے وسط میں لکھنا شروع کی اور ۱۰۲۹ھ میں اس کو دہلی میں مکمل کیا۔ (۶)

---

(۱) ماہنامہ الشریعہ، گوجرانوالہ، "دور جدید کا حدیثی ذخیرہ"، مولانا سمیع اللہ سعدی، جلد:۲۸، شمارہ نمبر:۱۰، اکتوبر ۲۰۱۷، ص:۱۶

(۲) عبد الرحمن بن عبد الجبار فریوائی، جہود مخلصہ فی خدمۃ السنۃ، ص:۲۴۶

(۳) سید احمد رضا بجنوری، مقدمہ انوار الباری، ج:۲، ص:۱۸۳-۲۳۹

(۴) ماہنامہ الشریعہ، گوجرانوالہ، "دور جدید کا حدیثی ذخیرہ"، مولانا سمیع اللہ سعدی، جلد:۲۸، شمارہ نمبر:۱۰، اکتوبر ۲۰۱۷، ص:۱۴

(۵) ماہنامہ الشریعہ، گوجرانوالہ، "دور جدید کا حدیثی ذخیرہ"، مولانا سمیع اللہ سعدی، جلد:۲۸، شمارہ نمبر:۱۰، اکتوبر ۲۰۱۷، ص:۱۴

(۶) ڈاکٹر محمد اسحاق، علم حدیث میں پاک وہند کا حصہ، ص:۱۷۴

لمعات التنقيح في شرح مشكواة المصابيح

حضرت شیخ عبد الحق محدث دھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ شرح عربی زبان میں ہے۔ اس میں دینی و فقہی مسائل پر جو بحث کی گئی ہے وہ مذکورہ بالا سے زیادہ مفصل ہے۔ اس کے شروع میں مقدمہ بھی شامل ہے بانکی پور کے کتب خانے میں یہ نسخہ موجود ہے۔

جامع البركات منتخب شرح المشكوة

اس کتاب میں شیخ عبد الحق محدث دھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مشکوۃ کے ہر باب سے ایک یا دو حدیثیں منتخب کی ہیں۔ اور جملہ احادیث کے مفہوم پر فارسی میں نہایت عالمانہ بحث فرمائی ہے۔ اس میں ۳۲ ہزار سطور ہیں۔[۱]

التعليق الصبيح على مشكوة المصابيح

مشکوۃ المصابیح پر شیخ الحدیث مولانا ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ نے التعلیق الصبیح علی مشکوۃ المصابیح کے نام سے عمدہ شرح لکھی ہے، یہ شرح دار احیاء التراث العربی بیروت سے سات جلدوں میں چھپی ہے۔ دوسری مفصل شرح مولانا عبید اللہ بن محمد مبارکپوری نے مرعاۃ المفاتیح کے نام سے لکھی ہے، یہ شرح مکتبہ السلفیہ بنارس سے نو جلدوں میں چھپی ہے۔[۲]

بلوغ المرام

مِسک الختام فی شرح بلوغ المرام (فارسی):

یہ کتاب نواب صدیق حسن خان قنوجی رحمہ اللہ کی ہے۔ یہ حدیث کی مشہور کتاب بلوغ المرام از حافظ ابن حجر (م ۸۵۲ ھ) کی شرح ہے۔ اس میں احادیث کی شرح تفصیل سے کی گئی ہے اور مشکل الفاظ کی تشریح بھی کی ہے۔[۳]

فتح العلام شرح بلوغ المرام (عربی)

یہ کتاب نواب صدیق حسن خان قنوجی رحمہ اللہ کی ہے۔ اور مسک الختام کی طرز پر عربی زبان میں لکھی ہے۔ یہ کتاب نواب صاحب مرحوم کے صاحبزادے مولانا نور الحسن خاں (م ۱۳۳۶) نے شائع کی۔

---

(۱) ایضا، ص:۱۷۵

(۲) ماہنامہ الشریعہ، گوجرانوالہ، "دور جدید کا حدیثی ذخیرہ"، مولانا سمیع اللہ سعدی، جلد:۲۸، شمارہ نمبر:۱۰، اکتوبر ۲۰۱۷، ص:۱۹

(۳) نواب صدیق حسن خان، ابقاء المنن بالقاء المحن، (خود نوشت، سوانح حیات)، تسہیل مولانا محمد خالد سیف، ص:۳۶۱-۳۶۳

اربعین

الاحادیث الاربعین فی ابواب علوم الدین

یہ رسالہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کا ہے۔ اس رسالہ میں دینی علوم سے متعلق چالیس احادیث شامل کی گئیں ہیں۔

ترجمۃ الاحادیث الاربعین

یہ رسالہ بھی شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کا ہے۔ اس رسالہ میں ایسی چالیس حدیثوں کا فارسی میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ جس میں بادشاہوں اور شہنشاہوں کو تنبیہ کی گئی ہے۔[۱]

(۱) ڈاکٹر محمد اسحاق، علم حدیث میں پاک وہند کا حصہ، ص:۱۷۵

لغت حدیث

مجمع بحار الانوار

یہ محمد بن طاہر پٹنی رحمہ اللہ کی تصنیف ہے۔ اس کے متعلق مرقوم ہے کہ:

"یہ غرائب یعنی قرآن اور حدیث کے مشکل اور غیر معمولی الفاظ کی ضخیم لغت ہے جو بہت مقبول ہے۔ یہ تصنیف اصل کتاب، خاتمہ اور تکملہ پر مشتمل ہے۔ اصل کتاب تین حصوں میں منقسم ہے۔ جس میں مصنف نے قرآن، صحاح ستہ اور مشکوۃ المصابیح کے تقریباً تمام غرائب درج کر دیے ہیں۔ الفاظ حروف تہجی اور ان کے مصادر کے لحاظ سے مرتب کئے گئے ہیں۔ ہر ایک مصدر کے ذیل میں اس کے تمام مشتقات مع متعلقہ قرآنی آیات و احادیث اور ان کی تاویلات کے قلم بند کئے گئے ہیں۔ اگرچہ اس لغت کا بنیادی ماخذ ابن اثیر کی النھایہ ہے تاہم طاہر پٹنی (رحمۃ اللہ علیہ) نے دوسری کتابوں سے بھی استفادہ کیا ہے۔ جن میں القسطلانی اور کرمانی کی شرح البخاری، اور نووی کی شرح مسلم، امیطی کی شرح مشکوۃ، ابن اثیر کی شرح جامع الاصول، زرکشی کی حاشیۃ البخاری، مفاتیح شرح المصابیح، مدارک التنزیل، تفسیر البیضاوی وغیرہ شامل ہیں۔

جہاں تک خاتمہ کا تعلق ہے طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے علم حدیث پر بحث کے لئے وقف کر دیا ہے۔ اس میں فن حدیث، وضاع اور موضوع حدیث کے بارے میں اپنی کتاب تذکرہ سے اور مشتبہ ناموں کی صحیح قراءۃ یعنی ضبط کے متعلق اپنی ایک اور کتاب المغنی سے اقتباسات درج کئے ہیں۔ رسول کریم ﷺ کی زندگی کے اہم واقعات اور آخر میں کئی مشہور روایان حدیث کے حالات بھی قلم بند کئے ہیں۔ مختصر یہ کہ "مجمع بحار الانوار" کہ بجا طور سے قرآن مجید اور صحیح ستہ کی مختصر شرح اور علم حدیث کی کلید کہا جا سکتا ہے۔ یہ کتاب سات برس کی مدت میں مکمل فرمائی۔"(۱)

(۱) ایضا، ص:۱۵۷

موضوعات

تذکرة الموضوعات

اس کتاب میں محمد بن طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ نے موضوع اور ضعیف احادیث جمع کر دی ہیں جو ان کے پیش روؤں کی لکھی ہوئی موضوعات مثلاً سیوطی کی کتاب "کتاب اللآئی"، "کتاب الذیل" اور "کتاب الوجیز" سخاوی کی "المقاصد الحسنہ" فیروز آبادی کی "مختصر کتاب المغنی فی العراقی"، صنعانی کی "الموضوعات" وغیرہ سے اخذ کی گئی ہے۔ یہ حدیث موضوع کے اعتبار سے ۲۲۶ ابواب میں مرتب کی گئی ہیں۔ ان کا آغاز کتاب التوحید سے اور اختتام باب فی ساعۃ رحمۃ وشفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوتا ہے۔ ہر ایک حدیث سے قبل اس کا ماخذ بیان کیا گیا ہے۔

اس کے بعد مصنف نے خود اپنی رائے ظاہر کی ہے۔ مثلاً یہ کہ مذکورہ حدیث باطل، بے اصل یا موضوع ہے۔ یا یہ کہ کئی ایک راوی ضعیف، کذاب یا واضع ہیں۔ یا دوسرے نقاد حضرات مثلاً امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام نسائی، امام دار قطنی، حضرت ابن حبان، امام ابن الجوزی، امام ذہبی، حضرت ابن حجر الہیثمی رحمۃ اللہ علیہم کی آراء کے ساتھ خود اپنے استاذ علی متقی کی رائے بھی درج کر دی ہے۔ یہ کتاب ذوالقعدہ ۹۵۷ ہجری میں مکمل ہوئی تھی۔[۱]

قانون الموضوعات والضعفاء

یہ "تذکرۃ الموضوعات" کا ایک ضمیمہ ہے۔ اس میں مختصر طور پر تمام ضعیف اور کاذب راویوں کا احاطہ کیا گیا ہے۔ ان کے نام حروف تہجی کے لحاظ سے درج کئے گئے ہیں۔ مصنف نے اس کتاب میں راویوں کے حالات لکھ کر ان کے بارے میں کوئی تفصیلی معلومات نہیں دی ہیں۔ جیسا کہ "میزان الاعتدال" یا "لسان المیزان" میں کیا گیا ہے۔ بلکہ ان راویوں کے صرف نام اور ہر ایک کے بارے میں نقادوں کی رائے قلمبند کی ہے۔ یہ کتاب ۱۳۴۳ھ میں مصر سے شائع ہوئی۔[۲]

الآثار المرفوعه في الاخبار الموضوعة

علامہ عبد الحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ جو ۱۲۶۴ھ / ۱۸۳۱ء میں پیدا ہوئے کی تصنیف کردہ ہے۔[۳]

---

(۱) ایضا، ص: ۱۵۵

(۲) ایضا، ص: ۱۵۵

(۳) عبد الرحمن بن عبد الجبار فریوائی، جہود مخلصہ فی خدمۃ السنۃ، ص: ۲۴۶

تاریخ حدیث ومحدثین

الانصاف في سبب الاختلاف

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کی اس کتاب میں کتب احادیث کی تالیف وترتیب اور مختلف فقہی مذاہب کے نشو نما اور ارتقا کو موضوع بحث بنایا گیا ہے۔ نیز دینی مسائل میں فقہی نہج کے جو اختلافات پیدا ہوئے ان کے اسباب اور پس منظر کی وضاحت بھی کی گئی ہے۔[1]

بستان المحدثین

مذکورہ کتاب شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ کے فرزند شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف کردہ ہے۔ یہ محدثین کے حالات پر فارسی میں ایک مختصر اور جامع کتاب ہے۔[2]

موسوعۃ علوم الحدیث وفنونہ کا طویل مقدمہ اور علم مصطلح الحدیث نشاتہ، تطورہ وتکاملہ

اصول حدیث کی جامع تاریخ معروف ہندوستانی محقق اور علم حدیث کے حوالے سے عصر حاضر کی ممتاز شخصیت ڈاکٹر نور الدین عتر کے شاگرد علامہ عبد لماجد غوری کی ضخیم کتاب موسوعۃ علوم الحدیث وفنونہ کا طویل مقدمہ اور علم مصطلح الحدیث نشاتہ، تطورہ وتکاملہ ہے۔ ہر دو کتب میں مولف نے دور تدوین سے لے کر عصر حاضر تک علم مصطلح الحدیث کی مفصل تاریخ بیان کی ہے اور برصغیر میں علوم الحدیث پر ہونے والے کام کا بھی تفصیل سے تعارفی جائزہ لیا ہے۔[3]

پاک وہند میں حدیث اور علم حدیث کی تاریخ کے حوالے سے عبد الرحمان عبد الجبار الفریوائی کی کتاب جهود مخلصة في خدمة السنة المطهرة اہم کتاب ہے، جس میں فتح ہند سے لے کر دور جدید تک علم حدیث کی جامع و مختصر تاریخ بیان کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر سہیل حسن کی جهود محدثي شبه القارة الهندية في خدمة الكتب المسندة المشهورة في القرن الرابع عشر الهجري، ڈاکٹر تقی الدین ندوی کی اعلام المحدثین في الهند، ڈاکٹر عبد الماجد غوری کی اعلام المحدثين في الهند في القرن الرابع عشر الهجرى وآثارهم في الحديث وعلومه اور مساهمة علماء الهند في الحديث النبوي في القرنين الرابع والخامس عشر الهجريين: دراسة استقرائهة نقدية، خالدہ ریحانہ کا پی ایچ ڈی کا مقالہ تطور علم الحديث في الهند اور ڈاکٹر ولی اللہ کا پی ایچ ڈی مقالہ علماء الحديث في بلاد الهند وجهودهم في الحديث في القرن الثالث عشر والرابع عشر الهجريين اہم کتب ہیں۔[4]

---

(۱) تحریک احیائے دین اور امام راشد، ص:۲۶

(۲) ایضا، ص:۲۲۸

(۳) ماہنامہ الشریعہ، گوجرانوالہ، "دور جدید کا حدیثی ذخیرہ ا"، مولانا سمیع اللہ سعدی، جلد:۲۸، شمارہ نمبر:۰۸، اگست ۲۰۱۷، ص:۲۶

(۴) ایضاص:۲۸

اصول حدیث کی تاریخ پر اردو میں سب سے مفصل اور جامع کتاب عبدلماجد غوری اور سید احمد زکریا غوری کی مشترکہ کتاب "علوم الحدیث، تعارف و تاریخ" ہے۔ علم مصطلح الحدیث کی تاریخ پر اگر اسے اردو میں سب سے ممتاز کام کہا جائے تو شاید غلط نہ ہو۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر عبد الروف ظفر صاحب کی مفصل کتاب "علوم الحدیث فنی ،فکری اور تاریخی مطالعہ" میں بھی اصول حدیث کی تاریخ پر عمدہ مواد موجود ہے۔(۱)

اردو میں اس حوالے سے قاضی اطہر مبارک پوری کی "ہندوستان میں علم حدیث کی اشاعت"، مولانا ارشاد الحق اثری کی "پاک وہند میں علمائے ہل الحدیث کی خدمات حدیث"،ڈاکٹر محمد اسحاق کی "علم حدیث میں پاک وہند کا حصہ" (یہ کتاب اصلاً انگریز میں لکھی گئی ہے)،ڈاکٹر سعد صدیقی کی "علم حدیث اور پاکستان میں اس کی خدمت"، عبد الرشید عراقی کی "برصغیر پاک وہند میں علم حدیث" اہم کتب ہیں۔(۲)

---

(۱) ایضا، ص:۲۷

(۲) ایضا، ص:۲۸

اصول حدیث

عجالہ نافعہ

مذکورہ کتاب شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ کے فرزند شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف کردہ ہے۔یہ فارسی میں علم اصول حدیث پر ان کا بہترین علمی شاہکار ہے۔(۱)

ظفر الامانی فی شرح المختصر المنسوب للجرجانی فی المصطلح

یہ کتاب حدیث کی اصطلاحات سے متعلق علامہ عبد الحئی رحمہ اللہ کی تصنیف کردہ ہے۔(۲)

---

(۱) ایضا، ص:۲۲۸

(۲) عبد الرحمن بن عبد الجبار فریوائی، جہود مخلصہ فی خدمۃ السنۃ، ص:۲۴۷

اسماءورجال

اسماء الرجال

حضرت علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ کی اس تصنیف کے متعلق مرقوم ہے کہ:

"اس کتاب میں روایان حدیث کے حالات زندگی قلم بند کئے گئے ہیں۔ یہ تین فصلوں میں منقسم ہیں۔ پہلی فصل متعدد انواع پر مشتمل ہے اور اس کا بڑا حصہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مختصر حالات زندگی کے لیے وقف کیا گیا ہے۔ دوسری فصل صرف دو اوراق پر مشتمل ہے۔ جس میں دوسرے پیغمبروں کا کچھ حال بیان کیا گیا ہے۔ تیسری فصل دو حصوں میں منقسم ہے۔ پہلا حصہ دس ممتاز ترین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یعنی عشرۃ مبشرہ کے بارے میں ہے اور دوسرے حصے میں جو پوری کتاب کا بھی بڑا حصہ ہے دیگر صحابہ وصحابیات، تابعین اور دوسرے محدثین کے حالات قلم بند کیے گئے ہیں۔ اور ان کی ترتیب حروف تہجی کے لحاظ سے کی گئی ہے۔ اس کا ایک نسخہ کتب خانہ بانکی پور میں موجود ہے۔"[۱]

تلخیص شرح اسماء رجال البخاری للکرمانی

حضرت شیخ طاہر بن یوسف سندھی برھان پوری رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ کتاب تصنیف فرمائی جو کہ کرمانی کی شرح اسماء الرجال البخاری کا خلاصہ ہے۔[۲]

الاکمال فی اسماء الرجال

حضرت شیخ عبد الحق محدث دھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کتاب ان راویوں کے حالات کے بارے میں ہے جن کا حوالہ مشکوۃ المصابیح میں ہے۔ "لمعات" مکمل ہونے کے بعد لکھی گئی۔ (مطبوعہ بانکی پورہ کتب خانہ نمبر ۳۲ ۷۔ دار العلوم پشاور نمبر ۱۵۶)۔[۳]

اس کے متعلق ڈاکٹر صاحب مزید رقمطراز ہیں:

"اس کتاب کے شروع میں چاروں خلفائے راشدین ازواج مطہرات اور آل رسول کے مختصر حالات درج کئے گئے ہیں۔ اصل کتاب حروف تہجی کے لحاظ سے مرتب کی گئی ہے۔ چنانچہ اس ترتیب کے مطابق ابتدا "ابو اللحم" سے ہوتی ہے اور اختتام "یاسر" پر ہوتا ہے۔ اس کتاب میں ایک ضمیمہ بھی شامل ہے۔ جو ممتاز محدثین کے مختصر حالات پر مشتمل ہے۔ سب سے پہلے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور سب سے آخر میں امام الطحاوی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات لکھے گئے ہیں۔"[۴]

ذکر اجازۃ الحدیث في القدیم والحدیث

اس کتاب میں حضرت شیخ عبد الحق محدث دھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اسناد حدیث تحریر فرمائی ہیں۔[۵]

---

(۱) ڈاکٹر محمد اسحاق، علم حدیث میں پاک وہند کا حصہ، ص:۱۵۶

(۲) ایضا، ص:۱۶۰

(۳) ایضا، ص:۱۷۵

(۴) ایضا

(۵) ایضا

جرح وتعدیل

المغني في ضبط الرجال

یہ محمد بن طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ کی پہلی تصنیف ہے جو انہوں نے عرب سے واپس آنے کے فوراً بعد پٹن میں ذی القعدہ ۹۵۱ میں لکھی تھی۔ یہ مختصر لیکن جامع تصنیف ہے کہ راویان حدیث اور ان کے آباء واجداد کے نام، کنیت اور لقب جن کے غلط پڑھے جانے کا احتمال ہے صحیح طور پر پڑھے جائیں۔ ایسے تمام ناموں یا مشتبہات کو مصنف نے حروف تہجی کے لحاظ سے مرتب کیا ہے۔ ہر ایک حرف کے تحت مشتبہ ناموں پر بحث کے آخر میں تمام مشتبہ نسبتوں کا سفر بھی درج کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ جگہ جگہ راویوں کے مختصر حالات اور ان کے متعلقہ طبقہ کے بارے میں مختصر نوٹ بھی قلمبند کیے ہیں۔ نیز پیغمبروں اور مناسب مقامات کے ایسے نام بھی جن میں شبہ پیدا ہونے کا امکان ہے، واضح طور پر لکھ دیئے گئے ہیں۔ کتاب کے آخری صفحات میں آنحضرت ﷺ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم مذاہب اربعہ کے اماموں اور صحاح کے مصنفوں کے مختصر حالات بھی درج کئے گئے ہیں۔[۱]

یہ کتاب دہلی میں دو مرتبہ ۱۲۹۰ھ اور ۱۳۰۸ ہجری میں ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی تقریب التہذیب کے حاشیہ پر طبع کی جا چکی ہے۔

الرفع التكميل في الجرح والتعديل

علم جرح وتعدیل سے متعلق علامہ عبد الحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔ جو آپ نے تیرھوی صدی میں تصنیف فرمائی۔[۲]

اس کے علاوہ علم جرح وتعدیل پر اہم کتب سامنے آئی ہیں۔ ان میں ڈاکٹر ضیاء الرحمان الاعظمی کی مفصل کتاب "دراسات فی الجرح و التعدیل"، شیخ نور الدین عتر کی "اصول الجرح والتعدیل"، سید عبد الماجد غوری کی "المدخل الی دراسہ علم الجرح والتعدیل" اور "شیخ محمد بن عبد العزیز کی ضوابط الجرح والتعدیل" قابل ذکر ہیں۔[۳]

(۱) ایضا، ص:۱۵۵

(۲) عبد الرحمن بن عبد الجبار فریوائی، جہود مخلصہ فی خدمۃ السنۃ، ص:۲۴۶

(۳) ماہنامہ الشریعہ، گوجرانوالہ، "دور جدید کا حدیثی ذخیرہ ۱"، مولانا سمیع اللہ سعدی، جلد:۲۸، شمارہ نمبر:۰۸، اگست ۲۰۱۷، ص:۲۰

ردود

مستشرقین اور منکرین حدیث نے حدیث کو مشکوک بنانے اور اس کے انکار کی فضا ہموار کرنے کے لیے متعدد دلائل کا سہارا لیا اور حدیث کی ثقاہت پر متنوع پہلووں سے حملہ کیا۔ حجیت حدیث کے لٹریچر کا تیسرا بڑا دائرہ ان اشکالات واعتراضات کا جواب ہے، اس سلسلے میں درجہ ذیل اہم کام سامنے آئے ہیں:

برصغیر میں انکار حدیث کو باقاعدہ ایک منہج کے طور پر پروان چڑھانے کے سرخیل غلام احمد پرویز ہیں۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر غلام جیلانی برق نے بھی حدیث پر متعدد پہلوؤں سے اعتراض کیا، اگرچہ بعد میں وہ انکار حدیث سے تائب ہوگئے۔ ہر دو حضرات کے اشکالات و اعتراضات کے جواب میں عبد الرحمان کیلانی کی ضخیم کتاب "آئینہ پرویزیت"، حافظ محمد گوندلوی کی دو جلدوں پر مشتمل کتاب "دوام حدیث"، مولانا سرفراز خان صفدر صاحب کی "انکار حدیث کے نتائج"، جناب مسعود احمد صاحب کی "برہان المسلمین" اور "تفہیم اسلام"، محمد خالص راز کی "خالص اسلام بجواب دو اسلام"، مولانا عبد الروف رحمانی کی "صیانۃ الحدیث"، علامہ ایوب دہلوی کی "فتنہ انکار حدیث" اور افتخار احمد بلخی کی "انکار حدیث کا پس منظر اور پیش منظر" اہم کتب ہیں[1]

علامہ البانی پر ایک اہم رد برصغیر سے معروف محدث و محقق حبیب الرحمان اعظمی رحمہ اللہ نے "الالبانی، شذوذہ واخطاءہ" کے نام سے لکھاہے۔ یہ کتاب اگرچہ مختصر ہے، لیکن ہندوستانی مصنفین کی عمومی عادت کی طرح عمق و قوتِ تنقید کی حامل ہے، اس لیے اس کے جواب میں مکتب سلفی کے دو مشہور مصنفین کو کمربستہ ہونا پڑا اور سلیم بن عید الہلالی وحسن حلبی نے دو جلدوں میں اس کتاب کا جواب "الرد العلمی علی حبیب الرحمان الاعظمی" کے نام سے لکھا جو المکتبہ الاسلامیہ عمان سے چھپا ہے۔[2]

معروف حنفی عالم محمد ظہیر احسن نیموی نے مستدلاتِ حنفیہ پر مشتمل ایک کتاب "آثار السنن" کے نام سے لکھی جس کا جواب معروف اہل حدیث عالم عبد الرحمن مبارکپوری نے "ابکار المنن فی تنقید آثار السنن" کے نام سے دیا۔ اس کا جواب الجواب علامہ نیموی کے صاحبزادے محمد عبد الرشید نے "القول الحسن فی الرد علیٰ ابکار المنن" کے نام سے لکھا۔[3]

ترمذی شریف کے مشہور اہل حدیث شارح عبد الرحمان مبارکپوری نے اپنی مفصل شرح "تحفۃ الاحوذی" میں جگہ جگہ علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی تقریرِ ترمذی "العرف الشذی" پر نقد کیا ہے جس کا جواب علامہ کشمیری کے شاگرد حضرت مولانا یوسف بنوری رحمہ اللہ نے اپنی عمدہ شرح "معارف السنن" میں دیا ہے۔[4]

---

(۱) ایضا، ص:۲۴

(۲) ماہنامہ الشریعہ، گوجرانوالہ، "دور جدید کا حدیثی ذخیرہ"، مولانا سمیع اللہ سعدی، جلد:۲۹، شمارہ نمبر:۰۲، فروری۲۰۱۸، ص:۱۷

(۳) ایضا، ص:۱۹

(۴) ایضا، ص:۱۷اس

علامہ ظفر احمد عثمانی نے اعلاء السنن کے دو ضخیم مقدمے لکھے۔ اس میں ایک مقدمہ "قواعد فی علوم الحدیث" کے نام سے چھپا ہے جس میں حدیث کی صحت و ضعف اور رواۃ کی توثیق و تضعیف کے اصول فقہاء خاص طور پر حنفی نقطہ نظر کو سامنے رکھ کر مرتب کیے۔ اس پر تنقیدی تبصرہ اہل حدیث عالم مولانا بدیع الدین راشدی نے "نقض قواعد فی علوم الحدیث" کے نام سے لکھا ہے۔[۱]

(۱) ایضا، ص: ۳۱۷

جرائد و رسائل کے خاص نمبر اور کانفرنسز و سیمینارز

دورِ جدید کے حدیثی ذخیرے میں حدیث و علومِ حدیث پر تحقیقی مضامین (research articles) اہم حیثیت کے حامل ہیں۔ ان مضامین میں کسی خاص موضوع پر اختصار کے ساتھ تحقیقی انداز میں بحث ہوتی ہے۔ ان مضامین و مقالات کی تعداد بلاشبہ ہزاروں تعداد میں ہے۔ اس کے ساتھ حدیث و علوم حدیث پر رسائل کے خاص نمبر بھی قابلِ ذکر ہیں جن میں موضوع سے متعلق مختلف اہل علم کے تحقیقی مقالات یکجا ہوتے ہیں۔ حدیث کے حوالے سے اردو رسائل کے اہم خاص نمبر کا ذکر کیا جاتا ہے:

1۔ ہفت روزہ الاعتصام (لاہور) حجیتِ حدیث نمبر: ۱۹۵۶

2۔ ماہنامہ الاحسن (کراچی) ختم بخاری نمبر: رجب، شعبان ۱۴۲۶ھ

3۔ ماہنامہ الصدیق (ملتان) کتابتِ حدیث نمبر: جمادی الاولیٰ ۱۳۷۸ھ

4۔ ماہنامہ الصدیق (ملتان) عظمتِ حدیث نمبر: جمادی الثانیۃ ۱۳۷۸ھ

5۔ ماہنامہ محدث (لاہور) فتنہ انکارِ حدیث نمبر: اگست ۲۰۰۲

6۔ سہ ماہی فکر و نظر (اسلام آباد) برصغیر میں مطالعہ حدیث: ۲۰۰۵

اس کے علاوہ بعض رسائل میں خصوصیت کے ساتھ حدیثی مباحث ہوتے ہیں۔ اس کی مثال خیر پور سے ڈاکٹر سید عزیز الرحمان صاحب کی زیرِ ادارت نکلنے والا سہ ماہی رسالہ "تحقیقاتِ حدیث" (جامعہ خیر العلوم خیر پور ٹامیوالی) ہے جس میں خصوصیت کے ساتھ حدیث و علوم حدیث پر تفصیلی مقالات کی اشاعت ہوتی ہے۔

عمومی رسائل میں بھی حدیث و علوم حدیث کی مختلف جہات پر اہم مقالات شائع ہوتے ہیں۔ ہائر ایجوکیشن کمیشن پاکستان سے منظور شدہ بیس بڑے تحقیقی مجلات میں حدیث و علوم حدیث پر ایک محتاط اندازے کے مطابق ساڑھے چار سو کے قریب تحقیقی مضامین شائع ہوئے ہیں جن میں سے بعض مضامین مستقل کتابچے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اسی طرح برصغیر کے معروف تحقیقی مجلے "معارف" میں ایک صدی میں حدیث و علوم حدیث پر ۸۰ کے قریب تحقیقی مضامین شائع ہوئے ہیں۔ عالم عرب کی جامعات سے علوم اسلامیہ کے مختلف شعبہ جات کی طرف سے تحقیقی مجلات شائع ہوتے ہیں، ان میں بھی حدیث و علوم حدیث پر اہم مواد شامل ہوتا ہے۔

اسی طرح حدیث و علوم حدیث کی مختلف جہات پر ورکشاپس و سیمینارز بھی دورِ جدید کے حدیثی ذخیرے کی ایک اہم جہت ہے۔ ۲۰۰۷ میں شیخ ابو الحسن علی ندوی سینٹر (انڈیا) کی طرف سے "ہندوستان اور علم حدیث" کے موضوع پر ایک اہم سیمینار منعقد ہوا۔ اس سیمینار کے مقالات اسی نام سے دو ضخیم جلدوں میں چھپے ہیں۔ ادارہ تحقیقات اسلامی

(اسلام آباد) کی طرف سے منعقدہ سیمینار "برصغیر میں مطالعہ حدیث(۲۰۰۳)" میں بھی اہم مقالات پیش کیے گئے۔[1]

(۱) ایضا، ص:۲۵

حدیث پر ہونے والے چند دیگر کام

الطريق القويم في شرح الصراط المستقيم

حضرت شیخ عبد الحق محدث دھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی اس شرح کے بارے میں مرقوم ہے کہ:

"یہ کتاب فیروز آبادی کی "سفر السعادۃ" یا "الصراط المستقیم" کی فارسی شرح ہے۔ یہ ایسی مستند احادیث کا مجموعہ ہے، جو آنحضرت ﷺ کی زندگی، کردار عادات اور اخلاقی تعلیمات سے متعلق ہیں۔ یہ شرح دہلی میں لکھی گئی تھی اور ۲ جمادی الاول ۱۰۱۶ھ کو مکمل ہوئی اور ۱۲۷۵ھ میں لکھنو میں طبع ہوئی۔"(۱)

امانی الاحبار شرح معانی الآثار

مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمہ اللہ نے شرح معانی الاثار پر ایک مفصل شرح لکھی ہے، اس شرح کی صرف چار جلدیں امانی الاحبار شرح معانی الآثار کے نام سے مکتبہ یحیویہ سہارنپور سے چھپی ہیں، جبکہ باقی مخطوط کی شکل میں ہے۔ اس کے شروع میں ایک مفصل مقدمہ بھی شامل ہے، جس میں امام طحاوی اور شرح معانی الاثار سے متعلق عمدہ مباحث ہیں۔ (۲)

آثار السنن

علامہ ظہیر احسن شوق نیموی محدث بہاری علیہ الرحمہ نے بھی "آثار السنن" کے نام سے مذہب حنفی کی تائید میں ۳۱۱ صفحات پر مشتمل احادیث کا مجموعہ مرتب کیا، علامہ نیموی اسے پایہ تکمیل تک پہنچانے سے قبل ہی وصال فرماگئے۔ یہ مجموعہ مکمل نہ ہونے کے باوجود بھی احناف کے یہاں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ علامہ عبد المصطفیٰ محمد مجاہد القادری حفظہ اللہ نے "انوار السنن" کے نام سے اس کا اردو ترجمہ کیا اور شرح لکھی، جب کہ "شرح آثار سنن" کے نام سے علامہ لیاقت علی رضوی حفظہ اللہ نے اس کی شرح لکھی، اس شرح میں آثار السنن کا اردو ترجمہ اور تخریج کا کام حافظ محمد افضال نقش بندی حفظہ اللہ نے کیا۔

جامع الرضوی المعروف بصحیح البہاری

یہ عظیم مجموعۂ احادیث جسے علامہ ظفر الدین محدث بہاری علیہ الرحمہ نے چھ ضخیم جلدوں پر مشتمل تالیف کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ ہر جلد ایک ہزار صفحات پر مرتب کرنے کا خیال تھا۔ سب سے پہلے جلد دوم جو طہارت وصلوۃ کی احادیث پر مشتمل ہے، آسانی کے لیے چار حصوں میں شائع کی گئی۔ جن کے مجموعی صفحات ۹۶۰ ہیں اور ان میں احادیث کی مجموعی تعداد ۹۲۸۷ ہے۔ پہلی جلد کا مقدمہ اصول حدیث کے مباحث پر مشتمل ہے، جس میں مفید قیمتی

---

(۱) ڈاکٹر محمد اسحاق، علم حدیث میں پاک وہند کا حصہ، ص: ۱۷۳

(۲) ماہنامہ الشریعہ، گوجرانوالہ، "دور جدید کا حدیثی ذخیرہ"، مولانا سمیع اللہ سعدی، جلد: ۲۸، شمارہ نمبر: ۱۰، اکتوبر ۲۰۱۷، ص: ۱۹

علمی معلومات جمع کی گئی ہیں۔ صحیح البہاری کی تمام مجلدات شائع ہو جاتیں تو یہ احادیث نبوی کا بڑا ہی حسین مجموعہ ہوتا۔ ویسے اس کتاب کا اردو اور بنگلہ زبان میں ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔ (۱)

زجاجۃ المصابیح

علامہ سید عبد اللہ نقش بندی محدث حیدر آبادی علیہ الرحمہ نے شافعی المذہب مؤلف کی مرتب کردہ کتاب مشکوۃ المصابیح کے طرز پر حنفی المذہب کی تائید میں احادیث کا ایک عظیم مجموعہ بنام "زجاجۃ المصابیح" ترتیب دیا، جو ۵ جلدوں میں شائع ہوا ہے۔ اس کتاب کو "حنفی مشکوۃ المصابیح" بھی کہا جاتا ہے۔ زجاجۃ المصابیح کا اردو ترجمہ "نور المصابیح" کے نام سے شائع ہوا ہے۔ (۲)

المستند

اس کے مؤلف علامہ غلام رسول قاسمی نقش بندی حفظہ اللہ ہیں۔ آپ نے اپنی اس کتاب میں عقائد اہل سنت اور مذہب حنفی کی تائید اور فرقہ ہائے باطلہ کی تردید میں صحیح اور مشہور ۱۸۷۰ احادیث کا ذکر کیا ہے۔ نیز ترجمہ و تخریج کے ساتھ ساتھ بعض مقامات کی مختصر تشریح بھی کر دی ہے۔ شرح میں جدید فقہی مسائل اختصار کے ساتھ بیان کیے ہیں۔ اس کے علاوہ جدید مغربی علم الکلام، مستشرقین بمع منکرین حدیث وغامدیین وغیرہ، ادیان باطلہ، منکرین ختم نبوت، رد روافض، خوارج، تفضیلیہ اور جدید ظہور کردہ روافض کی منفرد طریقے سے تردید کی ہے۔

تجرید صحاح ستہ

یہ احادیث صحاح ستہ کی تلخیص اور اس کا اردو ترجمہ ہے۔ ڈاکٹر مفتی محمد کریم خان، مولانا محمد بلال طارق، حافظ محمد عبد الستار، مولانا محمد افضل نعیمی اور مولانا محمد عثمان حفظہم اللہ اس کے مؤلفین ومترجمین ہیں۔ (۳)

تجزیہ

حدیث اور اس کے متعلقات پر پہلی صدی ہجری سے لے کر آج تک بلا تعطل کام جاری ہے اور بلا شبہ امت کے بہترین دماغوں نے حدیث اور علم حدیث کے بے شمار پہلوؤں پر کام کیا ہے۔ حدیث اور اس کی مختلف جہات پر کام کی تاریخ میں دور جدید میں بعض وجوہ سے نہایت اہمیت کا حامل ہے، کیونکہ امت مسلمہ کے دور زوال میں علم حدیث مسلم اور غیر مسلم مفکرین کی توجہ کا خصوصی مرکز رہا ہے۔

پاک وہند کے جن محدثین علمائے کرام کا ذکر کیا گیا ہے ان کی حدیث سے متعلقہ جو خدمات ہیں وہ مختلف جہات پر مشتمل ہیں۔ وقت کے تقاضوں کے مطابق حدیث کی مختلف پہلوؤں سے منفرد انداز میں خدمت کی گئی

---

(۱) مولانا ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی، محدثین عظام کی حیات وخدمات، ص:۱۱۷

(۲) حاجی محمد منیر الدین، نور المصابیح، فرید بک سٹال ۳۸ اردو بازار، لاہور، ۱۹۹۷ء، ص:۱۷

(۳) https://aapkaqalam.com/barre-sagir-ke-sunni-ulma-ki-tartib-kardah-14-mashhoor-kutube-hadis/

ہے۔ جس میں متنِ حدیث، شروحات، تراجم، تعلیقات، اسماء ورجال جرح وتعدیل، ردود، حدیث کی لغت وغیرہ پر محدثین کرام نے کتب تصنیف فرمائیں۔ اس فصل میں بھی برصغیر میں ہونے والے حدیث سے متعلقہ کام کو اختصار کے ساتھ ساتھ چیدہ چیدہ جہات وجوانب میں تقسیم کر کے بیان کیا گیا ہے۔

باب دوم

حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفی خدمات کا تعارفی مطالعہ

فصل اول: موصوف رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر تعارف

فصل دوم: موصوف رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم حدیث

فصل سوم: موصوف رحمۃ اللہ علیہ کا اسلوب و منہج اور تصنیفی خدمات

فصل اول

موصوف رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر تعارف

نام و نسب

حافظ صلاح الدین یوسف کا نام و نسب "محمد یوسف بن حافظ عبد الشکور بن عبد الرزاق بن محمد اعظم" تھا۔ آپ کے والد محترم حافظ عبد الشکور مکمل عالم دین تو نہ تھے لیکن علماء کے نہایت قدر دان تھے۔ آپ مولانا محمد یوسف جے پوری کے شاگرد تھے اور انہی کے نام پر آپ نے اپنے بیٹے کا نام "محمد یوسف" رکھا تھا۔ لیکن جب حافظ صلاح الدین یوسف کا قلم کے ساتھ رشتہ استوار ہوا تو انہوں نے اپنے نام کے ساتھ "محمد" کی بجائے صلاح الدین کا سابقہ لگالیا اور صلاح الدین یوسف کے نام سے پہچانے اور جانے لگے۔(۱)

ولادت

آپ آزادی پاکستان سے دو سال قبل ۱۹۴۵ء میں ہندوستان کے ایک شہر جے پور میں پیدا ہوئے۔ یہ شہر ایک ریاست کے نام پر تھا جو ہندو راجپوتوں کی ایک ریاست کا دار الحکومت بھی تھا۔ لیکن بعد از تقسیم ہند حکومت ہند نے ریاستیں ختم کر دیں اور ریاست جے پور کو صوبہ راجستھان میں شامل کر دیا۔

خاندانی پس منظر

آپ کا آبائی مسکن جے پور تھا جو کہ ایک پر امن شہر تھا۔ جب ۱۹۴۷ء میں برصغیر فسادات کی زد میں تھا تب بھی یہ شہر ہر قسم کے فتنوں سے محفوظ تھا۔ لوگ ہندوستان سے پاکستان کی طرف ہجرت کر رہے تھے۔ انہی دنوں حافظ صلاح الدین کے بڑے چچا (محمد ایوب) بھی اپنے دوستوں کے ہمراہ پاکستان میں آگئے۔ لیکن حافظ صلاح الدین یوسف کے والد پاکستان ہجرت کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے تھے بلکہ وہ چاہ رہے تھے کہ وہیں رہیں۔ ابھی کچھ ہی مدت گزری تھی کہ بڑے بھائی محمد ایوب کی بیماری کا سن کر آپ کے والد حافظ عبد الشکور نے بھی پاکستان میں ہی آنے کا قصد کر لیا۔

ہجرت

۱۹۴۹ء میں حافظ عبد الشکور نے اپنے اہل و عیال کو کھوکھراپار کے راستے سے پاکستان بھیج دیا۔ سامان اور مکان وغیرہ کو سنبھالنے کے بعد آپ خود بھی پاکستان آگئے۔ ابتدا میں کچھ سال حیدرآباد میں قیام پذیر رہے پھر کراچی منتقل ہو گئے۔

---

(۱) بھٹی، مولانا محمد اسحاق، دبستان حدیث، لاہور: مکتبہ قدوسیہ، ۲۰۰۸ء، ص۵۷۸

نکاح

جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کے عمر تقریباً ۳۰ برس ہوئی تو آپ کی شادی ۱۰ اپریل ۱۹۷۶ء کو ہوئی۔ آپ کی زوجہ ثریا جبین کا تعلق گوجرانوالہ کے ایک نواحی گاؤں حمید پور سے تھا جن کے والد کا نام ابو ضیاء مولانا احمد دین تھا جو کہ عالم دین، پنجابی زبان کے خطیب اور شاعر تھے۔ انہوں نے "مسدس ندائے حق" کے نام سے ایک کتاب بھی لکھی۔ اور دوسری کتاب پنجابی زبان میں اشعار کی صورت میں "سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم" تحریر کی جو تاحال پنجابی میں ہونے کی وجہ سے زیر تسوید ہے۔ اس کے علاوہ وہ حمید پور گاؤں کی ایک اہل حدیث مسجد میں خطابت کے فرائض بھی سرانجام دیتے رہے۔ (۱)

اولاد

حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے ایک انٹرویو کے دوران ازواج و اولاد کے بارے میں بتاتے ہوئے کہا کہ:

> "بیوی الحمد للہ ایک ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسی بیوی عطا کی ہے جو ظاہری اور باطنی ہر قسم کی خوبیوں سے آراستہ ہے۔ اس لیے کبھی دوسری شادی کرنے کا سوچا بھی نہیں۔ الحمد للہ میرے سات بچے ہیں، چار بیٹیاں اور تین بیٹے۔ چاروں بیٹیاں شادی شدہ ہیں اور اپنے اپنے گھروں میں خوش و خرم ہیں الحمد للہ۔ دو بیٹے ساتھ ہی بالائی منزل میں رہتے ہیں۔ وہ بھی شادی شدہ ہیں، تیسرا بیٹا ابھی زیر تعلیم ہے اور اس کی ابھی شادی نہیں ہوئی۔"(۲)

حلیہ

حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ اجلی رنگت، درمیانہ قد، سنجیدہ چہرہ، خاموش طبع، گھنی سفید لمبی داڑھی، شرعی بال، سر پر سفید جالی دار ٹوپی، سادہ سفید لباس میں ملبوس رہنے والے، دھیمے اور مستحکم انداز میں بات کرنے والے بارعب شخص تھے۔

پہلے عالم دین

آپ اپنے خاندان کے وہ پہلے فرد تھے جو مذہبی علوم کی تکمیل کے بعد "مولوی" بننے کے شرف سے بہرہ ور ہوئے۔ آپ کے خاندان میں مذہب سے گہری وابستگی کے باوجود دینی علوم پڑھانے کا رواج نہ تھا لیکن اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایسے اسباب پیدا ہوتے گئے کہ آپ بغیر کسی منصوبے کے قرآن مجید کے حفظ کی توفیق ملنے کے ساتھ ساتھ دینی علوم حاصل کرنے کا سروسامان بھی اللہ کی طرف سے مہیا ہو گیا۔ تاہم شہری ہونے اور خاندان میں واحد عالم دین ہونے کی وجہ سے آپ کو بحیثیت ذریعہ معاش دینی و علمی راستہ اختیار کرنے میں نہایت حوصلہ شکن حالات سے نبرد آزما ہونا پڑا۔ آخر کار خدمتِ دین کی وجہ سے راہ کی مشکلات بھی آسان ہو گئیں۔

---

(۱) انٹرویو، حافظ محمد عثمان یوسف، ۴ اپریل ۲۰۲۱، بوقت: ۲ بجے دن

(۲) https:www.facebook.com/430262763975561/posts/522240138111156/12

حج

حافظ صاحب نے زندگی میں دو مرتبہ حج اور متعدد عمرے کرنے کی سعادت حاصل کی۔[1]

تفصیل کچھ یوں ہے کہ:

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے رمضان المبارک ۱۴۱۳ھ بمطابق ۱۹۹۳ء میں پہلی مرتبہ عمرے کی سعادت حاصل کی۔ ذوالقعدہ کے آخر میں "رابطہ عالم اسلامی" (مکہ مکرمہ) کی طرف سے حج کے دنوں میں ضیافت کی دعوت مل گئی اور اس دعوت نامے کی بنیاد پر حج کا ویزا میسر آگیا اور یوں پہلی مرتبہ حج کا فریضہ ادا کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔[2]

پھر تقریباً آٹھ ماہ بعد عبد المالک مجاہد مینیجنگ ڈائریکٹر دار السلام نے قرآن پاک کے ترجمہ پر مختصر حواشی لکھنے کی خواہش کا اظہار کیا اور ساتھ ہی ادارے کی طرف سے ویزے اور ٹکٹ کا بندوبست بھی کروادیا۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث کے تعاون سے ویزا لگوانے کے بعد حافظ صاحب شعبان المعظم ۱۴۱۴ھ بمطابق ۱۹۹۴ء میں ریاض چلے گئے وہیں قرآن پاک کا حاشیہ لکھنے کا آغاز کیا۔ چار ماہ قیام کے دوران دوسری مرتبہ حج و عمرہ ادا کرنے کی سعادت حاصل کی۔[3]

---

(۱) حافظ صلاح الدین یوسف، تفسیر احسن البیان، شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس، سعودی عرب، سن اشاعت ندارد مقدمہ

(۲) حافظ صلاح الدین یوسف، تفسیر احسن البیان، ۱۹۹۵، ص، ۱۵

(۳) انٹرویو، حافظ محمد عثمان یوسف

فصل دوم

موصوف رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم حدیث

تعلیم و تعلم

حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گھرانے میں تعلیم و تعلم کا زیادہ رواج نہ تھا۔ آپ کے والد گرامی بھی حافظ قرآن ہونے کے ساتھ قرآن کے مطالب و معانی کو بھی اچھی طرح سمجھنے والے تھے۔ آپ نے قرآن مجید کا ترجمہ پڑھنے کے ساتھ ساتھ اردو کی چند کتب پڑھیں اور ضروری مسائل بھی خوب جانتے تھے۔ قرآن مجید کی تلاوت کرنا ان کا نہ صرف معمول تھا بلکہ گھر اور خاندان والوں کو بھی تبلیغ کرتے، اس کا ترجمہ و مفہوم سمجھاتے اور مسائل بتاتے رہتے تھے۔ حافظ صاحب کے گھرانے میں زیادہ تعلیم و تعلم کا رواج نہ ہونے کی وجہ سے حافظ صاحب ابتدائی عمر میں تعلیم حاصل نہ کر سکے، صرف گھر میں اپنے والد عبد الشکور سے ایک کتاب دستور المنتقی پڑھی، جس کے پڑھنے سے آپ کو اردو زبان سے کافی شناسائی حاصل ہوئی۔ (۱)

کراچی منتقل ہونے کے بعد آپ کی تعلیم کا باقاعدہ آغاز مدرسہ رحمانیہ اہل حدیث بوہرہ پیر کراچی سے ہوا اور وہاں آپ نے قاری عبید اللہ بلتستانی سے کسب فیض کیا۔ پھر جامع العلوم سعودیہ، آسن مل او جھاروڈ، بلمقابل مولوی مسافر خانہ بندر روڈ کراچی مدرسہ میں داخل ہوئے اور ناظرہ قرآن پڑھنے لگے۔

تحفیظ القرآن

ناظرہ قرآن مجید مکمل کرنے کے بعد اپنے استاد قاری محمد بشیر تبتی کی خواہش پر شعبہ حفظ میں داخلہ لے لیا۔ خوش قسمتی سے وہاں آپ کو ایک نوجوان استاد قاری محمد اشفاق دیوبندی ملے، جو نہایت محنتی، قابل، وقت کے پابند اور پڑھانے میں کسی رو رعایت کے قائل نہ تھے۔ انہوں نے آپ کو بہت محنت سے سکھایا۔ آپ نے اس سال میں قرآن مجید حفظ کرنے کی سعادت پائی۔

علوم اسلامیہ: (درس نظامی)

قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد علماء کی مشاورت سے والد نے آپ کو علوم قرآن کے حصول کی طرف لگا دیا۔ جامع العلوم سعودیہ مدرسہ کے تیسرے کمرہ میں شعبہ درس نظامی قائم تھا۔ جس کے پہلے مدرس علامہ یوسف کلکتوی تھے۔ جب آپ علامہ یوسف کلکتوی پنجاب منتقل ہو گئے تو مولانا حاکم علی صدر مدرس بن گئے جو قرآن وحدیث، منطق اور فلسفہ وغیرہ کے ماہر اور تفہیم میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ انہوں نے حافظ رحمۃ اللہ علیہ کو نہایت توجہ اور محنت سے درس نظامی کی تعلیم سے بہرہ ور کیا۔ مولانا حاکم علی سے سیکھتے ہوئے آپ کو دوسرا تیسرا سال تھا کہ انتظامیہ

---

(۱) علوی، محمد فہیم، مولانا، ماہنامہ "پیام آگہی"، فیصل آباد، جلد: ۵، شمارہ: ۵۲، ستمبر ۲۰۱۸ء، ص، ۲۳

نے ایک نیا استاد رکھ لیا۔ یہ نیا استاد تدریسی تجربہ نہیں رکھتا تھا جس کی وجہ سے طلباء پریشان ہو گئے اور انتظامیہ سے مدرس بدلنے کی درخواست کی لیکن انتظامیہ کے انکار کرنے پر طلباء نے حصول علم کے لیے پنجاب جانے کا ارادہ کر لیا۔ یہ فیصلہ طلباء کے لیے تو اتنا مشکل نہ تھا لیکن والدین کے لیے ایک نہایت مشکل فیصلہ تھا۔ یہی حال حافظ صاحب کے والدین کا تھا لیکن آپ کے والد نے ہزار وسوسوں کے باوجود حصول علم کی خاطر آپ کو پنجاب جانے کی اجازت دے دی۔ (۱)

مطالعہ کی لگن

جب آپ کراچی میں علم حاصل کر رہے تھے اسی دوران ہی آپ کو مطالعے کا ذوق پیدا ہو گیا تھا۔ درسی کتب کے علاوہ علمی اور ادبی رسائل وجرائد بھی زیر مطالعہ رہتے۔ ان رسائل وجرائد میں:

ماہنامہ ہفت روزہ ایشیاء (لاہور)　　ہفت روزہ شہاب (لاہور)　　رحیق (لاہور)

میثاق (لاہور)　　ترجمان القرآن (لاہور)　　سیارہ (لاہور)

فاران (کراچی)　　چراغ راہ (کراچی) اور تجلی (دیوبند) شامل ہیں۔ (۲)

مذکورہ رسائل وجرائد کے علاوہ حافظ صاحب نے مولانا مسعود عالم ندوی، مولانا ابوالحسن علی ندوی اور مولانا عبدالسلام ندوی رحمۃ اللہ علیہم جیسے اصحابِ قلم کی تصانیف کا مطالعہ کیا۔ ان کے علاوہ مولانا مودودی، سید سلیمان ندوی، قاضی سلیمان منصور پوری، علامہ شبلی نعمانی، اور مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہم کی کتابیں بھی زیر مطالعہ رہیں۔ اس زمانے میں بندروڈ کے فٹ پاتھ پر ایک بزرگ مذہبی کتابوں کا چھوٹا سا سٹال لگایا کرتے تھے۔ یہ روڈ حافظ صاحب کی روزانہ کی گزرگاہ ہونے کی وجہ سے آپ بک سٹال پر رکھی کتابیں دیکھتے اور ضرورت کے مطابق جس کتاب کو خریدنے کی استطاعت ہوتی وہ کتاب مطالعے کے لیے خرید لیتے یا عاریہ لے لیتے اور مطالعہ کے بعد واپس کر دیتے۔

اسی ذوق مطالعہ کی وجہ سے نہ صرف آپ کی زبان نکھر گئی بلکہ معلومات میں بھی اضافہ ہوا اور لکھنے کا شوق بھی پیدا ہو گیا۔ جامع العلوم سعودیہ کے استاد مولانا عبدالرشید ندوی لداخی (م: یکم جنوری ۲۰۰۱ء) بھی آپ کے ذوق مطالعہ میں اضافے کا سبب بنے کیونکہ انہوں نے دارالعلوم ندوۃ العلماء (لکھنو) میں قابل اساتذہ سے کسب فیض کیا تھا اور ان کا مطالعہ بھی کافی وسیع تھا۔ آپ نے اپنی زندگی کے آخر وقت میں اپنی خدمات جامعہ دارالعلوم غواڑی کے سپرد کر دی تھیں۔ آپ نہایت ہی متواضع اور منکسر المزاج معلم تھے۔ طلباء کی تربیت بہترین انداز میں کرتے تھے۔ (۳)

---

(۱) انٹرویو، حافظ محمد عثمان یوسف

(۲) بھٹی، مولانا محمد اسحاق، دبستان حدیث، ص، ۵۸۰

(۳) انٹرویو، حافظ محمد عثمان یوسف۔

اسفار

حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے مزید علم کی طلب کے لیے کراچی سے لاہور کا سفر کیا اور دارالعلوم تقویۃ الاسلام میں داخلہ لے لیا۔ اس وقت حافظ رحمۃ اللہ علیہ کی عمر تقریبا چودہ پندرہ برس تھی۔ مولانا حافظ محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم کے شیخ الحدیث تھے جو نہایت قابل، محنتی، وقت کے پابند اور پڑھائی کے معاملے میں نرمی اور رورعایت نہ کرنے والے استاد تھے۔ لاہور جانے کے بعد حافظ رحمۃ اللہ علیہ کا مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ سے میل ملاقات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ کسی زمانے میں بھوجیانی صاحب دارالعلوم تقویۃ الاسلام میں شیخ الحدیث کے عہدے پر فائز تھے، حافظ رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی ملاقات کراچی میں جامع العلوم سعودیہ میں ہو چکی تھی۔ مولانا نے ''التعلیقات السلفیہ'' لکھنے کے لیے تدریسی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو گئے اور مکتبہ سلفیہ کے نام سے دارالعلوم کی ایک دکان میں اپنے ذوق کی کتب کی نشر و اشاعت کے لیے مکتبہ قائم کر لیا تھا۔ فراغت کے اوقات میں حافظ صلاح الدین یوسف بھی وہاں چلے جاتے اور وہیں کتابوں کے مطالعہ میں مشغول رہتے اور مولانا کے علمی تجربے سے مستفید ہوتے۔

تجوید

چونکہ حافظ صلاح الدین یوسف عالم بننا چاہتے تھے اس لیے آپ کا تجوید و قراءت کی طرف دھیان نہ گیا۔ ۱۹۶۴ء میں جب آپ کی عمر تقریباً ۱۹ سال تھی سورج گرہن لگا تو مدرسہ دارالعلوم تقویۃ الاسلام میں آپ نے نماز خسوف پڑھائی۔ آپ نے ۲۸ ویں پارہ تلاوت فرمائی۔ دوران نماز قاری سعید بھی آگئے اور نماز میں شامل ہو گئے۔ قاری صاحب نے نماز کے بعد حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی تلاوت کی تعریف کی اور تجوید کے پڑھانے کے لیے پیش کش کی۔ وہ اس وقت انار کلی کے ایک مدرسے میں تجوید و قراءت پڑھاتے تھے، حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی پیشکش قبول کر لی اور تجوید و قراءت سیکھنے کے لیے جانا شروع کر دیا۔ آپ کو جاتے ہوئے بمشکل تین ہفتے ہوئے تھے کہ امتحان شروع ہو گئے اور آپ بھی امتحان میں شامل ہو گئے۔ (امتحان لینے والے قاری حافظ محمد شریف تھے جو بینائی سے محروم تھے)۔ جب نتیجہ آیا تو آپ نے اللہ کی رحمت سے قرات و تجوید کے اس امتحان میں اول پوزیشن حاصل کی۔ [1]

درس و تدریس

تقریبا ۲۰ سال کی عمر میں ۱۹۶۶ء میں دارالعلوم تقویہ الاسلام سے فراغت کے بعد حافظ صلاح الدین یوسف لاہور میں واقع ایک مسجد و مدرسہ دار العلوم محمدیہ میں رہائش اختیار کر لی۔ مدنی روڈ دھرم پورہ (مصطفی آباد) لاہور میں یہ مدرسہ مولانا عطاللہ حنیف کی رہائش سے تقریباً ۸ کلو میٹر کے فاصلے پر تھا۔

---

(۱) انٹرویو، حافظ محمد عثمان یوسف۔

یہاں سے ہی آپ نے درس کا سلسلہ شروع کیا اور امامت، ترجمہ قرآن مجید اور تفسیر کی تدریس کا آغاز کیا۔ درس نظامی کی کتب بھی پڑھاتے رہے۔ آپ کا زیادہ رجحان تصنیف و تالیف کی طرف تھا اس لیے کچھ مدت بعد تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئے۔

ہفت روزہ مجلہ "الاعتصام" کے مدیر

۱۹۷۰ء میں جب ہفت روزہ "الاعتصام" کی تمام ذمہ داریاں مولانا عطاءاللہ حنیف کی تھیں تب تجربہ نہ ہونے کے باوجود حافظ صلاح الدین یوسف بھی ان کے معاون بن گئے۔ مولانا عطاءاللہ (م: ۱۳ اکتوبر ۱۹۸۷ء) کی وفات تک پندرہ سولہ سال تک حافظ صاحب "الاعتصام" کے ادارت کے عہدے پر فائز رہے۔ بھوجیانی صاحب کی وفات کے بعد آپ مجلہ "الاعتصام" کے ساتھ تقریباً عرصہ ۲۴ برس تک منسلک رہے۔

زمانہ طالبعلمی سے ہی آپ کے وسعت مطالعہ کی وجہ سے آپ میں اظہار مدعا کے سلسلے میں کافی اعتماد پیدا ہو گیا تھا لہذا آپ نے اسی دور میں تین درج ذیل مضامین درج ذیل لکھے جو مجلہ الاعتصام میں شائع بھی کیے گئے:

اَ. میں بھی حاضر تھا وہاں ضبط سخن نہ کر سکا۔

ب. پاکستانی صحافت، جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے۔

ج. خوگر حمد سے تھوڑا سا گلہ بھی سن لے [۱]

ادارہ دارالسلام سے تعلق

الاعتصام کی ادارت سے سبکدوش ہونے کے بعد حافظ صلاح الدین یوسف "دار السلام" سے وابستہ ہو گئے، جو مذہبی کتب کی اشاعت کا ایک مشہور بین الاقوامی ادارہ ہے۔ جس کا مرکزی دفتر سعودیہ عرب کے شہر "الریاض" میں ہے۔ آغاز میں آپ ریاض میں رہے اور وہیں سے تفسیر احسن البیان لکھنی شروع کی۔ مولانا عبد المالک مجاہد کی خواہش اور منصوبے کے مطابق نہایت اختصار سے تفسیر لکھنے کا آغاز کیا اور دلجمعی کے ساتھ تفسیر پر محنت کرتے رہے۔ آپ چار ماہ الریاض میں گزارے اور واپس لاہور آ گئے۔ یہیں رہ کر تفسیر کی تکمیل کی۔ اللہ تعالیٰ نے تفسیر احسن البیان کو شرف قبولیت بخشا۔ مولانا عبد المالک مجاہد کی کاوشوں سے مجمع الملک فہد نے بھی اس تفسیر کو لاکھوں کی تعداد میں شائع کیا۔ پوری دنیا میں یہ تفسیر پہنچی اور اردو پڑھنے والوں میں بھی کافی مقبول ہوئی۔ حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ الریاض (سعودیہ عرب) سے ۱۹۹۳ء میں واپس آئے تو لاہور میں ادارہ "دار السلام" کی قائم کردہ شاخ سے منسلک ہو گئے اور ۲۰۱۴ء تک شعبہ تحقیق و تالیف اور ترجمہ میں مدیر کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔[۲]

(۱) بھٹی، مولانا محمد اسحاق، دبستان حدیث، ص، ۵۸۲

(۲) علوی، محمد فہیم، مولانا، ماہنامہ پیام آگہی، ماہنامہ، ص: ۲۶۔

شیوخ کرام

آپ کے متعدد نامور اساتذہ کرام ہیں جن میں چند کے اسمائے گرامی ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

قاری محمد بشیر تبتی۔ قاری محمد اشفاق دیوبندی۔ مولانا حاکم علی دہلوی۔

مولانا عبد الرشید ندوی لداخی (م: یکم جنوری ۲۰۰۱ء) شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد اسحاق

مولانا عبد الرشید مجاہد آبادی، حفظہ اللہ تعالیٰ (عمر تقریبا ۹۲ سال)۔

مولانا حافظ عبد الرشید گوہڑوی۔ مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی (م: ۱۳ اکتوبر ۱۹۸۷ء)

وفاقی شرعی عدالت پاکستان میں بطور مشیر

آپ رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۸۸ء سے تا وفات وفاقی شرعی عدالت کے مشیر رہے۔[۱] بہترین رہنما، اچھا مشورہ ورائے دینے والے اور گہری معلومات رکھنے کے ساتھ ساتھ زندگی کے اصولوں پر پابندی سے عمل کرنے والے انسان تھے۔ آپ سے جو بھی مشورہ کیا جاتا یا آپ کی رائے پوچھی جاتی تو آپ ہمیشہ قرآن وحدیث کی روشنی میں اپنا موقف بیان کرتے، انہی علمی صلاحیتوں اور تحقیقی بصیرت کے اعتراف میں حکومت پاکستان نے آپ کو وفاقی شرعی عدالت کے مشیر کا منصب عطا کیا۔

شذرات نویسی

جب آپ جامع اہل حدیث مصطفی آباد میں رہائش پذیر تھے تو مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ کی مصروفیات دیکھ کر عرض کیا کہ اگر آپ پسند فرمائیں تو شذرات میں لکھ دیا کروں؟ مولانا نے شفقت فرماتے ہوئے اجازت دے دی۔ چنانچہ الاعتصام میں حافظ صلاح الدین یوسف کے شذرات بھی شائع کیے جانے لگے۔ ابتداء میں "حافظ محمد یوسف" یا اس کا مخلف "ح، م، ی" حافظ صاحب کے اداریوں یا شذرات پر لکھا ہوتا تھا لیکن بعد میں آپ نے جب آپ نے اپنا امتیازی قلمی نام رکھ لیا تو اس وقت سے "حافظ صلاح الدین یوسف" لکھا جانے لگا۔[۲]

مکتبہ ضیاء الحدیث مصطفےٰ آباد، لاہور کا قیام

حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ کے دامن تربیت سے وابستہ ہونے کے بعد ایک مکتبہ کی سن ۱۹۸۵ء میں داغ بیل ڈالی، جس کا نام "مکتبہ ضیاء الحدیث" رکھا۔ اس مکتبہ کے زیر اہتمام بھی بہت سی مشہور کتب شائع ہوئیں۔[۳]

---

(۱) انٹرویو، حافظ محمد عثمان یوسف۔

(۲) انٹرویو، حافظ محمد عثمان یوسف۔

(۳) انٹرویو، حافظ محمد عثمان یوسف۔

الزام ناصبیت

ایک انٹرویو دیتے ہوئے آپ سے ناصبیت کے الزام کے بارے پوچھا گیا تو آپ نے اپنا موقف بیان کرنے کے بعد اس الزام کی تردید میں جو جواب دیا ذیل میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے:

> "جو حضرات مجھے ناصبیت کی طرف منسوب کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو یزید کی اس حد تک مخالفت کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ اور حضرت مغیرہ بن شعبہ اور دیگر بہت سے جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم کی اہانت کر گزرتے ہیں۔ میرا موقف یہ ہے ہمارا اصل مقصد صحابہ کا دفاع ہے جب کہ یزید صحابی نہیں۔ لیکن یزید کا دفاع اس لیے ضروری ہے کہ اس کی آڑ میں قصر صحابیت پر نقب زنی کی جاتی ہے۔ لہذا یزید پر لعنت ملامت دراصل قصر صحابیت تک پہنچنے کا چور دروازہ ہے۔ پھر ہماری بد قسمتی یہ ہے کہ جو گروہ ہمیں ناصبیت سے منسوب کرتا ہے وہ اس اصطلاح سے واقف ہی نہیں۔ ناصبیت کا مطلب تو یہ ہوتا ہے کہ حضرت علی، حضرت حسین رضی اللہ عنہم اور اہل بیت کے خلاف باتیں کی جائیں۔ جب کہ ہم تو الحمد للہ ان کا بھی دفاع کرتے ہیں۔ کیوں کہ ہم تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دفاع کے مشن پر ہیں اور حضرت علی و حضرت حسین رضی اللہ عنہم بھی جلیل القدر صحابہ ہیں، ان کی توہین ہم کس طرح کر سکتے ہیں! سو یہ حضرات مجھے ناصبیت کی طرف منسوب کر کے جھوٹا الزام لگاتے ہیں۔"(۱)

شاگردانِ رشید

آپ رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ و تفسیر کی تدریس میں مشغول تو رہے لیکن باوجود اتنے بڑے عالم ہونے کے آپ نے باقاعدہ کسی مدرسہ میں تدریس کے فرائض مستقل سرانجام نہیں دیئے کیونکہ آپ کا زیادہ تر تصنیفی کاموں میں صرف ہوتا۔ اس لیے باقاعدہ طور پر آپ کے شاگرد نہیں بن سکے۔ اس کے علاوہ آپ وفاقی شرعی عدالت کے مشیر تھے، اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان کے ممبر، مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی پاکستان کے رکن، ایڈیٹر ہفت روزہ الاعتصام لاہور، سرپرست شعبہ تحقیق و تالیف المدینہ اسلامک ریسرچ سنٹر اور مدیر شعبہ ترجمہ و تحقیق و تصنیف دارالسلام سال ۱۹۹۸ء میں عرصہ ایک برس آپ ماہنامہ محدث لاہور کے ادارتی فرائض بھی سرانجام دیتے رہے اور آخر تک اس کی زینت بنے رہے۔ اس کے علاوہ آپ مدنی مسجد لاہور کے خطیب بھی رہے لیکن آپ سے استفادہ کرنے والوں کی تعداد کا تعین مشکل ہے اور بہت سے لوگ کتابوں سے بھی مستفید ہو رہے ہیں۔ حتی الامکان کوشش کرتے تھے کہ ان کی مشکلات کو حل کر سکیں۔ (۲)

استفادہ کرنے والوں میں چند مشہور نام درج ذیل ہیں:

۱. ڈاکٹر حسن مدنی

---

(۱) عمار ظہیر سعیدی، فیضان فیصل "انٹرویو فقید ملت، حافظ صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ" البیان سہ ماہی کراچی، خصوصی اشاعت، سلسلہ نمبر ۲۶، ۲۷، جولائی ۲۰۲۲ء۔

(۲) ڈاکٹر جواد حیدر، محدث میگزین، شمارہ ۳۸۸ اگست ۲۰۰۰ محرم ۱۴۴۲ھ، جلد ۵۱

۲. قمر حسن

۳. مولانا امیر حمزہ

۴. مولانا حفیظ الرحمن

انتقال:

۲۰۲۰ء میں جیسے حاملین کتاب وسنت اور کبار علمائے کرام اس دار فانی سے رخصت ہوئے۔ محسوس ہوتا ہے کہ قیامت بہت نزدیک ہے جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ (دین کا) علم اُٹھ جائے گا اور جہالت جم جائے گی اور شراب کو (کثرت سے) پیا جائے گا، زنا اعلانیہ ہوگی۔"(۱)

حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ بھی انہی حاملین قرآن وسند اور بڑے علماء میں سے ایک تھے۔ آپ نے ۱۲ جولائی ۲۰۲۰ء بمطابق ذی القعدہ ۱۴۴۱ھ کو بروز اتوار دن سوا بارہ بجے اپنے گھر میں وفات پائی۔

جنازہ و تدفین

آپ کی نماز جناز لاہور میں لارنس روڈ میں ادا کی گئی جہاں ہر مکتب فکر اور شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے احباب کے جم غفیر نے شرکت فرمائی۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کی نماز جنازہ دوبار پڑھی گئی۔ آپ کی تدفین جامعہ اسلامیہ منظور الاسلامیہ کے سامنے والے قبرستان میں کی گئی۔(۲)

ایوارڈز

آپ کو مختلف اداروں کی طرف سے کئی ایوارڈز، تمغوں اور مختلف اعزازات سے نوازا گیا:

۱. جامع لاہور اسلامیہ کی المجلس العلمی ایوارڈ۔

۲. جنگ گروپ کراچی پاکستان ایوارڈ۔

۳. پیغام ٹی وی پاکستان ایوارڈ۔

۴. وزارت مذہبی امور، زکوۃ و عشرہ حکومت پاکستان ایوارڈ

اعزازات و مناصب

حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے جذبہ للّٰہیت، دینی حمیت کے تحت دینی خدمات کا فریضہ سرانجام دیا اور عصر حاضر کے علمی تقاضوں اور چیلنجز کو سامنے رکھتے ہوئے بے پناہ علمی ذخیرہ پیش کرنے کے ساتھ ساتھ پاکستان میں مندرجہ ذیل کلیدی عہدوں پر فائز رہے:

۱. مشیر وفاقی شرعی عدالت

(۱) بخاری، محمد بن اسماعیل، ابو عبداللہ، الجامع الصحیح البخاری، کتاب العلم، رقم الحدیث: ۸۰

(۲) انٹرویو، حافظ محمد عثمان یوسف۔

۲. رکن اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان

۳. رکن رویت ہلال کمیٹی پاکستان۔

۴. رکن شوری مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان۔

وفاقی شرعی عدالت پاکستان میں پیش کردہ چند بیانات

۱. انکم ٹیکس کی شرعی حیثیت۔

۲. گھوڑ دوڑ کی شرعی حیثیت۔

۳. کرایہ مکان ودوکان کی حیثیت۔

۴. شفعہ کے حقدار کون کون ہیں؟

۵. حد رجم کی شرعی حیثیت اور مغالطات کا ازالہ۔

۶. مسئلہ لعان کی ایک مخصوص صورت پر بحث۔

۷. توہین رسالت کی اسلامی سزا۔

۸. مسئلہ شہادت نسواں

۹. انتخابی قوانین کی اصلاح کے ضمن میں بیان۔

۱۰. کرنسی کی قیمت کم ہونے پر پیدا شدہ مسائل کے سلسلے میں جواب۔

۱۱. وطئی میتہ کی اسلامی سزا (سانحہ وزیر آباد کے سلسلے میں بیان)

۱۲. قانون حصول غیر منقولہ جائیداد (مجریہ ۱۹۵۶ء میں اصلاح وترمیم کی ضرورت پر)

۱۳. مشترکہ کمپنی کے مال میں زکوۃ کا واجب ہونا۔

۱۴. توہین رسالت کی موجودہ سزا میں اصلاح کی ضرورت۔

مقالات

۱. تحفظ حقوق نسواں بل کا تنقیدی جائزہ اور متبادل حل۔

۲. بین الاقوامی امام ابو حنیفہ کانفرنس ۵ تا ۱۸ اکتوبر ۱۹۹۸ء کی روداد۔

۳. پاکستانی عدالتوں میں انسداد سود کی کوششوں کا جائزہ۔

۴. استحکام پاکستان اور صحافت کا کردار۔

۵. ٹرانسپورٹ پالیسی کا بحران اور اس کا بہترین قرآنی حل۔

۶. نصوص قرآن وحدیث میں تبدیلی، اسلام سے انحراف ہے۔

۷. عورت کی نصف دیت اور اسکی حکمت مصلحت۔

۸. رسالت محمد پر ایمان، مدار نجات۔

۹. پر لیس آرڈی نینس کی متعلقہ دفعہ میں اصلاح وترمیم کی ضرورت۔

۱۰. اسوہ حسنہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں اخلاقی بحران سے نجات۔

فصل سوم

موصوف رحمۃ اللہ علیہ کا اسلوب و منہج و تصنیفی خدمات

طالب علمی کے زمانہ سے ہی آپ کو مطالعے کا بے حد شوق تھا۔ آپ نے دوران تعلیم ہی تصنیف و تالیف کا کام بھی شروع کر دیا تھا۔ اسی دور میں آپ نے میلاد النبی کی ایک مجلس میں شرکت کی اور بعد ازاں اسی موضوع پر اپنا پہلا مضمون لکھا جس کا عنوان تھا: "میں بھی وہاں موجود تھا، ضبط سخن نہ کر سکا" یہ مضمون مجلہ "الاعتصام" میں اگست ۱۹۶۵ء میں شائع ہوا۔ اسی طرح آپ نے دو اور مضمون بھی لکھے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کے اندر محققانہ صلاحیتیں زمانہ طالب علمی سے ہی موجود تھیں اور آپ تبھی سے لوگ آپ کو ایک معروف قلم کار کی حیثیت سے پہچاننے لگے۔ پھر جیسے جیسے ان کے قدم بڑھتے گئے تحریروں میں پختگی اور نکھار آتا گیا اور اس نکھار کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ آپ کو وقت کے بہترین اساتذہ کرام میسر آئے۔

حافظ صاحب نے ۱۲۰ سے زائد بے مثل کتب تصنیف کیں۔ جو قارئین کے لیے علمی سیر ابی اور مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ آپ نے عقائد و عبادات، معاملات و معاشرت اور عدالت جیسے مختلف پہلوؤں پر گرانقدر تنقیدی و تحقیقی کتب و مقالات لکھے۔[(۱)]

آپ کا انداز تحریر سادہ، عام فہم، سلاست و روانی اور دلائل و براہین سے مزین تھا۔ آپ کی لکھی گئی تصانیف اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہیں کہ آپ کو ان موضوعات پر مکمل گرفت تھی۔ اپنے وقت کے پیش آمدہ مسائل و معاملات پر گہری نظر رکھتے تھے جس کی وجہ سے آپ کی قدیم و جدید مسائل پر دسترس مضبوط کر دی تھی۔

منہج و اسلوب

آپ کا تحقیقی اور تصنیفی کام جس انداز سے کتب و مقالات کی صورت میں ہمارے سامنے آیا مجموعی طور پر میں سب کتابوں کا منہج، اسلوب اور طریقہ کار بیان کر دیتا ہوں تاکہ تکرار سے بچا جائے۔

آپ کا منہج و اسلوب اور طریقہ کار درج ذیل ہے:

- تمام تصانیف باریک بینی اور مشاہدے کے بعد مرتب کی گئی ہیں۔
- ہر بات مکمل حوالہ کے ساتھ درج کی گئی ہے۔
- اپنی آراء کو قرآن و سنت کے دلائل کے ساتھ پیش کیا ہے۔
- ہر صفحہ کے آخر میں حواشی، حوالہ جات اور تخریج کے کام پر خوب محنت کی گئی ہے۔

---

(۱) انٹرویو، حافظ محمد عثمان یوسف۔

- آپ اپنی تمام تصانیف میں جہاں بات ختم کرتے یا کسی پیراگراف کا اختتام کرتے تو عربی زبان میں چھوٹے چھوٹے جملے لکھ دیتے جو آپ کی عاجزی وانکساری کو ظاہر کرتے بعض جملے دعائیہ اور تشکر کے بھی لکھ دیتے۔ مثلاً:

والله اعلم بالصواب، بعون الله وتوفيقه، اعاذنا الله منه، هاتوا برهانكم ان كنتم صادقين، نعوذ بالله ثم نعوذ بالله، فجزاه الله احسن الجزاء، ماشاء الله كان ومالم يشاء لم يكن، وكان امر الله قدراً مقدوراً، فلله الحمد على ذالك، ذلك فضل الله يوتيه من يشاء، رحمهم الله فجزاهم الله، الحمد لله، والعلم عند الله، وفقهم الله ونصرهم الله، فالله المشتكى، فلله الحمد والمنه وغيره.

- اکثر کتب میں آپ کا انداز مناظرانہ ہے۔
- خوبصورت سرورق کے ساتھ حسین نقش و نگار اور آرٹ سے مزین کیا گیا ہے۔ اچھی کوالٹی کے صفحات استعمال کئے گئے ہیں۔
- آغاز میں ناشرین یا مینجنگ ڈائریکٹرز کے تبصرے بھی شامل کئے گئے ہیں۔
- .تراجم کرتے ہوئے یا تفسیر و تالیف میں بعض دفعہ آپ نے ان کے نام بھی عربی رسم الخط میں تحریر کیے ہیں جیسا کہ "حصن المسلم"، "احكام الجنائز"، "احسن الحواشى" اور "رياض الصالحين" وغیرہ۔
- آپ نے اپنی تصانیف میں شعری وادبی ذوق کو بھی ساتھ ساتھ رکھا ہے۔ جیسا کہ آپ کی کتاب "بارات اور جہیز کا تصور میں جہیز کی بابت لکھتے ہیں کہ نہ تو اس رسم (جہیز دینے اور لینے) سے لڑکے والے منہ موڑنے کو تیار ہیں نہ لڑکی والے، صفحہ نمبر ۱۸ اور ۱۹ پر اسی بات کو شعری انداز میں بیان کرتے ہیں:

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود وایاز — نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

- بعض دفعہ مثالیں دیتے ہوئے فارسی زبان کا بھی استعمال کیا ہے جیسا کہ "عظمت حدیث" کے صفحہ نمبر ۲۹ میں فارسی میں درج کیا ہے:

گفتہ اور گفتہ اللہ بود — گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

- اکثر تصانیف میں حدیث بیان کرنے کے بعد ترجمہ لکھتے ہیں اس کے بعد "فوائد" سے عنوان کا اضافہ کرتے ہوئے فائدہ بھی بیان کرتے ہیں۔ جیسا کہ آپ کی کتاب "خواتین گلشن نبوی ﷺ میں صفحہ نمبر ۲۳ پر اور ۲۴ پر مسواک کی حدیث و ترجمہ کے بعد فوائد میں لکھتے ہیں کہ:

"مسواک کرنا رسول اللہ ﷺ کی محبوب سنت ہے۔ اللہ کی خوشنودی، منہ کی طہارت اور نظام ہضم کی درستی کے علاوہ بھی مسواک کرنے کے بے شمار فوائد ہیں۔"

- رد کرنے کا انداز یہ ہے کہ مباحث کا تجزیہ اس انداز میں کرتے ہیں کہ پہلے اس کتاب کی عبارت مصنف کے اپنے الفاظ میں نقل کرتے ہیں، مکمل حوالہ درج کرنے کے بعد اس پر نقد و تبصرہ یا اس کا رد کرتے ہیں۔ اور

کبھی کبھار ایسا بھی ہے کہ جس کا رد کیا جارہا ہے اس کی عبارت کی طرف اشارہ کردیتے ہیں اور اس کی مکمل عبارت نقل نہیں کرتے۔ کبھی کبھار جو عبارت نقل کرتے ہیں اس کو صفحہ نمبر نہیں بتاتے بلکہ صرف کتاب کا نام ذکر کردیتے ہیں۔

اعتدال

حافظ صاحب محض ناقد نہیں بلکہ مصلح اور عادل ناقد تھے لہذا وہ بڑی فراخ دلی سے اپنوں اور اغیار سب کو دعوت دیتے تھے کہ میری تحریروں میں کہیں آپ خلاف حق یا خلاف سنت بات ملاحظہ کریں تو مجھے بلا جھجھک مطلع کریں۔ چنانچہ امین احسن اصلاحی کے نقد پر لکھی جانے والی کتاب کے عرض مولف میں **"آپ اہل علم سے گذارش"** کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

"بہر حال اب الحمد للہ یہ سارا علمی مواد کتابی شکل میں زیور طباعت سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آگیا ہے۔ اہل علم ملاحظہ فرمائیں۔ اگر اس میں اہل سنت کے مسلک سے انحراف ہے تو اس کی ضرور نشاندہی کریں کیونکہ مقصود مولانا اصلاحی پر تنقید نہیں ہے، ان کے افکار پر تنقید ہے اور ان کے افکار پر تنقید اس لیے ہے کہ وہ سراسر باطل ہیں، ان میں مسلمات اسلامیہ کا انکار ہے، احادیث صحیحہ سے انکار ہے، تمام مفسرین امت کی تجہیل اور راویان حدیث اور ائمہ حدیث کے خلاف بغض وعناد کا اظہار ہے۔"(۱)

مزید آپ اس نقد اور رد کی علت بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

بالخصوص حدیث کے بارے میں موصوف کا نظریہ بالکل منکرین حدیث والا ہے، اس طرح قرآنی معجزات میں نیچریوں والا ہے جو معجزات کے منکر ہیں تفسیر میں صحیح روایات سے ہٹ کر من مانی تفسیر کی ہے جس سے مفسرین امت کی تجہیل لازم آتی ہے۔ یہ محض اتہامات اور الزامات نہیں ہیں، وہ حقائق ہیں جو اس کتاب میں مدلل انداز سے پیش کیے گئے ہیں۔ ان کے حلقہ ارادت، یا ان کے سلسلہ تلمذ سے وابستہ حضرات کو اس کے بعد بھی اگر یہ اصرار ہے کہ ہماری کتاب میں بیان کردہ مذکورہ حقائق گمراہیاں نہیں ہیں، ان میں مسلمات اسلامیہ کا انکار نہیں ہے، قرآنی معجزات کی بے بنیاد تاویل نہیں ہے، مسلک سلف یعنی اہل سنت کے مسلک اور احادیث صحیحہ کے خلاف نہیں ہے تو ان کی ذمہ داری ہے کو وہ دلائل کے ذریعے سے اپنے ممدوح یا معصوم امام کی عصمت ثابت کریں۔ ھاتوا برھانکم إن کنتم صدقین

فتاوی

حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی میں ملک و بیرون ممالک، اداروں اور عدالتوں سے آئے ہوئے استفتاء کے جوابات لکھے۔ اس سلسلے میں آپ کی کوشش ہوتی تھی کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں فتویٰ یا جواب تحریر کریں تاکہ کوئی تشنگی باقی نہ رہ جائے۔

---

(۱) حافظ صلاح الدین یوسف، مولانا امین احسن اصلاحی اپنی اپنے تفسیری وحدیثی نظریات کی روشنی میں، ص ۴۸

آپ کی علمی بصیرت اور تصنیفی خدمات سے انکار ناممکن ہے۔ اسی وجہ سے میں نے صرف ان کی خدمات حدیث کو اپنے مقالے میں سمونے کی بھرپور کاوش کی ہے۔ وباللہ التوفیق۔

تصنیفی خدمات

آپ کی غیر مطبوعہ کتب، مضامین اور زیر تحقیق وترتیب کام، جو آپ کی اچانک وفات بنا پر ادھورے رہ گئے تھے وہ آپ کے ورثاء مکمل کر رہے ہیں جن میں آپ کے بڑے بیٹے حافظ عثمان یوسف کا نام نمایاں ہے جو اپنے والد گرامی کی تمام محنت کو یکجا کرنے کے لیے دن رات سعی کر رہے ہیں۔

آپ کی تمام تر تصانیف و تالیفات کے نام ذیل میں الفبائی ترتیب سے ذیل میں درج کی جارہی ہیں جن کی تقسیم مطبوعہ اور غیر مطبوعہ یا زید تسوید کے عنوانات سے کی گئی ہے۔

مطبوعہ

- آداب نماز اور خشوع وخضوع کی اہمیت ووجوب (فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی روشنی میں)
- اسلامی آداب معاشرت (معاملات، حسن اخلاق اور رہن سہن سے متعلق احادیث کی تشریح)
- اسلامی خلفاء وملوک اور تاریخ اسلام سے متعلق چند غلط فہمیوں کا ازالہ
- احکام الجنائز
- الاعتصام "کا مولانا عطاء اللہ حنیف نمبر (ہفت روزہ "الاعتصام" لاہور کی خصوصی اشاعت، مارچ ۲۰۰۵ء کی ترتیب وتدوین)
- بارات اور جہیز کا تصور (اس کے مفاسد اور حل)
- بارہ اسلامی مہینے (فضائل واحکام اور بدعات کارڈ)
- اہل سنت اور محرم الحرام
- انکار حدیث کا مطلب اور منکر حدیث کا مصداق کون؟ (ایک علمی مقالہ ۲۰۱۵ء)
- المیہ کرگل اور اسکا اسلامی حل۔
- حد رجم کی شرعی حیثیت اور شبہات ومغالطات کا جائزہ
- جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے (پاکستانی صحافت کے تناظر میں لکھی گئی کتاب)
- جنازے کی دعائیں اور مختصر احکام (پمفلٹ)
- جماعت کے احکام اور صفوں کی درستی اور اس کا طریقہ احادیث اور فقہ حنفی کی روشنی میں۔
- توحید اور شرک کی حقیقت، قرآن وحدیث کی روشنی میں (مغالطات وشبہات کا ازالہ)
- تیسیر الکریم الرحمان فی تفسیر کلام المنان المعروف تفسیر سعدی (عربی کے اُردو ترجمے کی تہذیب و نظر ثانی)
- تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکوۃ

- رضاعت کے مسائل (تفسیر احسن البیان کے آخر میں بطور ضمیمہ شامل ہے)
- تمیمۃ الصبی فی ترجمہ الاربعین من احادیث النبی ﷺ
- خواتین کا ایک مخصوص مسئلہ
- خلافت وملوکیت کی تاریخی وشرعی حیثیت

حقوق سیریز

حقوق پر پانچ کتابیں، جن کے نام درج ذیل ہیں:

أ. حقوق اللہ

ب. حقوق العباد

ج. حقوق الوالدین

د. حقوق الاولاد

ہ. حقوق الزوجین۔ [۱]

و. حقوق مرداں اور حقوق نسواں

- حد رجم کی شرعی حیثیت کی بابت وفاقی شرعی عدالت میں پیش کردہ ایک بیان [۲]
- رمضان المبارک، فضائل، فوائد و ثمرات، احکام و مسائل اور کرنے والے کام
- شادی بیاہ کی رسومات
- سرعام پھانسی۔ انسانی شرف و وقار کے خلاف ہے یا اس کے تحفظ کی ضامن؟
- زندگی میں وراثت کی تقسیم للذکر مثل حظ الانثیین کے مطابق تقسیم کرنے کا جواز اور اس کا اصول۔ ایک قابل تنقیح و تحقیق مسئلہ۔ [۳]
- زکاۃ و عشر کے احکام اور انکی اہمیت وافادیت
- فضائل صحابہ واہل بیت اور مسائل و واقعات محرم الحرام
- فتنہ تکفیر، مسلمان حکمرانوں کی بابت استفسار کا جواب [۴]
- غیر اللہ کو مدد کے لیے پکارنا شرک ہے یا نہیں؟ ایک علمی جائزہ

---

(۱) جون ۲۰۰۵ء میں شائع ہوئیں، طبع جدید ۲۰۰۶ء میں ان تمام کتب کو یکجا کر کے ایک کتابی شکل میں شائع کیا گیا۔

(۲) یہ بیان ۲۳ فروری ۱۹۸۲ء کو عدالت میں میں پیش کیا گیا۔ جس میں بطور خاص ان دلائل کا جائزہ لیا گیا جن سے عدالتی فیصلے میں استشہاد کیا گیا تھا۔ یہ مقالہ ہفت روزہ "الاعتصام" لاہور سے ۱۴ جنوری تا ۱۸ اپریل ۱۹۹۳ء کو مسلسل آٹھ قسطوں میں شائع ہوا

(۳) یہ مذاکرہ علمیہ ۲ فروری ۲۰۱۵ء میں تحریر کیا گیا تھا، ہفت روزہ "الاعتصام" میں ۵ جون تا ۱۱ جون ۲۰۱۵ء تک شائع ہوا۔ نیز ہفت روزہ "اہل حدیث سے جولائی ۲۰۱۵ء (لاہور) میں بھی شائع ہوا۔ بعد میں اسے آپ کی کتاب "جنازے کے احکام و مسائل" شامل کر دیا گیا

(۴) کتاب "مسئلہ تکفیر اور اس کے اصول وضوابط" از مولانا مبشر احمد ربانی میں موجود ہے

- فتنہ غامدیت، ایک تحقیقی جائزہ
- عورتوں کے امتیازی مسائل و قوانین
- عظمت حدیث اور اس کے تقاضے۔
- عورت کی سربراہی کا مسلہ شبہات و مغالطات کا جائزہ
- عراقی جارحیت اور عالم اسلام کے لیے اس کے نقصانات۔ خلیجی جنگ کے پس منظر میں۔
- ضعیف حدیث کے بارے میں چند اہم اور ضروری مباحث کا خلاصہ۔
- فضائل عشرہ ذوالحجہ اور احکام و مسائل عید الاضحیٰ
- ماہ رجب کی بدعات اور آخری چار شنبہ کی حقیقت
- لباس اور پردہ
- کتب ستہ، صحیحین اور سنن اربعہ، اردو کی نظر ثانی و نگرانی۔ ترمیم و اصلاح اور تنقیح و اضافہ۔
- قبر پرستی (شرک و بدعت کے اثبات میں پیش کردہ دلائل کا تحقیقی جائزہ)
- فضائل و آداب قرآن۔
- فکر فراہی اور اس کے گمراہ کن اثرات۔ ایک علمی و تحقیقی جائزہ۔
- مفرور لڑکیوں کا نکاح اور ہماری عدالتیں
- مسلہ رویت ہلال
- مسنون نماز اور روزمرہ کی دعائیں
- مولانا امین احسن اصلاحی اپنے حدیثی و تفسیری نظریات کی روشنی میں (تفسیر تدبر القرآن کا مکمل علمی و تحقیقی جائزہ اور ان کی "شرح صحیح بخاری" کا تحقیقی جائزہ)
- یوم آخرت پر ایمان اور مسئلہ عذاب قبر
- واقعہ معراج اور اس کے مشاہدات (ایک تحقیقی جائزہ)
- نفاذ شریعت، کیوں اور کیسے؟ (فقہی اختلافات کی موجودگی میں شریعت کا نفاذ کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟ نیز پاکستان میں نفاذ شریعت کیوں ضروری ہے؟ دونوں سوالوں کے جوابات)

غیر مطبوعہ

۱. تعارف مجموعہ ہائے فتاویٰ علماء سے اہلحدیث (غیر مطبوعہ، مفصل مقالہ)
۲. متحدہ علماء بورڈ کے مجوزہ ضابطہ اخلاق (۲۰۱۶ء) پر تبصرہ (علماء بورڈ پاکستان کو بھیجا گیا، غیر مطبوعہ)

۳. مجموعہ قوانین اسلامی (بھارت) کی غیر اسلامی دفعات کا ایک مختصر جائزہ (تحریر کردہ: فروری ۲۰۱۰ء، غیر مطبوعہ)

نامکمل تصانیف:(زیر تسوید، زیر طبع، زیر ترتیب)

- اذان سے قبل صلاۃ و سلام کا مسئلہ (زیر طبع) ناشر: مکتبہ ضیاء الحدیث گڑھی شاہو، لاہور۔
- اسلامی شادی (مفصل) ناشر: مکتبہ ضیاء الحدیث گڑھی شاہو، لاہور
- چمن ہے کتاب اپنی کتاب پر تبصروں کا مجموعہ زیر طبع ہے
- دورہ برطانیہ کے تاثرات (کتاب زیر طبع ہے، پہلے ہفت روزہ "الاعتصام لاہور سے ۱۷ فروری تا ۵ مئی ۱۹۸۹ ءتک دس قسطوں میں شائع ہو تا رہا ہے۔)
- سلام کے آداب واحکام
- سونے جاگنے کے آداب
- فیشن پرستی اور اظہار زینت
- کھانے پینے کے آداب
- مختلف شخصیات پر تبصرے (سوانح و تذکار)
- مخدومی المحترم مولانا محمد عطاء اللہ حنیف کی شخصیت اور خدمات پر دو تفصیلی مقالے (کتاب)
- مسئلہ شہادت نسواں[۱]
- عمر سیدہ عائشہ پر تحقیقی نظر

زیر تسوید

- خودکشی اور بھوک ہڑتال، اسلام کی نظر میں
- حدیث "اگر تم گناہ نہ کرتے تو اللہ تمہیں ختم کر کے ایسی قوم پیدا کرتا جو گناہ کر کے اللہ سے بخشش مانگتی" کا صحیح مطلب کیا ہے
- سرزمین ہند میں چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی کی ستیزہ کاری اور میاں نذیر حسین محدث دہلوی اور ان کے تلامذہ کا تجدیدی کام۔[۲]

---

(۱) عقل و نقل کی روشنی میں ۱۳۰ صفحات پر مشتمل مفصل مقالہ جو وفاقی شرعی عدالت پاکستان میں پیش کیا گیا۔ یہ آپ نے فروری ۱۹۸۶ء میں تحریر کیا۔ اس کی تلخیص ماہنامہ "محدث لاہور سے جنوری ۱۹۹۲ء میں چھپی تھی جو آپ کی کتاب "خواتین کے امتیازی مسائل میں بھی شامل ہے۔ علاوہ ازیں اس کا مفصل مقالہ ماہنامہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن میں ۱۹۹۱-۱۹۹۰ء میں بلا اقساط شائع ہوا تھا۔ اب کتابی شکل میں زیر طبع ہے

(۲) ۸ نومبر ۲۰۱۶ء کو تحریر کردہ، دہلی انڈیا میں دو روزہ سیمینار، "میاں نذیر حسین محدث دہلوی کی حیات و خدمات" کے تناظر میں لکھی گئی ایک جامع کتاب

- عقائد وایمانیات
- مجموعہ ہائے فتاویٰ علمائے اہل حدیث (یہ ۲۰۰۸ء کا تحریر کردہ ہے اب زیر تسوید ہے)
- منحتہ الباری ترجمہ الادب المفرد للبخاری
- مولانا محمد یوسف راجووال کے دو مکتوب گرامی بنام حافظ صلاح الدین یوسف

زیر ترتیب

- کبار علمائے اہلحدیث کی وفات پر تعزیتی اداریے، مضامین اور شذرات
- مجموعہ مقالات

تراجم

- پیغام ہدایت[1]
- تیسیر الکریم الرحمان فی تفسیر کلام المنان المعروف تفسیر سعدی
- حصن المسلم (اردو ترجمہ) (مسنون اذکار اور مستند و محقق دعاؤں کا مجموعہ)
- ریاض الصالحین (اردو ترجمہ، دو جلدیں) (صحیح اور منتخب احادیث کا مجموعہ، ترجمہ، فوائد مع تشریح)
- معانی القرآن الکریم، قرآن مجید کا لفظی ترجمہ (ڈبیوں بکسوں)

(۱) بامحاورہ ترجمہ قرآن تفسیر احسن البیان کے نئے پاکستانی ایڈیشن میں مولانا جوناگڑھی کے ترجمے کے بجائے اب یہی ترجمہ ہے

خلاصہ باب دوم

اس باب میں حافظ صلاح الدین یوسف کا تعارف تصنیف خدمات اور اسلوب و منہج پیش کیا گیا ہے۔ حافظ صاحب کے ابتدائی حالات زندگی قلم بند کئے ہیں اور نام ونسب بیان کیا ہے جو کہ یوں ہے:

آپ کا پورا نام محمد یوسف بن حافظ عبد الشکور بن عبد الرزاق بن محمد اعظم تھا۔ آپ ماہ اگست ۱۹۴۵ء کو جے پور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے گھرانے نے ۱۹۴۹ء میں جے پور سے پاکستان کی طرف ہجرت کی۔

جب آپ نے قرآن مجید حفظ کیا تو اس وقت آپ کی عمر ۱۱ سال تھے اور درس نظامی کے ابتدائی تین سال کی تعلیم جامع العلوم سعودیہ کراچی سے اور باقی تعلیم دارالعلوم تقویۃ الاسلام لاہور سے حاصل کی۔ ۱۹۶۶ء مدرسہ دارالعلوم محمدیہ لاہور میں درس اور تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ ۱۹۶۹ء میں سب سے پہلے "الاعتصام" میں آپ کے شذرات شائع ہوئے اور ۱۹۷۰ء سے باقاعدہ مولانا عطا اللہ حنیف رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ "الاعتصام" کی ذمہ داریاں سنبھالنے لگے۔ آپ ۱۹۸۸ء تا آخر یعنی وفات وفاقی شرعی عدالت کے مشیر رہے۔ آپ نے ۱۹۹۴ء میں ریاض میں "تفسیر احسن البیان" لکھنے کا آغاز کیا، چار ماہ وہاں رہ کر تفسیر لکھی باقی پاکستان واپس آکر مکمل کی۔ ماہنامہ محدث لاہور کے مدیر کی حیثیت سے بھی کام کیا اور شعبہ تحقیق و تالیف اور ترجمہ کے لیے ۱۹۹۳ء سے ۲۰۱۴ء تک دارالسلام لاہور میں مدیر کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ آپ اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان کے ممبر تھے اور مرکزی رویت ہلال کمیٹی پاکستان کے رکن بھی رہے۔ مدنی مسجد لاہور میں خطابت کے فرائض بھی سرانجام دیتے تھے۔ ۱۲ جولائی ۲۰۲۰ء کو رات بارہ بجے اپنے گھر میں وفات پائی۔ آپ کے پس ماندگان میں تین بیٹے، چار بیٹیاں اور ایک بیوہ ہے۔

آپ متعدد نیشنل اور انٹرنیشنل کانفرنسوں میں شرکت کرتے ہوئے پاکستان کی نمائندگی بھی کی۔ آپ کی علمی و تحقیقی تصانیف کی تعداد تقریباً ۱۲۰ ہے۔ آپ نے تفسیر، حدیث، تراجم، دفاع حدیث، عقائد و عبادات، معاملات و معاشرت، فقہ واجتہاد اور عدالت جیسے مختلف پہلوؤں پر قیمتی کتابیں اور تحقیقی علمی و مقالات بھی لکھے۔ آپ کی تصانیف میں سے تفسیر "احسن البیان" کو سب سے زیادہ شہرت حاصل ہوئی۔

آپ کا انداز تحریر سادہ، عام فہم، سلاست وروانی اور قرآن وحدیث کے دلائل وبراہین سے مزین ہے۔ آپ کی لکھی گئی تصانیف اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہیں کہ آپ کو ان موضوعات پر مکمل گرفت تھی۔ آپ کا خدمت حدیث کے حوالے سے منکرین حدیث کے تعاقب میں رد کرنے کا انداز یہ ہے کہ مباحث کا تجزیہ اس انداز میں کرتے ہیں کہ پہلے اس کتاب کی عبارت مصنف کے اپنے الفاظ میں نقل کرتے ہیں، مکمل حوالہ درج کرنے کے بعد اس پر نقد و تبصرہ یا اس کا رد کرتے ہیں۔ تمام کتب میں قرآنی آیات اور احادیث نبویہ کو بنیادی حیثیت دی گئی۔

آپ کی تحقیقات کا منہج اسلوب دعوت حق کی کو تسلیم کرنے پر مبنی ہے۔ اس لیے آپ نے اپنی تحریروں کو صرف تنقید برائے تنقید کا ذریعہ نہیں بنایا بلکہ تنقید برائے اصلاح کا عملی جامہ پہنانے کی کوشش کی ہے۔

آپ بڑی فراخ دلی سے اپنوں اور اغیار سب کو دعوت دیتے تھے کہ میری تحریروں میں کہیں آپ کو خلاف حق یا خلاف سنت بات ملاحظہ کریں تو مجھے بلا جھجک مطلع کریں۔ چنانچہ جیسے کہ انکار حدیث کے رد میں امین احسن اصلاحی کے نقد پر لکھی جانے والی کتاب کے عرض مولف میں "آپ اہل علم سے گذارش" کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں: بہر حال اب الحمد للہ یہ سارا علمی مواد کتابی شکل میں زیور طباعت سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آ گیا ہے۔ اہل علم ملاحظہ فرمائیں، اگر اس میں اہل سنت کے مسلک سے انحراف ہے تو اس کی ضرور نشاندہی کریں کیونکہ مقصود مولانا اصلاحی پر تنقید نہیں ہے، ان کے افکار پر تنقید ہے اور ان کے افکار پر تنقید اس لیے ہے کہ وہ سراسر باطل ہیں، ان میں مسلمات اسلامیہ کا انکار ہے، احادیث صحیحہ سے انکار ہے، تمام مفسرین امت کی تسہیل اور راویان حدیث اور ائمہ حدیث کے خلاف بغض و عناد کا اظہار ہے۔

باب سوم

خدمتِ حدیث میں حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے کام کی جہات

فصل اول

حجیت ودفاعِ حدیث

فصل دوم

نظر ثانی شدہ کتب احادیث اور فقہ الحدیث

فصل سوم

تراجم وشروحات اور تحقیقات وتنقیحاتِ حدیث

فصل اول

حجیت و دفاعِ حدیث

نبی اکرم ﷺ کو دنیا میں مبلغ و معلم بنا کر بھیجا گیا اور دین الٰہی کی آخری کتاب قرآن مجید آپ ﷺ کو عطا کی گئی قرآن مجید ایک واضح اور کھلی ہوئی کتاب ہے اس میں کسی قسم کا غموض و خفا نہیں ہے لیکن اس کے بہت سے کلمات مجمل یا کلیات کی شکل میں ہیں جن کی وضاحت رسول اللہ ﷺ نے اپنے قول و عمل سے فرمائی آپ ﷺ کا کام محض کلام الٰہی کو لوگوں تک پہنچا دینا نہیں تھا بلکہ اس کی تشریح بھی آپ ﷺ کے ذمہ تھی۔

﴿وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتفَكَّرُوْنَ﴾ (۱)

”یہ ذکر (کتاب) ہم نے آپ کی طرف اتارا ہے کہ لوگوں کی جانب جو نازل فرمایا گیا ہے آپ اسے کھول کھول کر بیان کر دیں، شاید کہ وہ غور و فکر کریں۔“

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُـبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوْا فِيهِ وهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّوْمِنُوْنَ﴾ (۲)

”اس کتاب کو ہم نے آپ پر اس لئے اتارا ہے کہ آپ ان کے لئے ہر اس چیز کو واضح کر دیں جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں اور یہ ایمان داروں کے لئے راہنمائی اور رحمت ہے۔“

قرآن کے بغیر دین اسلام کے علم کا تصور محال ہے۔ اسی طرح شارح قرآن کے بغیر قرآن کا علم حاصل نہیں ہو سکتا۔ اسی لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن اور حدیث میں کوئی فرق روا نہیں رکھا۔ ان نفوس قدسیہ کے نزدیک نہ صرف دونوں واجب الاطاعت تھے بلکہ انہوں نے عملاً یہ ثابت کیا کہ ان کے نزدیک احادیث احکام قرآن ہی کا تسلسل تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ان فیصلوں کو جو قرآن کریم میں منصوص نہیں، کتاب اللہ ہی کے فیصلے قرار دیا۔ مثلاً شادی شدہ زانی کے لیے حد رجم، نبی آخر الزماں صلی اللہ ﷺ نے قرآن کے عموم میں تخصیص کر کے صادر فرمائی اور اسے ”کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ“ قرار دیا۔

تاریخ اسلام میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دور غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔ اس دور میں ان کے مابین اگر کبھی اختلاف پیدا بھی ہوا تو حدیث رسول معلوم ہوتے ہی وہ اختلاف ختم ہو گیا کیونکہ صحابہ کرام حدیث کو اسی طرح حجت تسلیم کرتے تھے جس طرح قرآن کو تسلیم کرتے تھے۔ اور یہ حقیقت اسلام مخالف عناصر بھی تسلیم کرتے ہیں۔ دونوں کو یکساں اہمیت دینے ہی کا نتیجہ تھا کہ یہ دور پوری تاریخ اسلام کا درخشاں ترین اور لائق تقلید دور قرار پایا۔ نبی

---

(۱) النحل:۴۴

(۲) النحل:۶۴

اکرم ﷺ کی جانشینی اور تدفین پر صحابہ کرام میں شدید اختلاف ابھرا۔ مسئلہ حل کرنے کے لیے گفتگو جاری رہی اور جونہی حدیث سامنے آئی یہ اہم اور نازک مسئلہ فوراً حل ہو گیا۔

کتاب عظمتِ حدیث (حجیت وعظمت حدیث)

زیر نظر کتاب ''عظمت حدیث'' کے مضامین میں فاضل مؤلف حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اسی بنا پر منکرین حدیث کو اپنے اولین مخاطب قرار دیا جو حدیث کو ماخذ دین تسلیم نہیں کرتے۔ اور اپنے مخصوص تحقیقی اور داعیانہ انداز میں حدیث کو بنی نوع انسان کی اہم ضرورت ثابت کیا ہے۔ مصنف کی یہ دلیل برہان قاطع کی حیثیت رکھتی ہے کہ صحابہ کرام کے بعد تابعین و تبع تابعین اور ائمہ محدثین کے ادوار میں حدیث کی تشریعی حیثیت مسلمہ رہی بلکہ کوئی دور ایسا نہیں گزرا کہ اہل سنت والجماعت میں یہ مسئلہ مختلف فیہ رہا ہو۔ حدیث کی اس تشریعی اہمیت ہی کے باعث اللہ تعالیٰ نے تکوینی طور پر محدثین کا ایسا بے مثال گروہ پیدا فرمایا جس نے حدیث رسول کی حفاظت کا ایسا سامان کیا کہ انسانی عقلیں ان کاوشوں کو دیکھ کر دنگ رہ گئیں اور محدثین نے حدیث رسول کی تہذیب وتنقیح کے لیے ایسے علوم ایجاد کیے جو مسلمانوں کے لیے سرمایہ ہیں۔ اگر حدیث رسول کی یہ تشریعی اہمیت نہ ہوتی تو محدثین کو حفاظت حدیث کے لیے اتنی عرق ریزی کی ضرورت کیا تھی؟

حدیث نبوی قرآن مجید کے سمجھنے کے لیے بہت ضروری ہے۔ کیونکہ اگر حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کریم سے الگ کر دیا جائے تو صرف قرآن مجید سے ضابطہ حیات کی تکمیل نہیں ہو سکتی، قرآن کریم ایک اصولی کتاب ہے اور اس کا کام اصول وکلیات بیان کرنا ہے۔ اس کی جزئیات کے لیے ہمیں ترجمان القرآن رسول کریم ﷺ کی احادیث کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ قرآن مجید کے سمجھنے اور اسلام پر چلنے کے لیے سنت رسول اس علم کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس کی حیثیت ماخذ دین کی سی ہے۔

حدیث کا شرعی مقام یہ ہے کہ قرآن کریم کی طرح اور اس کے بالکل مساوی یہ بھی شرعی ماخذ ہے اور اس کو یہ مقام خود اللہ تعالیٰ نے دیا ہے، اللہ کی کتاب میں اللہ تعالیٰ پر ایمان کو رسول اللہ ﷺ پر ایمان کے ساتھ فرض قرار دیا ہے اور کسی جگہ دونوں کے درجہ اور حکم میں کوئی تفریق نہیں کی گئی ہے چنانچہ اہل ایمان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَى أَمْرٍ جَامِعٍ لَمْ يَذْهَبُوا حَتَّى يَسْتَأْذِنُوهُ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ أُولَئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ فَأْذَنْ لِمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴾(1)

''باایمان لوگ تو وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر یقین رکھتے ہیں اور جب ایسے معاملہ میں جس میں لوگوں کے جمع ہونے کی ضرورت ہوتی ہے نبی کے ساتھ ہوتے ہیں تو جب تک آپ سے اجازت نہ لیں

(۱) النور:۶۲

نہیں جاتے۔ جو لوگ ایسے موقع پر آپ سے اجازت لے لیتے ہیں حقیقت میں یہی ہیں جو اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاچکے ہیں پس جب ایسے لوگ آپ سے اپنے کسی کام کے لئے اجازت طلب کریں تو آپ ان میں سے جسے چاہیں اجازت دے دیں اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے بخشش کی دعا مانگیں، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے"

مسلمانوں نے آغاز اسلام سے لے کر آج تک اس ۱۴۰۰ سالہ تاریخ میں قرآن مجید کے بعد حدیث کی ایسی خدمت کی جس کی مثال پیش نہیں کی جاسکتی اور ہر دور میں مسلمانوں نے اس پر ایمان رکھا کہ شریعت اسلامی کے دو ہی سرچشمے ہیں۔

کتاب "عظمت حدیث" بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جس میں حدیث کی عظمت وحجیت اور اس کے تقاضوں کو واضح کیا گیا ہے تاکہ اس طرز استدلال سے منکرین حدیث اور عام قارئین پر حجت حدیث کی حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جائے۔ بے شک آپ ﷺ کے جو فرامین صحیح سند سے ثابت ہیں وہ دین میں حجت اور واجب الاطاعت ہیں۔

حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی ۹۹ صفحات پر مشتمل یہ کتاب دار السلام، لاہور سے رمضان المبارک ۱۴۲۷ھ بمطابق اکتوبر ۲۰۰۶ء میں منصہ شہود پر آئی۔

یہ کتاب چند مضامین کا مجموعہ ہے جن کے مخاطب مختلف قسم کے لوگ ہیں۔ ان میں سے اولین مخاطب، منکرین حدیث کا گروہ ہے جو حدیث کی تشریعی حیثیت اور اس کے ماخذ دین ہونے کا منکر ہے جبکہ حدیث کے بغیر نہ قرآن کو سمجھا جاسکتا ہے اور نہ ہی دین اسلام پر عمل ہی کیا جاسکتا ہے۔ اس اعتبار سے یہ گروہ حدیث کا انکار کر کے دراصل اسلام کی عمارت کو ڈھانا چاہتا ہے۔

اس کتاب میں منکرین حدیث اور عام قارئین پر حجیت حدیث کی حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی حیثیت مطاع ومتبوع اور قرآن کے معلم ومبین کی ہے۔ اس لیے آپ ﷺ کے جو فرامین صحیح سند سے ثابت ہیں وہ دین میں حجت اور اسی طرح واجب الاطاعت ہیں جس طرح قرآنی احکام پر عمل کرنا اہل ایمان کے لیے ضروری ہے اور اگر بعض عناصر نہ ماننے کی روش پر قائم رہتے ہیں تو غیر جانبدار محقق یقیناً اس نتیجے پر پہنچے گا کہ دراصل یہ علمی اختلاف رائے کے بجائے کسی اور نوعیت کے اختلاف میں مبتلا ہیں۔

حدیث کی تشریعی حیثیت کے منکرین کے علاوہ مؤلف نے حدیث کے بارے میں کچھ طرز عمل کے نقصانات کا جائزہ لیا ہے اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مسند کے جانشین حضرات کو شاہ صاحب ہی کی زبان میں تفہیم کی شاندار کاوش کی ہے۔

تیسرے مخاطب، بعض اہل حدیث حضرات ہیں جن کا رویہ بعض معاملات میں محدثانہ روش کے خلاف ہے۔ اور وہ بعض ضعیف احادیث پر عمل کرنے پر اس وجہ سے اصرار کرتے ہیں کہ بعض بزرگوں کا ان پر عمل رہا ہے یا انہوں نے ان احادیث کو اپنی کتابوں میں درج کیا ہے۔ اس رویہ کو اصلاحی جامہ پہنانے کے لیے مؤلف لکھتے ہیں:

> ”لیکن ہمیں افسوس ہے کہ بعض اہل حدیث عوام وخواص کی طرف سے اس مسلکی منہج اور مزاج وتربیت کے برعکس یہ باتیں سننے میں آرہی ہیں کہ فلاں بزرگ تو اتنے بڑے عالم تھے، انھوں نے اپنی کتاب میں یہ روایات بیان کی ہیں، یا عرصہ دراز سے اہل حدیث ان پر عمل کرتے چلے آرہے ہیں، یا ہم شیخ البانی کے یا فلاں محقق کے مقلد تھوڑے ہی ہیں؟“(۱)

یہ مذکورہ عبارت لکھنے کے بعد اصلاح امر کی جانب توجہ مبذول کرواتے ہیں اور فرماتے ہیں:

> ”ہم ان سے یہ گزارش کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ ان کی مذکورہ باتیں یکسر سطحی بھی ہیں اور اس مسلک محدثین سے انحراف بھی، جس کے حامل اور علم بردار اہل حدیث ہیں۔“(۲)

مزید یہ موقف اپنانے والوں کے خدشات کا ازالہ بھی کرتے ہیں ان سلف کی کتابوں میں درج روایات کے بارے میں آگاہی دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ”واقعہ یہ ہے کہ جن بزرگوں نے وہ روایات اپنی بعض تالیفات میں درج کی ہیں، تو انھوں نے تحقیق کے بغیر درج کر دی ہیں، ان کی تحقیق کی طرف انہوں نے توجہ نہیں دی، اس لیے وہ تو یقیناً معذور ہیں اور جو حضرات اب تک ان پر عمل کرتے آئے ہیں وہ بھی ماجور ہی ہوں گے اس لیے کہ ان کی نیت حدیث پر عمل کرنے کی تھی اور وہ اِن شاءَ اللہ تعالیٰ کے ہاں عامل بالحدیث ہی شمار ہوں گے۔ لیکن اب یا کسی وقت بھی ان کا ضعف ثابت ہو گیا تو پھر ایسی احادیث پر عمل کا کوئی جواز نہیں ہو گا۔ ضعف ثابت ہونے کے بعد ان پر محض اس لیے عمل کرنا کہ فلاں بزرگ یہ لکھ گئے ہیں، یا فلاں بڑے عالم نے اسے اپنی کتاب میں درج کیا ہے، یا ان پر عمل کرتے ہوئے ہماری عمریں گزر گئی ہیں۔“(۳)

چوتھے نمبر پر تمام مسلمان اور ہر مکتب فکر کے لوگوں کو یہ سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے جس کے لیے آپ نے کتب احادیث کا مطالعہ کرتے وقت مندرجہ ذیل تین باتوں کو مدنظر رکھنے کی تلقین کی ہے:

نیت کا خالص کرنا

کتب احادیث کا مطالعہ کرتے ہوئے ایک عام مسلمان کو خلوص نیت کے وصف سے متصف ہونے کے بارے میں فرماتے ہیں:

---

(۱) حافظ صلاح الدین یوسف، عظمت حدیث، ناشر: دارالسلام لاہور طبع ندارد، سن اشاعت ندارد، ص:۸۱

(۲) حافظ صلاح الدین یوسف، عظمت حدیث، ص:۸۱

(۳) حافظ صلاح الدین یوسف، عظمت حدیث، ص:۸۲

"کتب احادیث کے اُردو تراجم کو پڑھتے وقت ایک تو اپنی نیتوں کو خالص کریں، یعنی ان کے دل میں یہ نیت ہو کہ ہم نے حدیث رسول کو ہر صورت میں ماننا ہے اور اس کو دوسروں کی رائے کے مقابلے میں ترجیح دینی ہے۔"(۱)

دعائے ہدایت

دوسری نصیحت ہدایت کی دعا کے بارے کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اللہ سے صحیح راستے کی رہنمائی کی دعا کریں، یہ ہم ہر نماز میں پڑھتے بھی ہیں۔﴿ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ﴾ "اے اللہ! ہمیں سیدھا راستہ دکھا"، لیکن ترجمہ نہ جاننے کی وجہ سے اس کا ہمیں صحیح معنوں میں احساس وشعور نہیں ہوتا۔ آپ دل کی گہرائیوں سے یہ دعا کریں، اور خاندانی طور پر یا مخصوص ماحول کے زیر اثر آپ نے جس مسلک کو اپنایا ہوا ہے، اس پر قانع نہ رہیں اور ہدایت کی طلب صادق اپنے دل میں پیدا کریں اور اس کے پانے کی دعا بھی کریں۔"(۲)

اسباب ووسائل پر مزید محنت

صرف دنیا کے اسباب اور وسائل پر قناعت نہیں کرنا چاہیے بلکہ اپنی محنت اور جدوجہد سے اپنی صلاحیتوں اور وسائل میں اضافہ کے ساتھ ساتھ ان نعمتوں کے ذریعے دنیا کے ساتھ آخرت کی کامیابی کا بھی سامان کریں، لکھتے ہیں:

"آپ اپنی عقل وفہم کو استعمال کرنے کی ضرورت ہی محسوس کریں بلکہ انھی مذہبی روایات پر عمل کر لینے کو کافی سمجھتے رہیں جو آپ کو اپنے خاندان یا ماحول سے ورثے میں ملیں۔ یہ عدل وانصاف نہیں ہے، اللہ کی دی ہوئی نعمت عقل وفہم کا صحیح استعمال نہیں ہے۔ یہ اپنے نفس پر اور اپنی آل اولاد پر ظلم ہے۔ آپ اپنے آپ کو بھی اور اپنی آل اولاد کو بھی اس خسران آخرت سے بچانے کی کوشش کریں جو صراط مستقیم سے انحراف کی صورت میں آپ کا مقدر بن سکتا ہے۔ اور اس کا طریقہ وہی ہے جو ہم نے گزشتہ سطور میں بیان کیا ہے۔"(۳)

تجزیہ

قرآن مجید کے احکامات مجمل ہیں اور ان کے احکامات کی تبیین رسول اللہ ﷺ نے اپنے قول وعمل سے فرمائی۔ اگر حدیث نبوی ﷺ کو پس پشت ڈال دیا جائے اور یہ پروپیگنڈہ کیا جائے کہ ہمیں قرآن ہی کافی ہے تو ایسا پروپیگنڈہ کرنے والے بے علم اور جاہل ہیں ان کا یہ اندازہ صحیح نہیں ہے کیونکہ بہت سی آیات قرآنی کا مطلب ومفہوم حدیث نبوی ﷺ کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا، مثلاً:

---

(۱) حافظ صلاح الدین یوسف، عظمت حدیث، ص:۸۹

(۲) حافظ صلاح الدین یوسف، عظمت حدیث، ص:۸۹

(۳) حافظ صلاح الدین یوسف، عظمت حدیث، ص:۸۹

﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَاكَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيمَ﴾[1]

"یقیناً ہم نے آپ کو سات آیات دے رکھی ہیں جو کہ دہرائی جاتی ہیں اور عظیم قرآن بھی دے رکھا ہے۔"

یہ سبع مثانی سے کیا مراد ہے حدیث نے اس کی وضاحت کی ہے کہ اس سے مراد سورۃ فاتحہ ہے یہ سبع آیات ہیں جو نمازوں میں بار بار دہرائی جاتی ہیں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

"یہ سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے جو میں دیا گیا ہوں"[2]

ایک اور حدیث میں فرمایا:

((ام القران هی السبع المثانی والقران العظیم))[3]

"سبع المثانی کے معنی بار بار دہرانے کے کیے گئے ہیں۔"

تجزیہ

عظمت حدیث کے نام سے حجیت حدیث کے باب میں لکھی گئی کتاب میں آپ نے جہاں حجیت حدیث کے دلائل وبراہین پیش کیے اور نہ صرف حدیث کا انکار کرنے والوں کے شبہات کا ازالہ کرنے کوشش کی ہے اور اسی طرح اس علم کو سیکھنے کے لیے دعوتِ فکر دی ہے بلکہ ہم خیال افراد کے روش میں بھی جہاں حدیث کے حوالے سے کمزوری دیکھی اس کی بھی اصلاح کی۔ مزید عوام کو بھی اس باب میں حدیث کی اہمیت واضح کرتے ہوئے متنبہ کیا کہ عوام کو بھی فقہی تعصب سے بالاتر ہو کر مطالعہ کریں تاکہ اس حسن نیت اور اخلاص کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی مدد ان کے شامل حال رہے۔

یہ طریقہ مطالعہ ان شاء اللہ ان کے لیے ہدایت اور درست راہ پانے کا ذریعہ اور اُخروی سعادت کا باعث ہو گا۔ اسی طرح آپ نے ضعیف احادیث کے بارے میں چند اہم اور ضروری مباحث کا خلاصہ بھی لکھا ہے جس میں آپ نے غازی عزیر صاحب کی کتاب "ضعیف احادیث کی معرفت اور ان کی شرعی حیثیت" کے بعض اہم مباحث کا خلاصہ پیش کیا ہے جس میں ضعیف حدیث پر عمل کے حوالے سے امت کے اندر پائے جانے والے مواقف کا بھرپور جائزہ ہے۔

---

(۱) الحجر:۸۷

(۲) صحیح بخاری تفسیر سورۃ الحجر

(۳) حوالہ مذکور

انکار و دفاعِ حدیث

برصغیر ہند و پاک میں انیسویں صدی عیسوی کا اختتام اور بیسویں صدی پوری کی پوری اور پھر اکیسویں صدی کا آغاز اس حیثیت سے نمایاں ہے کہ اس دور میں حدیث رسول ﷺ کی آئینی و تشریعی حیثیت پر انکار سے لے کر استخفاف تک کی الگ الگ جہات سے حملے ہوئے۔ منکرین حدیث کے باقاعدہ گروہ بنام اہل قرآن سے لے کر ایسے مفکرین کی کھیپ تک جو صاف چھپتے بھی نہیں اور سامنے آتے بھی نہیں کے مصداق حدیث کے تئیں ناقابل اطمینان موقف رکھتے تھے ایسے ایسے نمونے نظر آئے کہ ان میں سے ہر شخص اپنے آپ میں سنت کی آئینی حیثیت کو مخدوش کرنے والے افکار کی ایک انجمن تھا۔

حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا یہ امتیاز ہے کہ انھوں نے سنت کی آئینی حیثیت کے تعین سے لے کر اس کے دفاع تک ہر سطح پر کام کیا۔ دفاع حدیث کے باب میں حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے خاص طور پر ان شخصیات اور مسائل پر زیادہ توجہ دی جن پر دوسروں نے کم توجہ دی یا نہیں دی اس طرح کہ خلا کو پر کیا جائے اور دوسروں کے کام کی تکمیل کر کے بھٹکے ہوؤں پر حجت قائم کرنے کی ذمہ داری سے امت کو عہدہ برآ کیا جائے۔ کسی سے متعلق مفصل اور سلسلہ وار لکھا تو کسی کے متعلق اجمالی طور پر، تصنیفات بھی اور مختصر یا مفصل مضامین بھی لکھے۔ بیسویں صدی کی دفاع حدیث کی تاریخ لکھی جائے گی تو حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ ان ناموں میں سے ایک ہو گا جو سرفہرست ہوں گے۔ سر دست میسر مراجع کی روشنی میں دفاع حدیث کے جو میدان یا افراد یا افکار آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تحریروں میں ملتے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

انکار حدیث کا مطلب اور منکرین حدیث کا مصداق کون؟

یہ مقالہ سہ ماہی مجلہ البیان کراچی جولائی تا دسمبر ۲۰۱۵ء شمارہ نمبر ۱۴، ۱۵ میں چھپا جس میں آپ نے مذکورہ سوال کے جواب میں علمی بحث کی ہے اور انکار حدیث کا مطلب سمجھانے کی کوشش کی ہے آپ ابتداء میں فرماتے ہیں کہ:

> "مستشرقین کے ڈسے ہوئے یا شاید مغرب کی عشوہ طرازیوں سے مسحور، یا اپنے خود ساختہ نظریات کے فتراک کے نخچیر، جس حدیث کو چاہتے ہیں قبول کر لیتے اور جس کو چاہتے ہیں رد کر دیتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ احادیث جن کی صحت پر امت مسلمہ متفق ہے اور انہیں امت کا تلقی بالقبول حاصل ہے (جیسے صحیحین کی احادیث اور دیگر صحیح احادیث ہیں) تو وہ اگر ان کے مزعومات اور باطل نظریات کے خلاف ہوتی ہیں تو وہ مردود اور ضعیف و منکر، حتیٰ کہ موضوع روایت سے بھی اگر ان کا مطلب پورا ہوتا ہو تو وہ مقبول قرار پاتی ہیں۔ اس طرح وہ بہت سی صحیح حدیثوں کو خلاف قرآن یا عقل کے خلاف باور کراتے ہیں اور ان کو رد کر دیتے ہیں۔ جب کہ مسلم امہ کے علماء اور ائمہ احادیث، ہر اس حدیث کو صحیح اور قابل حجت سمجھتے ہیں جو

محدثین کے بنائے ہوئے نقد و تحقیقِ حدیث کے اصول اور ضوابط جرح و تعدیل کی روشنی میں صحیح قرار پاتی ہے یا قرار پائی ہے اور جو اس کے برعکس ہیں وہ ضعیف، منکر یا موضوع ہیں اور وہ نا قابلِ حجت ہیں۔"(۱)

مزید آپ حدیث کو رد کرنے والوں کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

"اس طرح حدیث ان باطل نظریات کے حامل گروہوں کے ہاں تختہ مشقِ ستم بنی ہوئی ہے اور طرفہ تماشہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو حدیث کا حمایتی اور حدیث کا ماننے والا باور کراتے ہیں۔ لیکن حدیث کو رڈ کرنے کے لئے حدیث کی ایسی تعریف کرتے ہیں جس سے حدیث از خود مردود قرار پا جاتی ہے۔"(۲)

دو صفحات کی بحث کے بعد منکرین حدیث کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"علیٰ وجہ البصیرت جائزہ لینے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ مسلّمہ اصلاحات کو ان کے مسلّمہ مفہوم کے مطابق ماننے کے بجائے، ان کے مفہوم میں تبدیلی کرنا اور اپنے ذہنی تحفظات یا خود ساختہ نظریات اور باطل مزعومات کی روشنی میں ان کا نیا مفہوم گھڑنا، یہ ان کی گمراہی کی اصل بنیاد ہے اور اس فن کارانہ چابکدستی سے وہ بہت سے لوگوں کو یا کم از کم اپنے حلقہ ارادت کو یہ باور کروادیتے ہیں کہ وہ ان چیزوں (مسلمات) کے منکر نہیں ہیں جو ان اصطلاحات کا متبادر مفہوم ہے، یا اگر وہ ان کے منکر ہیں تو اس کی وجہ وہ احادیث ہیں جو قرآن کے خلاف ہیں۔"(۳)

تجزیہ

مذکورہ مقالہ جو کے انکار حدیث کا مطلب اور منکرین حدیث کا مصداق کون ہے؟ ایک سوال ہے جس کے جواب میں آپ نے سوال کو ہی عنوان دیتے ہوئے بتایا کہ انکار حدیث کس طرح خاموشی سے سرایت کرتا ہے یا کیا جاتا ہے کہ بارے میں عمدہ مقالہ ہے جس سے ابتدائی طلبہ کو اس شنیع عمل سے بچنے میں اور اس کے سمجھنے میں مناسب حد تک رہنمائی ملتی ہے۔ انکار حدیث کو سمجھانے کے لیے آپ نے مقالہ میں انکار ختم نبوت کی مثال بیان کی جس سے منکرین حدیث کی پہچان کرنے میں آسانی ہو جاتی ہے اور انکار حدیث کے مرتکب کا تعین کرنا بھی حدیث کے طالب علم کے لیے سہل ہو جاتا ہے۔

---

(۱) مجلہ البیان، (سہ ماہی) "انکار حدیث کا مطلب اور منکرین حدیث کا منکر کون؟" حافظ صلاح الدین یوسف، مجلس البحث العلمی المدینہ اسلامک ریسرچ سنٹر، کراچی، شمارہ نمبر: ۱۵، ۱۴، جولائی تا دسمبر ۲۰۱۵، ص: ۳۹

(۲) مجلہ البیان، (سہ ماہی) "انکار حدیث کا مطلب اور منکرین حدیث کا منکر کون؟" حافظ صلاح الدین یوسف، شمارہ نمبر: ۱۵، ۱۴، جولائی تا دسمبر ۲۰۱۵، ص: ۴۰

(۳) مجلہ البیان، (سہ ماہی) "انکار حدیث کا مطلب اور منکرین حدیث کا منکر کون؟" حافظ صلاح الدین یوسف، شمارہ نمبر: ۱۵، ۱۴، جولائی تا دسمبر ۲۰۱۵، ص: ۴۲

فتنہ انکار حدیث تاریخ اسلام میں با قاعدہ ایک فرقہ کی حیثیت سے بیسویں صدی عیسوی میں ظہور پذیر ہوا اور علماء عرب کے مقابلے برصغیر ہندوپاک کے علماء نے اس میدان میں سب سے زیادہ کام کیا کیونکہ اس فتنہ کو انہوں نے سب سے قریب سے دیکھا اور گھر کے بھیدی کی حیثیت سے اس کا بھرپور تعاقب کیا اور یہ کہنے میں شاید مبالغہ نہ ہو کہ آج علمی دلائل کے اعتبار سے ایک گروہ کی حیثیت سے یہ فتنہ اپنی آخری سانسیں گن رہا ہے۔ بحیثیت فکر اس کی طاقت ٹوٹ چکی ہے۔ جب کبھی کہیں پر بھی سر اٹھاتے ہیں تو اللہ کے فضل و کرم کے بعد علماء، محدثین اور فقہاء کی علمی کاوشیں مدافع سنت کی حیثیت سے منظر عام پر ہوتی ہیں اور میدان کا منظر یہ ہے:

﴿ كُلَّمَا أَوْقَدُوا نَارًا لِلْحَرْبِ أَطْفَأَهَا اللَّهُ ﴾(۱)

"وہ جب کبھی لڑائی کی آگ کو بھڑکانا چاہتے ہیں تو اللہ تعالی اسے بجھا دیتا ہے۔"

دور دوراں میں بھی نوجوان نسل کے لیے لازم ہے کہ اس باب میں مجتہد مطلق بننے کے بجائے ان علمائے کرام کی محنتوں سے بھرپور فائدہ اٹھائیں تاکہ البركة مع أكابركم "برکت بڑوں کے ساتھ ہے۔" کے مصداق اس ذخیرہ میں علم ومشاہدہ کا ایسا حسین امتزاج ہے کہ شبہات سے متاثر ہر طالب علم دلائل کے زور سے زیر ہو جائے اور اس فتنہ کا شکار شخص اگر منصف ہو تو یہ ذخیرہ انکار حدیث کے شبہات کے زہر کے لیے تریاق بن جائے۔

حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حدیث کے دفاع اور خدمت کے باب میں بڑی عظیم خدمات انجام دی ہیں۔ اس سلسلے میں درج ذیل تصانیف میں بڑا مفصل کام کیا ہے:

کتاب "فکر فراہی اور اس کے گمراہ کن اثرات"

اس کتاب میں حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا فراہی(۲) کے "خدمت قرآن" کا علمی و تحقیقی جائزہ لے کر اس پر نقد کیا ہے اور واضح کیا ہے کہ ان کے افکار منہج سلف سے کلی طور پر متصادم ہیں۔ یہ ایسا گروہ ہے جو برملا حدیث کا انکار کرنے والوں سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب کو اس اسلوب پر مرتب کیا ہے کہ پہلے "نظم قرآن" کے عنوان سے پیدا ہونے والے نئے فتنے کے بارے میں بحث کی ہے کہ "یہ فتنہ کیا ہے؟ جیسے لکھتے ہیں کہ:

> "جو حق صاحب قرآن، حامل قرآن اور پیغمبر ﷺ کو حاصل نہیں ہے وہ حمید الدین فراہی، اصلاحی اور غامدی کو کیسے حاصل ہو گیا؟ مزید یہ کہ انکار حدیث کے اس فتنے، معجزات قرآنی کا انکار، مسلمات اسلامیہ کا انکار، منصب رسالت کا انکار، شریعت سازی کا ارتکاب، قرآن کے مقابلے میں تورات پر ایمان، قرآن

---

(۱) سورۃ المائدۃ:۶۴

(۲) مولانا حمید الدین فراہی ۱۸ نومبر ۱۸۶۳ء کو بھارت کے صوبہ یوپی، ضلع اعظم گڑھ کے ایک گاؤں پھریہا میں پیدا ہوئے۔ آپ نے دس سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد فارسی کی تعلیم حاصل کی اور پھر مولانا شبلی نعمانی سے عربی اور درس نظامی کی کتب پڑھنے لگے۔ آپ انگریزی، فلسفہ جدیدہ اور قانون کی تحصیل کے بعد تدریسی خدمات میں مشغول ہو گئے۔ آپکی تقریباً ۲۷ تصانیف منصہ شہود پر آئی ہیں۔ آپ نے ۱۱ نومبر ۱۹۳۰ء کو وفات پائی۔

کریم کی معنوی تحریف اور قرآن کریم کی من مانی تاویل وغیرہ کو کئی فتنوں کا سرچشمہ کہا ہے۔"[1]

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فکر فراہی[2] کے چھ اصولوں کا تجزیہ کر کے ثابت کیا ہے کہ ان اصولوں کا نتیجہ انکار حدیث ہے۔ جیسا کہ آپ نے چھ اصولوں کا تجزیہ کرتے ہوئے تیسرے اصول کے تحت انکارِ حدیث کی مثالیں دیتے ہوئے فکر فراہی کی عبارت بیان کی فرماتے ہیں:

"انکار حدیث کا ایک اور شاخسانہ: سیدہ ہاجرہ کے واقعۂ صحیح بخاری کا انکار کر کے "سعی بین الصفا والمروہ" کی من مانی فراہی تاویل ملاحظہ ہو:

"سعی کی رسم بھی اسی واقعۂ قربانی ہی کے ایک معاملے کی ایک یادگار ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام صفا کی طرف سے آئے اور جوش اطاعت وبندگی میں پوری مستعدی اور سرگرمی سے مروہ کی طرف بڑھے۔ سعی اس معاملے کی یادگار کی حیثیت سے ذریت اسماعیل علیہ السلام میں محفوظ رہ گئی۔ کیونکہ سعی عربی میں اس سرگرمی اور مستعدی کو کہتے ہیں جو بندہ اپنے آقا کی فرماں برداری اور اطاعت اور اس کے حکموں کی تعمیل میں ظاہر کرتا ہے"[3]۔"[4]

ان مثالوں کے بعد حدیث کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے اور دفاع میں لکھتے ہیں:

"واقعہ یہ ہے کہ احادیث کا انکار کر کے قرآن کی من مانی تفسیر کرنا ایسا خطرناک اور عظیم فتنہ ہے کہ اس کا مرتکب پھر گمراہی کی دلدل میں پھنستا ہی چلا جاتا ہے۔ فراہی گروہ بھی اپنے امام کی تقلید میں اس فتنے کا شکار ہے تو وہ بھی اپنے امام سمیت اس سے جنم لینے والی گمراہیوں میں "گوڈوں، گوڈوں" مبتلا ہے۔"[5]

اس کے بعد مزید مطلقاً تبصرہ کرتے ہوئے آپ رحمۃ اللہ علیہ اسی صفحہ پر لکھتے ہیں:

"مذکورہ مثالوں سے یہ واضح ہے کہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے بیان کردہ شان نزول سے، جو ان اسباب وواقعات کے عینی شاہد تھے، قرآن کریم کے ان مقامات کی حتمی اور یقینی وضاحت ہو جاتی ہے جن کی بنا پر وہ آیات نازل ہوئی تھیں۔ جب کہ شان نزول کی مستند روایات کو، جو عینی شہادت کا مقام رکھتی ہیں، نظر انداز کر کے اپنی عقل نارسا سے یا فکر سقیم کے ذریعے سے شان نزول کا تعین کرنا، اندھیرے میں تیر چلانے کے مترادف اور سراسر غیر یقینی بلکہ گمراہی ہی ہے اور ظن فاسد اور تخمین باطل ہے۔ یہ واضح

(۱) حافظ یوسف صلاح الدین، فکر فراہی اور اس کے گمراہ کن اثرات ایک علمی تحقیقی جائزہ، المدینہ اسلامک ریسرچ سنٹر، کراچی، سن اشاعت: ۲۰۱۹، ص ۴۱

(۲) مولانا امین احسن اصلاحی ۱۹۰۴ء میں اعظم گڑھ کے ایک گاؤں موضع جمہور میں پیدا ہوئے۔ آپ عربی زبان کے علاوہ قرآن، حدیث، فقہ، فارسی، انگریزی اور کلامی علوم کے ماہر تھے۔ آپ نے مولانا حمید الدین فراہی سے درس قرآن، تفسیر، سیاسیات، فلسفہ اور عربی شاعری کے علوم حاصل کئے۔ آپ نے ۵۵ سال صرف کر کے تفسیر تدبر قرآن" مرتب کی جو ۱۹۸۰ء میں مکمل ہوئی۔ آپ کچھ عرصہ جماعت اسلامی کے نائب اور مولانا مودودی کے جانشین بھی رہے۔ آپ نے ۱۹۹۷ء میں لاہور میں وفات پائی اور ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی میں مدفون ہیں۔

(۳) مولانا امین احسن اصلاحی، ذبیح کون ہے، مرکزی انجمن خدام القرآن، ۱۲ افغانی روڈ، سمن آباد، لاہور، ۱۹۷۵ء، ص ۱۳۶

(۴) یوسف صلاح الدین، حافظ، فکر فراہی، ص: ۹۵

(۵) یوسف، صلاح الدین، حافظ، فکر فراہی، ص ۹۶

ہدایت کو چھوڑ کر گمراہی کو اختیار کرنا ہے، یقین کو چھوڑ کر ظن و تخمین کے پیچھے دوڑنا ہے، روشنی کو چھوڑ کر اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارنا ہے حق کو چھوڑ کر باطل کو اختیار کرنا ہے اوروحیٔ الٰہی کو چھوڑ کر وحیٔ شیطانی کی پیروی کرنا ہے۔"(۱)

دفاع حدیث میں فراہی صاحب کے درج ذیل چھ اصول بالدلائل بیان کر کے حدیث کی حجیت ثابت کی اور فراہی صاحب کا انکار واضح کیا:

پہلا اصول: حدیث کی حیثیت فرع کی ہے۔

دوسرا اصول: احادیث تمام تر قرآن سے مستنبط ہیں

تیسرا اصول: شان نزول صرف قرآن سے اخذ کرنا چاہیے۔

چوتھا اصول: حدیث سے قرآن کا کوئی حکم منسوخ نہیں ہو سکتا

پانچواں اصول: قرآن کی تفسیر میں حدیث کی کوئی اہمیت نہیں

چھٹا اصول: آسمانی (محرف) کتابوں سے تائید حاصل کرنا

مذکورہ اصول بیان کرنے کے بعد آپ **"فراہی صاحب کے اصول ستہ، حدیث اور قرآن دونوں کے انکار کو مستلزم ہیں"** کے نام سے سرخی لکھتے ہیں جس کے تحت آپ رقمطراز ہیں:

"قرآن کریم کی تفسیر کے یہ چھ اصول ہیں جو فراہی صاحب نے بیان کیے ہیں۔ ان میں پہلے پانچ اصول ایسے ہیں کہ ہر اصول کا مآل اور نتیجہ انکار حدیث ہے، جیسا کہ ہم دلائل سے واضح کر آئے ہیں۔ یہ چھٹا اصول، یعنی قدیم آسمانی صحیفے (تورات وغیرہ) ان کے تحریف شدہ ہونے کے باوجود فراہی صاحب کے نزدیک یہ قابل اعتماد اور گوناگوں فوائد کے حامل ہیں۔ اس اصول کے ذریعے سے بھی انہوں نے قرآنی حقائق کا بھی انکار کیا ہے اوراحادیث کا بھی انکار کیا ہے۔ تورات کے بیان پر قرآن کریم کے بیان کردہ معجزے کے انکار کی تفصیل تو قارئین کرام نے ملاحظہ فرمالی، تورات ہی کے بیان پر حدیث "صحیح بخاری کی حدیث" کے انکار کی مثال مولانا فراہی کا یہ موقف ہے کہ: سعی بین الصفاوالمروۃ کا رکنِ حج حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے پانی کی تلاش میں دوڑنے کی یادگار نہیں ہے بلکہ یہ بے ہودہ روایت ہے اور یہودیوں کی گھڑی ہوئی۔ جیسا کہ پہلے اس کا حوالہ گزر چکا ہے۔ اس اعتبار سے یہ چھٹا اصول بیک وقت انکار قرآن اور انکار حدیث دونوں کے انکار کو متضمن ہے۔"(۲)

علامہ فراہی کی بہت سی توجیہات کو قرآن سے متصادم قرار دیتے ہوئے آپ لکھتے ہیں کہ:

"انہوں نے قرآنی مقصد و مفہوم کو اسرائیلی روایات کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی ہے۔ جیسے حضرت موسی علیہ السلام کے دریا عبور کرتے وقت دریا کی کیفیت کے فرق کو واضح کیا ہے کہ قرآن کہتا ہے کہ دریا اس

(۱) یوسف، صلاح الدین، حافظ، فکر فراہی، ص۹۶

(۲) دیکھیے ان کی کتاب "ذبیح کون ہے؟" ص:۱۳۷۔

وقت پر سکون تھا جبکہ فراہی کا نظریہ اس سے متصادم ہے۔"[1]

جہاں علامہ حمید الدین فراہی کے دوسرے تفردات سے اہل علم نے اتفاق نہیں کیا بلکہ ان پر جرح ونقد کیا ہے وہیں ان کی تالیفات میں سے سب سے زیادہ تفسیر سورہ فیل ہدف تنقید بنی ہے کیونکہ اس تفسیر میں انھوں نے ایسی رائے کی مخالفت کی ہے جس کے جمہور قائل ہیں اور پوری تاریخ میں کسی نے اس رائے سے اختلاف نہیں کیا۔ مولانا فراہی نے اپنی رائے کے حق میں جو دلائل پیش کئے ہیں حافظ صاحب نے انھیں غیر معیاری قرار دے کر ان کا تفصیلی جائزہ پیش کیا ہے۔[2] مناسک حج کی تاریخ بیان کرتے ہوئے حافظ صاحب لکھتے ہیں کہ اللہ تعالی کے ارشاد:

﴿ ملة ابيكم ابراهيم ﴾[3]

"تمہارے والد ابراہیم کا دین"

کے مطابق ضروری ہے کہ اس ملت کے امام سے جو چیزیں امت مسلمہ کو ورثہ میں ملی ہیں، جیسے خصائل فطرت اور مناسک حج وغیرہ اس کی ہمیں حفاظت کرنی چاہیے۔[4]

اسی طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنی اس کتاب میں "فراہی صاحب کی نظر میں حدیث کا مقام" کے عنوان سے سرخی باندھتے ہیں جس کے تحت فراہی صاحب درج ذیل عبارت لکھتے ہیں:

> "بعض ماخذ اصل واساس کی حیثیت رکھتے ہیں اور بعض فرع کی۔ اصل واساس کی حیثیت تو صرف قرآن کو حاصل ہے اس کے سوا کسی چیز کو یہ حیثیت حاصل نہیں ہے، باقی فرع کی حیثیت سے تین ہیں۔ ۱۔ احادیث۔ ۲۔ قوموں کے ثابت شدہ اور متفق علیہ حالات۔ ۳۔ گزشتہ انبیاء کے صحیفے جو محفوظ ہیں۔ اگر احادیث، تاریخ اور قدیم صحیفوں میں ظن اور شبہے کو دخل نہ ہوتا تو ہم ان کو فرع کے درجے میں نہ رکھتے بلکہ سب کی حیثیت اصل کی قرار پاتی اور سب بلا اختلاف ایک دوسرے کی تائید کرتے۔"

مذکورہ عبارت ذکر کرنے کے بعد اس کے رد میں رقمطراز ہیں:

> "پہلی چیز، اصل واساس کی ہے کہ وہ صرف قرآن ہے۔ ہمارے نزدیک یہ موقف ہی گمراہی کی سب سے بڑی بنیاد ہے۔ لوگ قرآن کا نام سن کر جھوم اٹھتے ہیں کہ قرآن کی بالادستی کو تسلیم کر لیا گیا ہے۔ لیکن دراصل یہ شیطانی جال اور مقام حدیث کا انکار ہے۔ جب کہ واقعہ یہ ہے کہ حدیث کے بغیر قرآن کو سمجھنا ہی ناممکن ہے اور جب حدیث کے بغیر قرآن کو نہ سمجھا جاسکتا ہے اور نہ قرآنی تعلیمات کا صحیح نقشہ اور تصور ہی سامنے آسکتا ہے۔ تو حدیث بھی قرآن ہی کی طرح اصل واساس کیوں نہیں؟ اس لیے ہمارے نزدیک (تمام محدثین سمیت) جس طرح اسلام کی اصل واساس قرآن ہے، حدیث رسول کو بھی بعینہٖ اسلام کی اصل واساس کی حیثیت حاصل ہے۔ ان کے درمیان یک سر مو فرق کرنا قرآن کا انکار

(۱) یوسف، صلاح الدین، حافظ، فکر فراہی، ص ۱۱۸-۱۱۹

(۲) یوسف، صلاح الدین، حافظ، فکر فراہی، ص ۱۵۳-۱۵۴

(۳) الحج: ۷۹

(۴) یوسف، صلاح الدین، حافظ، فکر فراہی، ص ۲۰۲

ہے۔ بعض ائمہ کرام کے (قول السنۃ قاضیۃ علی الکتاب)(سنن دارمی) کا یہی مطلب ہے۔ دوسرا ظلم اس اقتباس میں حدیث پر اس طرح ڈھایا گیا ہے کہ حدیث کو بالکل وہی مقام دیا گیا ہے جو تاریخ اور قدیم صحیفوں کا ہے۔ کیا یہ دعویٰ صحیح ہے، کیا حدیث کا یہی مقام ہے ؟۔"[1]

تجزیہ

حافظ صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ نے اس کتاب میں فراہی صاحب کی افکار کا جائزہ لیا ہے۔ آپ نے اس کتاب میں ناقدانہ انداز سے اختیار کیا ہے۔ نظم قرآن سے پیدا ہونے والی آزمائش کا رد کیا ہے۔اس کتاب میں چھ اصولوں کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے جس کا تجزیہ اس اسلوب میں پیش کیا گیا ہے کہ یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ ان اصولوں کے تحت کیسے انکار حدیث لازم آتا ہے۔ کتاب میں اکثر مقامات پر فراہی صاحب کی عبارت کو مکمل نقل کر کے نقد پیش کیا گیا ہے اور بعض جگہوں پر نقل کردہ عبارات نامکمل ہیں۔ جس سے بات سمجھنے میں مشکل کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔ اگر ان عبارات کو بھی مکمل نقل کیا جاتے تو مطلوب خوب واضح ہو سکتا تھا۔

(۱) یوسف، صلاح الدین، حافظ، فکر فراہی، ص ۴۵

عصر حاضر میں استخفاف حدیث وانکار حدیث

دفاع حدیث کے باب میں حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے منکرین حدیث کے افکار کا بھرپور رد کیا اور علم کے مصنوعی پردے میں چھپے ہوئے چہروں کو بے نقاب کیا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "مولانا امین احسن اصلاحی اپنے حدیث و تفسیری نظریات کی روشنی" میں لکھتے ہیں:

"اس وقت صرف مولانا امین احسن اصلاحی کے حوالے سے فکر فراہی کی بابت یہی کہا جاسکتا ہے کہ اس گروہ نے " نظم قرآن " کے عنوان پر جو رویہ اختیار کیا ہے، اس میں غلو بھی ہے اور اس کی بنیاد پر انہوں نے قرآن میں متعدد جگہ تحریف معنوی کا ارتکاب کیا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی طرف غلط باتوں کا انتساب بھی کیا ہے ورنہ قرآن کریم میں تحریف معنوی کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ اس طرح جگہ جگہ ایسی باطل توجیہات و تاویلات کی ہیں جو توجیہ القول بمالا یرضی بہ القائل کی مصداق ہیں۔"[1]

مذکورہ عبارت کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دفاعِ حدیث کے باب میں مزید ایسے دلائل کو جو استخفاف اور انکار حدیث پر دلالت کرتے تھے کو اجمالی سرخیوں کی صورت میں ذکر کیا ہے:

- اس میں بیسیوں صحیح اور متفق علیہ احادیث کا انکار ہے۔
- تمام تر متعدد منکر اور ضعیف روایات سے استدلال ہے۔
- محدثین کے وضع کردہ تحقیق حدیث کے اصولوں کو ناکافی قرار دیتے ہوئے نئے اصول وضع کیے تاکہ جس صحیح حدیث کو رد کرنا چاہیں رد کردیں، اور جس منکر اور ضعیف روایت کو مدار استدلال بنانا چاہیں وہ آسانی سے کر سکیں، اور یہ دونوں کام اصلاحی صاحب نے ڈنکے کی چوٹ پر کیے ہیں۔
- صحیح احادیث کو رد کرنے کے لیے مفروضے گھڑے تاکہ صحیح احادیث کو بھیانک رُوپ میں پیش کیا جاسکے۔
- اپنی بات میں محدثین کی طرف جھوٹا انتساب۔
- حد رجم کو فقہ کی طرف منسوب کر کے اسے فقہاء کی ایجاد قرار دینا۔
- نبی ﷺ تک کو (نعوذ باللہ) "تنکح" کے معنی و مفہوم سے ناآشنا قرار دینا، نیز اس لفظ کے نبوی مفہوم کا استہزاء و استخفاف۔
- شان نزول کی صحیح بلکہ متفق علیہ حدیث کو "لایعنی" روایت قرار دینا (تدبر:۵۶/۴)
- اسلامی مسلمات کا انکار، جیسے معراج کا انکار، نزول عیسی اور ان کے رفع آسانی کا انکار، دجال کا انکار اور اس کا استہزاء
- اجماع کا انکار، جیسے حد رجم کا انکار جس پر صحابہ کرام سمیت پوری امت کا اجماع ہے۔

---

(۱) حافظ یوسف، صلاح الدین، مولانا امین احسن اصلاحی اپنے حدیثی وتفسیری آئینے میں، المدینہ اسلامک ریسرچ سنٹر، کراچی، سن اشاعت ۲۰۱۸ء، ص:۴۰

- شریعت سازی کا ارتکاب، جیسے غنڈہ گردی کی تعزیری سزا رجم قرار دینا۔۔۔
- اپنے خانہ ساز نظریہ رجم کے اثبات کے لیے صحابہ وصحابیہ جیسی مقدس ہستیوں کو غنڈہ، عادی اور پیشہ ورزانی باور کرانا۔نعوذ باللہ من ذلك

اسی طرح آپ مزید نشاندہی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ”مولانا اصلاحی صاحب کی شروح ”صحیح بخاری“ اور ”تفسیر تدبر قرآن“ میں اس طرح کی اور بھی متعدد بڑی بڑی غلطیاں ہیں ہے یہاں پر چند نمایاں باتیں ہی پیش کی گئی ہیں مثلاً شرح صحیح بخاری میں اصلاحی صاحب نے بیسیوں صحیح روایات کا انکار، امام بخاری کی عظمت اور صحیح بخاری کی مسلمہ اہمیت کا انکار کیا ہے، راویان حدیث، بالخصوص امام ابن شہاب زہری وغیرہم پر بے بنیاد اور بے سروپا اعتراضات کر کے حدیث اور ائمہ حدیث کے خلاف اپنے بغض وعناد کا بھرپور مظاہرہ کیا ہے وغیرہ وغیرہ۔“[۱]

یہ اجمالاً اصلاحیؔ صاحب کے نفرت حدیث میں اظہار کردہ کچھ نظریات تھے۔

اب یہاں چند افکار کی مزید تفصیل ملاحظہ کریں جو حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے انکارِ حدیث کے تعاقب میں پیش کیے۔ جس سے واضح ہو جائے گا کہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث، منکرین حدیث کے ہاں کیا مقام رکھتی ہیں۔

محدثین اور راویان حدیث سے متعلق خیالات اور کبار محدثین کے بارے میں منکرین کا رویہ

امام بخاری پر نقب زنی کا تجزیہ

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بالاتفاق اہل علم کے ہاں امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں۔ ان کی عظمت اور علم حدیث میں مرتبہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں بلکہ ان کی کتاب صحیح البخاری ”اصح الکتب بعد کتاب اللہ“ کا درجہ رکھتی ہے۔ لیکن اصلاحی صاحب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق جو خیال رکھتے ہیں ذیل کی سطور میں وہ ملاحظہ فرمائیں:

سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اہلیہ سیدہ سارہ کا جو واقعہ صحیح بخاری میں منقول ہے جس میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اہلیہ سارہ کو بہن کہا تھا۔ اس روایت سے متعلق اصلاحی لکھتے ہیں:

> ”بہر حال یہ روایت یہودیوں کا گپ ہے جس کو امام صاحب نے اپنی صحیح میں ٹھونس دیا ہے اور یہ روایت صحیح بخاری کے سوا، جہاں تک مجھے یاد ہے، اور کہیں نہیں ہے۔“[۲]

مندرجہ بالا عبارت میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیر اور احادیث کے اندراج کو ”ٹھونسنا“ کہنا اور ساتھ ہی ایک بے بنیاد دعوی بھی کہ یہ حدیث صحیح بخاری کے علاوہ کہیں نہیں۔ ان کی اس بات کی تردید کرتے ہوئے حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

> ”یہ دعوی بھی صحیح نہیں کہ بخاری کے علاوہ یہ حدیث کسی کتاب میں نہیں۔ صحیح بخاری کے علاوہ صحیح مسلم،

---

(۱) مولانا امین احسن اصلاحی اپنے حدیث وتفسیری نظریات کی روشنی میں ص ۴۰-۴۲

(۲) امین احسن اصلاحی، تدبر حدیث شرح صحیح بخاری، ادارہ تدبر قرآن وحدیث، لاہور، سن اشاعت ۲۰۰۲ء، ج ۱، ص: ۵۰۳

ابوداؤد ترمذی اور مسند احمد میں بھی یہ حدیث موجود ہے"۔[1]

دوسری مثال:

جیش العسرۃ (جنگ تبوک) سے تعلق ایک واقعے پر مبنی روایت پر اصلاحی صاحب تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"روایت کا اصل مضمون تو یہ ہے کہ اس طرح کے حالات میں ہدر ہو جائے گا یعنی قصاص نہیں ہوگا۔ فقہی مسئلہ یہ ہوا کہ چونکہ اس آدمی نے اپنے دفاع میں کام کیا اور دوسرے کے دانت پر مصیبت آگئی تو دوسرے آدمی کو پہلے سے کوئی بدلہ نہیں دلایا جائے گا لیکن امام صاحب بہت دور کی کوڑی لاتے ہیں۔ انہوں نے اس سے یہ فقہی مسئلہ نکالا کہ جہاد میں کوئی شخص اپنے ساتھ مزدور بھی رکھ سکتا ہے۔"[2]

آپ رحمۃ اللہ علیہ اس استہزا کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس واقعے سے یہ مسئلہ تو واضح تھا لیکن امام صاحب نے اس سے ایک ایسا فقہی مسئلہ مزید مستنبط کیا جس کی طرف عام ذہن نہیں جاتا۔ یہ خوبی اور کمال فقاہت ہے نہ کہ کچھ اور۔ اسے دور کی کوڑی لانے سے تعبیر کرنا امام صاحب کی مسلمہ عظمت وفقاہت کو گھٹانے کے سوا کیا ہے؟"[3]

تیسری مثال:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب باندھا ہے کہ:

((بَابُ إِذَا جَاءَ صَاحِبُ اللُّقَطَةِ بَعْدَ سَنَةٍ رَدَّهَا عَلَيْهِ، لِأَنَّهَا وَدِيعَةٌ عِنْدَهُ))[4]

گری پڑی چیز کا مالک سال گزرنے کے بعد آئے تب بھی چیز پانے والے کو لوٹانا پڑے گا کیونکہ وہ چیز اس کے پاس امانت تھی۔

اور پھر اس باب کے تحت حدیث ذکر کی ہے:

((عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الجُهَنِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم عَنْ اللُّقَطَةِ، قَالَ: «عَرِّفْهَا سَنَةً، ثُمَّ اعْرِفْ وِكَاءَهَا وَعِفَاصَهَا، ثُمَّ اسْتَنْفِقْ بِهَا، فَإِنْ جَاءَ رَبُّهَا، فَأَدِّهَا إِلَيْهِ»))[5]

حضرت زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے گری پڑی چیز کے بارے میں پوچھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "ایک سال تک اس کا تعارف کراتا رہ۔ پھر اس کا بندھن اور تھیلی پہچان رکھ، اس کے بعد اس کو خرچ کر ڈال۔ اگر اس کا مالک آجائے تو ادا کر دے"

---

(۱) مولانا امین احسن اصلاحی اپنے حدیثی و تفسیری نظریات کی روشنی میں ص ۱۵۳

(۲) شرح صحیح بخاری از امین احسن اصلاحی، ج ۱، ص: ۵۵۴

(۳) مولانا امین احسن اصلاحی اپنے حدیثی و تفسیری نظریات کی روشنی میں ص: ۱۵۴، ۱۵۳

(۴) صحیح بخاری، محمد بن اسماعیل البخاری، کتاب اللقطة، باب إذا جاء صاحب اللقطة بعد سنة ردها عليه، لأنها وديعة عنده، ۱۲۶/۳

(۵) صحیح بخاری، محمد بن اسماعیل البخاری، کتاب اللقطة، باب إذا جاء صاحب اللقطة بعد سنة ردها عليه، لأنها وديعة عنده، ۱۲۶/۳، حدیث نمبر: ۲۴۳۶

اصلاحی صاحب مذکورہ حدیث اور باب کی تشریح میں رقمطراز ہیں:

”امام صاحب نے باب باندھا ہے کہ جب لقطہ کا مالک ایک سال بعد آئے تو پانے والا اس کو لوٹا دے گا کیونکہ وہ اس کے پاس امانت تھی۔ میرے نزدیک اس اونٹ کی کوئی کل سیدھی نہیں ہے۔ امانت میں اور لقطہ میں آسمان اور زمین کا فرق ہے۔ ایک شخص اپنی مملوکہ شے جو ہو سکتا ہے اس کو محبوب بھی ہو جان بوجھ کر ایک دوسرے شخص کے حوالے کرتا ہے جس پر اس کو اعتماد بھی ہے۔ یہ ہوئی امانت۔

لقطہ یہ ہے کہ کوئی گری پڑی چیز آپ کے ہاتھ لگ گئی۔ آپ کے لیے یہی بہت ہے کہ ایک سال آپ اس کا تعارف کرائیں۔ اب یہ ہے کہ ایک سال گزرنے کے بعد جب یہ اجازت دی کہ ((ثُمَّ اسْتَنْفِقْ بِهَا))" پھر اس کو خرچ کرلو" تو یہ کہنا کہ اس مدت کے بعد آئے تو اس کو لوٹانا ضروری ہو گا یہ بات بالکل انصاف کے خلاف ہے۔ جب پانے والے نے خرچ کر لیا تو اس نے وہ چیز خرچ کر لی جو اس کے لیے جائز بھی۔۔۔ میرے نزدیک امام صاحب نے باب غلط باندھا ہے اور ان کا فتویٰ بھی صحیح نہیں ہے“(۱)

اصلاحی صاحب کی مذکورہ شرح کی تردید اور اصل حقیقت کے بیان میں حافظ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”بات دراصل یہ ہے کہ چند ابواب قبل یہی روایت ایک اور طریق سے نقل ہوئی ہے(۲) اور اس میں اس کو امانت (ودیعت) قرار دیا گیا ہے لیکن وہاں یہ اختلاف کیا گیا ہے کہ اس کو ودیعت (امانت) قرار دینا یہ بھی رسول اللہ ﷺ ہی کا فرمان اور حدیث ہی کا حصہ ہے یا یہ وضاحت راوی کا اضافہ ہے۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ یہاں باب میں امام بخاری کا اس کو ودیعت (امانت) سے تعبیر کرنا (جب کہ اس حدیث میں اس کو ودیعت نہیں کہا گیا ہے) اس سے امام بخاری نے اپنا یہ رجحان ظاہر کیا ہے کہ پچھلی حدیث میں ودیعت کا مرفوع ہونا راجح ہے۔ علاوہ ازیں اس حدیث میں اَدھَا إِلَيْهِ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ ایک سال کے بعد بھی لقطہ کے استعمال کر لینے پر اس کی ادائیگی کا حکم دیا جارہا ہے تو اس سے اس کے امانت ہونے ہی کی تائید ہوتی ہے ورنہ اس کی ادائیگی کا حکم ہی نہ دیا جاتا۔“

مزید لکھتے ہیں:

”دوسرا امانت قرار دینے سے ایک اور مسئلے کا بھی اثبات ہوتا ہے کہ حفاظت کے دورانیے میں وہ چیز ضائع ہوگئی تو پانے والا ذمے دار نہ ہو گا۔ اس صورت میں واپسی کا مسئلہ ہی نہ ہو گا بشرطیکہ حفاظت میں کوتاہی نہ کی گئی ہو۔ گویا یہ ایک حدیث کی وضاحت دوسری حدیث کی روشنی میں کرنے کی مثال ہے جس کی

---

(۱) شرح صحیح بخاری، ۲/۲۱۱،۲۱۰، از امین احسن اصلاحی

(۲) سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ اللُّقَطَةِ، فَزَعَمَ أَنَّهُ قَالَ: «اعْرِفْ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَهَا، ثُمَّ عَرِّفْهَا سَنَةً» يَقُولُ يَزِيدُ: " إِنْ لَمْ تُعْرَفْ اسْتَنْفَقَ بِهَا صَاحِبُهَا، وَكَانَتْ وَدِيعَةً عِنْدَهُ، قَالَ يَحْيَى: فَهَذَا الَّذِي لاَ أَدْرِي أَفِي حَدِيثِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ، أَمْ شَيْءٌ مِنْ عِنْدِهِ؟ - ثُمَّ قَالَ: كَيْفَ تَرَى فِي ضَالَّةِ الغَنَمِ؟ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «خُذْهَا فَإِنَّمَا هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلذِّئْبِ» - قَالَ يَزِيدُ: وَهِيَ تُعَرَّفُ أَيْضًا - ثُمَّ قَالَ: كَيْفَ تَرَى فِي ضَالَّةِ الإِبِلِ؟ قَالَ: فَقَالَ: «دَعْهَا فَإِنَّ مَعَهَا حِذَاءَهَا وَسِقَاءَهَا، تَرِدُ المَاءَ، وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ حَتَّى يَجِدَهَا رَبُّهَا»

مثالیں احادیث میں عام ہیں۔ دوسرا فقہی استنباط کا مسئلہ ہے۔ اس کو امانت قرار دینے سے مسئلے کی مزید توضیح ہو جاتی ہے۔ آپ امام بخاری کے استنباط اور طرز استدلال سے علمی دلائل کی بنیاد پر اختلاف کر سکتے ہیں، دوسرے علماء بھی کرتے آئے ہیں۔ آج بھی کرتے ہیں۔ اس سے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت میں کوئی فرق نہیں پڑتا نہ اختلاف کرنے والوں کا یہ مقصد ہی ہوتا ہے۔ لیکن اصلاحی صاحب کا انداز یکسر مختلف ہے۔ وہ ان کی عظمت کو گھٹانا چاہتے ہیں اور اس سے بھی ان کا اصل مقصود صحیح بخاری کی روایات کو محل نظر ٹھہرانا ہے۔"(۱)

مزید آپ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استدلال سے متعلق لکھتے ہیں:

"ہماری وضاحت سے واضح ہے کہ امام صاحب کا باب بھی صحیح ہے اور ان کا استدلال بھی، جس کو فتویٰ سے تعبیر کیا گیا ہے بالکل صحیح ہے۔ باب کو بھی غلط کہنا اور فتوی کو بھی غیر صحیح کہنا: و آفته من الفهم السقيم کا آئینہ دار ہے یا سخن فہمی عالم بالا معلوم شد۔ کا مصداق۔"(۲)

امام بخاری کو حدیث سے استنباط کا حق

اصلاحی صاحب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر غیر فقیہ ہونے کا الزام لگاتے ہوئے جو دلیل دیتے ہیں وہ دلیل بھی بڑی عجیب ہے جو انہوں نے پیش کی ہے کہ وہ (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ) حدیث سے مسائل کا استنباط کرتے ہیں جس کا حق انہیں حاصل نہیں۔ چنانچہ وہ ان کے ایک ترجمۃ الباب کا ترجمہ درج کر کے لکھتے ہیں:

"یہ ایک فقہی رائے ہے اور اس سے زیادہ اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ فقہی مسائل میں اختلاف کی بہت گنجائش ہو سکتی ہے۔ امام صاحب کا فرض یہ ہے کہ وہ حدیث بیان کر دیں۔ باقی لوگوں کی عقل پر چھوڑ دیں کہ وہ اس سے استنباط کریں کہ روایت سے کیا نکلتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلامی یہ مسئلہ ہے کہ اگر ایک چیز ثابت ہو گئی تو پھر اس کو ماننا اور اس پر عمل کرنا واجب ہے فقہاء میں امام بو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کو ہم مانتے ہیں لیکن ان کی فقہی آراء پر غور کر کے راجح نقطہ نظر کو تسلیم کرتے ہیں۔"(۳)

حافظ رحمۃ اللہ علیہ اصلاحی کی اس سخیف رائے کا تجزیہ کرتے ہوئے سوال اٹھاتے ہیں:

"کیا امت میں ائمہ اربعہ کے علاوہ کوئی فقیہ ہی نہیں ہوا؟ یا ان کے علاوہ کسی اور کو فقہ و استنباط کا حق ہی نہیں ہے؟ یا کوئی محدث فقیہ نہیں ہوا، یا نہیں ہو سکتا؟

کیا ائمہ اربعہ کی فقہی آراء پر غور کر کے ترجیحی نقط نظر اختیار کیا جا سکتا ہے تو کیا امام بخاری کی فقہی رائے پر جو حدیث ہی سے مستنبط ہوتی ہے، غور کر کے ایسا نہیں ہو سکتا؟ اور کیا اصلاحی صاحب نے امام بخاری کی رائے سے متعدد جگہ اختلاف نہیں کیا ہے؟

---

(۱) مولانا امین احسن اصلاحی اپنے حدیثی و تفسیری نظریات کی روشنی میں ص:۱۵۶

(۲) مولانا امین احسن اصلاحی اپنے حدیثی و تفسیری نظریات کی روشنی میں ص:۱۵۶

(۳) شرح صحیح بخاری، ۲/ ۳۴۹، ۳۵۰، از امین احسن اصلاحی

ائمہ اربعہ کی فقہی آراء کی بنیاد حدیث (یا قرآن) ہے یا کوئی اور۔ اگر یہی بنیاد ہے تو امام بخاری کو یہ حق کیوں حاصل نہیں؟ کہ وہ حدیث سے مسئلے کا استنباط کر سکیں، ان کے لیے یہ تلقین کیوں کہ وہ صرف حدیث بیان کر کے لوگوں کی عقل پر چھوڑ دیں؟

کیا آپ یا آپ کے خوان علم کے ریزہ چینوں کو تو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اجتہاد و استنباط کریں لیکن امام بخاری کو یہ حق حاصل نہیں؟"(۱)

اصح الکتاب بعد کتاب اللہ صحیح بخاری کا مقام ونقد اور اس کا دفاع

قرآن مجید کے بعد ذخیرہ احادیث میں سب سے زیادہ مستند ترین ذخیرہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب صحیح بخاری کا ہے۔ جسے "اصح الکتاب بعد کتاب اللہ الصحیح للبخاری" کا نام دیا گیا۔ لیکن احادیث کو نہ تسلیم کرنے والوں نے اس عظیم ذخیرہ کو بھی داغدار کرنے کی بھرپور کوشش کی اور اس کی شان کو کم کرنے کی بھی سعی لاحاصل کرتے ہوئے پیچھے نہ رہے۔ اصلاحی صاحب صحیح بخاری کو کیا مقام دیتے ہیں ذیل کی سطور میں ملاحظہ کریں۔

حافظ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"اصلاحی صاحب نے اپنی شرح صحیح بخاری میں متعدد مقامات پر شان صحیح بخاری کو بھی داغدار کرنے کی سعی مذموم کی ہے۔ جس کی کئی ایک روایات کو اس نے راویوں کا اجتہاد قرار دے کر ٹھکرا دیا ہے۔"(۲)

چنانچہ صحیح بخاری کی مسئلہ بیع خیار کی ایک روایت:

((عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «الْمُتَبَايِعَانِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالخِيَارِ عَلَى صَاحِبِهِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، إِلَّا بَيْعَ الخِيَارِ»))(۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بائع اور مشتری دونوں کو ایک دوسرے کے مقابلے میں اختیار ہے۔ جب تک جدا نہ ہوں سوائے بیع خیار کی صورت میں۔

پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یہاں الفاظ ((کل واحد منھما)) آئے ہیں یعنی بائع اور مشتری دونوں میں سے ہر ایک کو اختیار ہے۔ یہ سب روایت بالمعنی کے باعث ہوتا ہے۔ یہ غور کرنا پڑے گا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے یعنی شریعت کی بات ہے یا کسی راوی صاحب کا اجتہاد ہے۔ حدیثوں میں یہ بہت ہے اور روایت بالمعنی نے مفہوم میں بڑا فرق کر دیا ہے"۔(۴)

حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ اصلاحی صاحب کے مذکورہ اشکال کو رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

(۱) مولانا امین احسن اصلاحی اپنے حدیثی و تفسیری نظریات کی روشنی میں ص:۱۶۰

(۲) مولانا امین احسن اصلاحی اپنے حدیثی و تفسیری نظریات کی روشنی میں ص:۱۴۳

(۳) صحیح بخاری، محمد بن اسماعیل البخاری، کتاب البیوع، باب البیعان بالخیار ما لم یتفرقا، ۳/۶۴، حدیث نمبر:۲۱۱۱

(۴) شرح صحیح بخاری، ۱/۴۱۳، از امین احسن اصلاحی

"حدیث میں قطعاً کوئی اشکال نہیں لیکن اپنے ذہنی خلجان کو پہلے راوی کے ذمے لگاتے ہیں (اس میں "راوی صاحب"[1] کے الفاظ بھی راویان حدیث سے بغض و نفرت کے غماز ہیں) پھر اس کو روایت بالمعنی کا کرشمہ باور کراتے ہیں، مزید ستم یہ کہ "حدیثوں میں یہ بہت ہوتا ہے"، "نیز روایت بالمعنی نے مفہوم میں بڑا فرق کر دیا ہے"۔ احادیث میں تشکیک پیدا کرنے ہی کا انداز ہے۔ ایک بات (اشکال) جو سرے سے حدیث میں ہے ہی نہیں، وہ اپنی طرف سے بنایا، پھر اس کو بتنگڑ اور رائی کو پربت بنا دیا۔"[2]

حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ صحیح روایت کے انکار کے حوالے سے مزید صفحہ نمبر ۱۵۸ میں لکھتے ہیں:

"قرآنی آیت ﴿ وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى ﴾ کی تفسیر و وضاحت میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت[3] کو کنڈم کر کے اپنی تفسیر و تاویل کو راجح قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں"[4]:

"میں نے آیت کی جو تاویل کی ہے، اس کو غور سے پڑھیں۔ یہ الفاظ کے لحاظ سے معنی کے اعتبار سے ہر لحاظ سے صحیح ہے۔ روایت کا کوئی وزن نہیں ہے، سند کے اعتبار سے ساقط ہے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ایسی تاویل نہیں کر سکتیں۔ میری تاویل سے آپ متفق ہوں تو فبھا۔ نہیں تو اس سے بہتر تاویل لائیے، میں قبول کر لوں گا۔ لیکن امید نہیں کہ آپ اس میں کامیاب ہوں۔"[5]

مذکورہ مثالیں ذکر کرنے کے بعد حافظ صاحب رقمطراز ہیں:

"یہ مشتے از خروارے کے طور پر چند مثالیں پیش کی ہیں موصوف کا یہ انداز اور امام صاحب کی تحقیر شان موصوف کی صحیح بخاری کی دونوں شرحوں میں جگہ جگہ دیکھی جاسکتی ہے۔"[6]

اصلاحی صاحب کے دیگر معتمد ترین راویان حدیث پر اعتراضات

معتمد ترین راویان حدیث پر اصلاحی صاحب نے جو نقد زنی کی ان کی تقریباً ۱۲ سے ۱۵ عبارات جو راویان حدیث پر تنقید پر مشتمل ہیں ذکر کرنے کے بعد حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آخر میں تجزیہ کیا۔ جن میں سے چند مثالیں ذیل میں پیش کی جائیں گی اور پھر آخر میں حافظ صاحب کا تجزیہ درج کیا جارہا ہے۔

حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

یہ بھی منکرین حدیث کا عام شیوہ اور دلچسپ مشغلہ ہے۔ چنانچہ اصلاحی صاحب نے ببانگ دہل یہ کام کیا ہے۔ سیدہ

---

(۱) آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مراد اصلاحی صاحب ہیں۔

(۲) مولانا امین احسن اصلاحی اپنے حدیثی و تفسیری نظریات کی روشنی میں ص:۱۴۳

(۳) عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ، أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ عَنْ قَوْلِهِ تَعَالَى: {وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي اليَتَامَى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ، فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ أَدْنَى أَلَّا تَعُولُوا} [النساء: ٣] قَالَتْ: «يَا ابْنَ أُخْتِي اليَتِيمَةُ، تَكُونُ فِي حَجْرِ وَلِيِّهَا فَيَرْغَبُ فِي مَالِهَا وَجَمَالِهَا، يُرِيدُ أَنْ يَتَزَوَّجَهَا بِأَدْنَى مِنْ سُنَّةِ صَدَاقِهَا، فَنُهُوا أَنْ يَنْكِحُوهُنَّ إِلَّا أَنْ يُقْسِطُوا لَهُنَّ، فَيُكْمِلُوا الصَّدَاقَ، وَأُمِرُوا بِنِكَاحِ مَنْ سِوَاهُنَّ مِنَ النِّسَاءِ» (صحیح بخاری، محمد بن اسماعیل البخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح، ۷/۲، حدیث نمبر:۵۰۶۴)

(۴) مولانا امین احسن اصلاحی اپنے حدیثی و تفسیری نظریات کی روشنی میں ص:۱۵۸

(۵) امین احسن اصلاحی، شرح صحیح بخاری، ۱/۴۱۳

(۶) مولانا امین احسن اصلاحی اپنے حدیثی و تفسیری نظریات کی روشنی میں ص:۱۵۸

بریرہ رضی اللہ عنہا کے حق ولاء سے متعلقہ ایک روایت نقل کر کے وضاحت کرتے ہیں:

"تنہا یہ روایت بھی بڑی مبہم ہے اگرچہ اس کے راوی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یا تو راوی حضرات نہایت بے احتیاطی سے روایت کرتے ہیں اور واقعے کی صحیح تصویر سامنے نہیں لاتے یا یہ کتاب نقل کرنے والوں کے کرشمے ہیں۔۔۔ یہ بات کہ بریرہ کا شوہر آزاد تھا یا غلام، یہاں کوئی مقام نہیں رکھتی۔"(۱)

دوسرے مقام پر راوی حدیث پر تہمت لگاتے ہیں:

"اس روایت میں راوی نے عبارت میں سے بہت کچھ اڑا دیا ہے۔۔۔ راوی حضرات بیان میں اس قسم کے ہاتھی تو نگل جاتے ہیں۔ لیکن یہ یاد رکھتے ہیں کہ ان کے شیخ نے جملہ "لن" کے ساتھ ادا کیا تھا یا "لا" کے ساتھ۔ اس پر ان کو بڑا ناز ہوتا ہے کہ یہ احتیاط کی گئی ہے۔ حالانکہ یاد رکھنے کی اصل چیز صحیح روایت ہوتی ہے۔"(۲)

آپ اصلاحی صاحب کی حدیث کے حوالے سے اپنی رائے کو بنیاد بناتے ہوئے فرماتے ہیں:

"میرے خیال میں راوی نے روایت کے مضمون میں اپنی سوچ شامل کر دی ہے جس سے یہ بات بد نما ہو گئی ہے۔ روایت بالمعنی میں یہ قباحت پیدا ہو جاتی ہے۔ اگلی روایت میں یہ قباحت دور ہو گئی ہے۔"(۳)

حالانکہ یہ قباحت نہیں، اختصار ہوتا ہے جس میں بعض دفعہ ابہام محسوس ہوتا ہے جو دوسری روایت سے دور ہو جاتا ہے، جیسا کہ خود بھی ایک دو مقامات پر موصوف نے اس کو تسلیم کیا ہے۔

مزید ایک روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے اصلاحی صاحب فرماتے ہیں:

"اس پر شارحین نے جو نکات بیان کیے ہیں پڑھ کر مجھے دردِ سر ہو گیا۔ اس لیے کہ روایت بڑی اہم ہے اور اس میں بڑے پیچ و خم ہیں۔ یہ لوگ ان کو پوری وقعت نہیں دیتے۔"(۴)

محدثین کے شان کو گھٹاتے ہوئے ایک اور جگہ اصلاحی لکھتے ہیں:

"محدثین کی یہ بڑی کمزوری ہے کہ جہاں ان کو انہیں روایتوں کے بیان میں تضاد نظر آتا ہے کہہ دیتے ہیں کہ یہ الگ الگ واقعات ہیں حالانکہ واقعہ ایک ہی ہوتا ہے، فرق راویوں کے بیان کرنے میں ہوتا ہے۔۔۔ ہوا یہ ہے کہ بیچ کے راویوں نے بات سمجھی نہیں اور اپنے اپنے فہم اور تصور کے مطابق روایت کر دی جس سے کئی سوالات پیدا ہو گئے روایت بالمعنی کی وجہ سے بعض دفعہ یا تو راوی مطلب اچھی طرح سمجھ نہیں پاتے یا ٹھیک طریقے پر ادا نہیں کر پاتے اور بات کچھ سے کچھ ہو جاتی ہے۔"(۵)

---

(۱) امین احسن اصلاحی، شرح صحیح بخاری، ۱/ ۴۵۴

(۲) امین احسن اصلاحی، شرح صحیح بخاری، ۱/ ۵۴۹

(۳) امین احسن اصلاحی، شرح صحیح بخاری، ۱/ ۴۶۲

(۴) امین احسن اصلاحی، شرح صحیح بخاری، ۱/ ۴۶۷

(۵) امین احسن اصلاحی، شرح صحیح بخاری، ۱/ ۵۵۸-۵۶۲

مزید لکھتے ہیں:

"اس کام میں محض سند کو دیکھنا کافی نہیں ہو گا، اس کے لیے عقل سلیم، احادیث کا وسیع علم اور قرآن مجید پر گہری نظر درکار ہو گی (سند کی اہمیت کا انکار ہی تو اصلاحی صاحب کا اصل ہدف ہے) امام صاحب کا یہ عجیب ماجرا ہے کہ یہ حدیث بہت اہم بھی ہے اور نہایت شاندار بھی لیکن اس کو انہوں نے صرف یہ ثابت کرنے کے لیے استعمال کیا ہے کہ مزدور اجرت پر رکھنا جز وقتی (PART TIME) بھی ہو سکتا ہے۔ بھلا اس امر میں کس کو شک ہے؟۔"(۱)

مذکورہ مثالوں کے علاوہ مزید امثلہ بیان کرنے کے بعد تبصرہ کرتے ہوئے صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

"احادیث کا باہمی تعارض دور کرنے کے لیے محدثین کرام جمع و تطبیق اور اس قسم کی بعض صورتیں اختیار کرتے ہیں تاکہ کسی بھی صحیح روایت کو رد کرنے کی ضرورت پیش نہ آئے۔ لیکن منکرین حدیث اس قسم کی متعارض روایات کو بنیاد بنا کر احادیث کو غیر محفوظ یا غیر مستند باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اصلاحی صاحب کا بھی عمومی رویہ ایسا ہی ہے۔ لیکن کہیں کہیں محدثین والا طریقہ بھی اختیار کیا ہے تو اپنی تطبیق پر اس انداز سے اظہار فخر کیا ہے کہ احادیث کو حجت شرعیہ ماننے والوں کی تحقیر یا ان کی حدیث سے محبت قابل نفرین چیز بن جائے۔"(۲)

اسی طرح اصلاحی صاحب نے کئی مقامات پر حدیث کی شرح کرنے والوں کے بارے بھی اہانت آمیز کلمات کا استعمال کیا۔ جس پر حافظ صاحب نے نشاندہی کی کہ ایک حدیث کے لفظ (وهي راغبة) کے شارحین نے موقع محل کے اعتبار سے مختلف مفہوم بیان کیے ہیں۔

اصلاحی صاحب ان شارحین حدیث کا تذکرہ کس اہانت آمیز انداز میں کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

"وهي راغبة کے معنی بہت سارے ہیں اور لوگوں نے اس میں جو کہ طرازی کی ہے اس کی داد دیتے ہیں تھک گیا ہوں۔۔۔"(۳)

ایک مقام پر رقمطراز ہیں:

"جب تک دوسری تمام روایات کی روشنی میں نہ سمجھیں یہاں اس روایت کا مطلب سمجھ میں نہیں آتا یہ بہت بڑی مصیبت ہے۔"(۴)

مذکورہ تمام بحث اور تنقیدات یا اعتراضات جو محدثین اور نبی کریم ﷺ کے اقوال وافعال کے بیان کرنے والوں کی اہانت اور ہتک کی گئی کو پیش کرنے کے بعد حافظ رحمۃ اللہ علیہ اپنا تجزیہ شارحین اور محدثین کے دفاع میں پیش کرتے ہیں۔ جس میں اعتراض اور نقد زنی کا مناسب جواب بھی ہے اور ساتھ میں غور وفکر کے حوالے سے سوالیہ

---

(۱) امین احسن اصلاحی، شرح صحیح بخاری، ۱/۶۶۳

(۲) مولانا امین احسن اصلاحی اپنے حدیثی وتفسیری نظریات کی روشنی میں ص:۱۶۶

(۳) امین احسن اصلاحی، شرح صحیح بخاری، ۲/۳۷۹

(۴) امین احسن اصلاحی، شرح صحیح بخاری، ۲/۱۶۵

انداز میں سمجھانے کی کوشش بھی کی گئی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا تجزیہ ذیل کی سطور میں پیش کیا جارہا ہے، لکھتے ہیں:

> ”جمع و تطبیق حدیث کی خدمت اور مسلم عوام کی رہنمائی ہے، یہ اعزاز ہے نہ کہ مصیبت لیکن دل و دماغ میں چونکہ حدیث کے خلاف زہر بھرا ہوا ہے، اس لیے ذرا سا بھی موقع ملتا ہے تو وہ ابل کر باہر آجاتا ہے۔ ایک آتشیں لاوا ہے جو پھٹتا رہتا ہے۔ کیا فہم قرآن میں مشکلات نہیں ہیں؟ کیا بعض آیات میں باہم ظاہری تعارض نہیں ہے؟ کیا قرآن کے ان مشکل مقامات کو بھی کسی مسلمان صاحب علم نے کبھی ”مصیبت قرار دیا ہے؟ یا آیات کے ظاہری تعارض کو حل کرنے کے بجائے اس طرح نمایاں کرکے پیش کیا ہے کہ جس سے قرآن کی محفوظیت یا اس کا کلام الٰہی ہونا محل نظر قرار پاجائے؟۔“(۱)

مزید اس عمل کے پیروکار افراد کو تشبیہ دیتے ہیں کہ کون لوگ ایسا رویہ اپناتے ہیں، لکھتے ہیں:

> ”یہ کام وہ لوگ کرتے ہیں جو قرآن پر ایمان نہیں رکھتے۔ جیسے عیسائی و یہودی ہیں، ہندو ہیں، مستشرقین وغیرہ ہیں۔ مثلاً: کہتے ہیں کہ قرآن محمد ﷺ کی اپنی تالیف ہے۔ حالانکہ ساری دنیا جانتی ہے کہ آپ ﷺ لکھنا پڑھنا ہی نہیں جانتے تھے۔ وہ قرآن جیسی کتاب کس طرح لکھ لیتے؟ یا کہتے ہیں کہ قرآن بائبل کا چربہ یعنی اس سے ماخوذ ہے۔ حالانکہ بائبل کے بیان کردہ واقعات، پیش کردہ تعلیمات اور انداز بیان کو قرآن سے ذرا سی بھی نسبت نہیں ہے۔ تاہم چونکہ مقصود اعتراض کرنے سے قرآن کی حقانیت و صداقت کو جھٹلانا ہے۔ اس لیے دلیل کے بغیر ہی اعتراضات کرتے ہیں۔“(۲)

اسی صفحہ پر مشابہت کے بعد منکرینِ حدیث کی نشاندہی کرتے ہیں کہ مذکورہ طریقہ کار کو یہ افراد بھی اپنا کر ”حدیث“، ”راوی حدیث“ یا ”شارحین حدیث“ کے بارے میں نفرت آمیز الفاظ کا استعمال کیا کرتے ہیں آپ اسی صفحہ پر مزید رقمطراز ہیں:

> ”یہی حال فراہی و اصلاحی گروپ سمیت تمام منکرین حدیث کا ہے، وہ بھی حدیث کی حجیت کو مشکوک بنانے کے لیے حدیثوں میں کیڑے نکالتے رہتے ہیں، راویان حدیث کو ہدف طعن بناتے ہیں اور محدثین، بالخصوص امام بخاری کی جمع کردہ روایات میں ایسی ایسی خردہ گیری کرتے ہیں جو عام محدثین، شارحین اور رات دن حدیث پڑھنے پڑھانے والے ہیں، ان کے وہم و گمان میں بھی کبھی نہیں آئیں۔“(۳)

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ ہدف تنقید

جس طرح دیگر منکرینِ حدیث نے کئی محدثین اور شارحین حدیث پر نقد کیا انہی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اصلاحی نے امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے خصوصی خلش و خار کی سنت سیئہ کو جاری و ساری رکھا۔ اپنی تالیف ”شرح صحیح بخاری“ و دیگر میں امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف خوب گل افشانیاں کی ہیں جو ذیل میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں اور پھر صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا تبصرہ ملاحظہ فرمائیں:

---

(۱) مولانا امین احسن اصلاحی اپنے حدیثی و تفسیری نظریات کی روشنی میں ص:۱۶۷

(۲) مولانا امین احسن اصلاحی اپنے حدیثی و تفسیری نظریات کی روشنی میں ص:۱۶۷

(۳) مولانا امین احسن اصلاحی اپنے حدیثی و تفسیری نظریات کی روشنی میں ص:۱۶۷

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ پر نقد کے حوالے سے اصلاحی صاحب کی "شرح موطا امام مالک" سے چند اقتباسات۔

ایک جگہ لکھتے ہیں:

> "میرے نزدیک اس روایت میں "لن یضرہ شیئ" کا جملہ اس قطعیت کے ساتھ جو آیا ہے تو کسی راوی کی غلط ترجمانی کا نتیجہ ہے۔۔۔ "عن الثقة عنده" سے مراد اگر زہری ہیں تو مسئلہ ہی ختم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ان کے متعلق بھی معلوم ہے کہ اگر طبیعت میں نشاط ہو تو بات کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیتے ہیں اور اگر کسل ہو تو چھوڑ دیتے ہیں"۔(۱)

دوسری جگہ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے ہتک آمیز رویہ اپناتے ہوئے فرماتے ہیں:

> "اس حدیث کے سلسلہ روایت میں ابن شہاب زہری موجود ہیں۔ یہ اہل سنت کے بہت بڑے امام ہیں، وہ تمام امور جن میں اہل سنت اور شیعہ کے درمیان اختلاف ہے، کسی نہ کسی طور پر ابن شہاب سے مروی ہیں مگر اس کے باوجود امام بخاری اور امام مالک نے ان کو سر پر اٹھایا ہے۔ یہ امت کے لیے بڑا حادثہ ہے۔"(۲)

پہلے تحسین کرتے ہیں پھر اصلاحی صاحب الزام لگاتے ہوئے کہتے ہیں کہ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ صرف چند روایت کی وجہ سے مشہور ہوگئے اور مقبولیت پائی اور اسی مقبولیت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی طرف سے حدیث میں من چاہی چیزیں داخل کر دیں۔ فرماتے ہیں:

> "یہ روایت ہے تو ابن شہاب کے ذریعے سے مگر نہایت لاجواب روایت ہے۔ فلسفہ دین کے لحاظ سے یہ بہت اہم روایت ہے۔ بس ایسی روایات کی بدولت ابن شہاب کو اہمیت حاصل ہو گئی ہے اور ان ہی کے پردے میں وہ اپنی خرافات بھر دیتے ہیں۔"(۳)

مزید اسی باب میں رقمطراز ہیں:

> "یہ روایت پانچ چھ طریقوں سے مرفوع ہے اور ان سب میں ابن شہاب موجود ہے۔ یہ روایت قرآن کے بالکل خلاف ہے اور عقل کے بھی خلاف ہے۔ میرے نزدیک اس کو شیعوں کے امام ابن شہاب نے گھڑا ہے تاکہ آل محمد کی برہمنیت کو قائم کیا جائے۔"(۴)

اس کے بعد صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ تبصرہ کرتے ہوئے نشاندہی کرتے ہیں کہ کیسے جب خود دلیل لینی ہوتی ہے تو ان کی تحسین اور جب کوئی بات ان کی عقلِ ناقص میں نہ آسکے تو الزام تراشی کرتے ہیں، چند سوالات کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "خیال رہے، اس سے پہلے ایک اقتباس میں اصلاحی صاحب نے ابن شہاب (امام زہری) کو "اہل سنت کا بہت بڑا امام" لکھا ہے۔ اور یہاں اب ان کو شیعوں کا نام قرار دیا ہے۔ پتہ نہیں ایک شخص اپنے نظریات

---

(۱) امین احسن اصلاحی، تدبر حدیث شرح مؤطا، قرآن وسنت اکیڈمی نئی دہلی، سن اشاعت ۲۰۰۱ء، ص:۴۹۰

(۲) امین احسن اصلاحی، شرح مؤطا، ص:۵۲۲

(۳) امین احسن اصلاحی، شرح مؤطا، ص:۵۳۲

(۴) امین احسن اصلاحی، شرح مؤطا، ص:۵۳۷

کے اعتبار سے بہ یک وقت اہل سنت اور شیعوں (دونوں) کا بڑا امام کس طرح بن سکتا ہے؟ لیکن چونکہ اصلاحی صاحب کی امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کی بابت ساری خرافات ان کے بیمار تخیل کی پیداوار ہے جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ اس طرح وہ اپنے فکری وذہنی تضاد کو بھی نہیں سمجھ سکے کہ جو شخص اہل سنت کا بہت بڑا امام ہو، وہ شیعوں کا امام کس طرح ہو سکتا ہے؟"(۱)

اسی طرح اصلاحی صاحب ایک اور روایت کو صرف اس وجہ سے غلط قرار دیتے ہیں کیونکہ اس میں ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، لکھتے ہیں:

"یہ روایت ابن شہاب کے ذریعے سے آئی ہے اور بالکل غلط ہے۔"(۲)

ایک دوسری روایت کے بارے میں لکھتے ہیں:

"یہ روایت میری سمجھ میں نہیں آئی۔۔۔ روایت کی دوسری شکل یہ ہے۔۔۔ لہٰذا میرے نزدیک اس روایت میں کچھ گھپلا ہو گیا ہے۔"(۳)

ایک حدیث نقل کر کے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"مجھے معلوم نہیں کہ یہ حدیث صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع ہے کہ نہیں۔"

یہ ایسی صفت ہے جو ائمہ حدیث کی امانت و دیانت کی نہایت اعلیٰ مثال ہے لیکن اصلاحی صاحب امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ان الفاظ سے انکارِ حدیث کا ایک بہت بڑا دروازہ کھول دیتے ہیں۔

اصلاحی صاحب عجیب و غریب استدلال اور نفرت آمیز الفاظ کا استعمال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"گویا امام مالک سندوں کو اہمیت نہیں دیتے بلکہ بات کو اہمیت دیتے ہیں اس لیے کہ سندوں میں لپیٹ کر نہ جانے کیا کیا زہر دیا جا سکتا ہے۔"(۴)

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کو شیعہ و رافضی قرار دینے میں اصلاحی نے کوئی کسر نہیں چھوڑی ہاں اپنی مطلب کی روایت ہو تو ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ بھی ان کے ہاں چل جاتے ہے چنانچہ اپنی "شرح صحیح بخاری" کے ایک مقام پر لکھتے ہیں:

"اس روایت کے راویوں میں ابن شہاب کا نام بھی ہے لیکن اس کی پروا نہ کیجیے۔ اس لیے کہ جب تک کوئی شیعیت کا مسئلہ نہ ہو، ابن شہاب روایت میں کوئی اپنی بات داخل نہیں کرتے۔"(۵)

مزید فرماتے ہیں:

"یہ بہت ہی پاکیزہ حدیث ہے۔۔۔ اس حدیث کا ایک راوی ابن شہاب ہے۔ ابن شہاب کا اعتبار ایسی سچی احادیث روایت کرنے پر ہی قائم ہوا ہے۔ اگر وہ ایک ہی طرز کی شیعی فکر کی روایات بیان کرتا تو مطعون ہو

(۱) مولانا امین احسن اصلاحی اپنے حدیثی وتفسیری نظریات کی روشنی میں ص:۱۷۸

(۲) امین احسن اصلاحی، شرح مؤطا، ص:۵۴۴

(۳) امین احسن اصلاحی، شرح مؤطا، ص:۳۵

(۴) امین احسن اصلاحی، شرح مؤطا، ص:۵۳۶

(۵) امین احسن اصلاحی، شرح صحیح بخاری، ۱/۴۷۴

جاتا۔ اس کی صحیح احادیث کی بنا پر ہمارے اکابر اس کے جال میں پھنسے۔"[۱]

نزول مسیح علیہ السلام سے متعلق روایات کو لکھتے ہوئے امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ساتھ سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ پر بھی نقد زنی کرتے ہوئے ایک جگہ لکھتے ہیں:

"نزول مسیح سے متعلق روایات مسلم شریف میں زیادہ ہیں۔ ان روایات کے متعلق یہ ہے کہ ان میں ہر جگہ زہری موجود ہے اور زہری شیعہ ہے۔ یہاں اس نے سعید بن مسیب کو پکڑا ہے جو آدھے شیعہ ہیں، یعنی شیعوں میں شیعہ اور سنیوں میں سنی۔ میں ان سے حسن ظن رکھتا رہا ہوں کہ علمائے مدینہ میں سے ہیں لیکن راوی یہ بھی مجروح ہیں اس لیے کہ ہمارے نزدیک شیعیت کافی ہے اس بات کے لیے کہ اس کی بات کر دی جائے۔ میرا مذہب یہی ہے۔ زہری میں ایک خرابی اور بھی ہے کہ روایت مرسل کر دیتا ہے، اصل راوی کو چھوڑ کر چھلانگ لگا کر اوپر چلا جاتا ہے، جس سے ملاقات بھی ثابت نہیں ہوتی اس کا حوالہ دے دیتا ہے۔۔۔ اس کی مراسیل سے متعلق میں نے کسی شرح میں پڑھا ہے کہ "مراسیلہ کریح" اس کی مراسیل گوزشتر کی حیثیت رکھتی ہیں۔ زہری نے جمع حدیث کا کام شروع ہی اس لیے کیا تھا کہ اس کو تلاش تھی کہ مسلمانوں کے اندر اپنا دخل، فساد اور شیعیت گھسانے کا کیا راستہ ہے۔ آدمی ذہین تھا، چند راوی لے لیے اور "حدثنا اخبرنا کر کے ان کے منہ میں بات ڈال دی۔"[۲]

اصلاحی صاحب کے مذکورہ اس اقتباس میں امام زہری رحمۃ اللہ علیہ جیسے امام حدیث پر جن بے بنیاد اتہامات کی بارش کی گئی ہے، اس سے قطع نظر موصوف نے ان کے لیے جو بازاری زبان استعمال کی ہے، وہ ملحوظ رہے۔ وہ دیگر منکرین حدیث کی طرح ان پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔

﴿قد بَدَتِ الْبَغْضَاء مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ﴾[۳]

تحقیق بغض ان کے منوؤں سے ظاہر ہو چکا اور جو ان کے سینے چھپائے ہوئے ہیں وہ بہت بڑا ہے۔

چند اقتباسات اور ملاحظہ فرمائیے:

واقعہ افک

واقعہ افک سے متعلق روایت کو جھوٹی باور کرانے کے لیے لکھتے ہیں:

"یہ ابن شہاب زہری کی روایت ہے اور ان کے طرز روایت کی نمائندہ ہے۔ ان کی یہ خصوصیت بیان ہوئی ہے کہ ایک روایت لاتے ہیں تو اس کے ساتھ ادھر ادھر کی تمام روایات جوڑ دیتے ہیں اور جوڑ کر ایک مرکب روایت بنا لیتے ہیں۔ محدثین خود کہتے ہیں کہ اس شخص میں یہ عیب ہے کہ اصلی روایت میں دوسری چیزیں جوڑ کر ایک داستان بنا لیتا ہے۔ میرا دعویٰ ہے اور یہ کتب حدیث کے مطالعہ پر مبنی ہے کہ ہر اس روایت میں، جس میں خاندان رسالت کو، حضرت ابو بکر صدیق کو، حضرت عائشہ کو اور حضرت عمر کو بدنام

(۱) امین احسن اصلاحی، شرح صحیح بخاری، ۲/ ۲۲۲

(۲) امین احسن اصلاحی، شرح صحیح بخاری، ۲/ ۲۶۴

(۳) سورہ آل عمران: ۱۱۸

کرنے کا مواد موجود ہے، ابن شہاب زہری موجود ہے۔ یہ عظیم سانحہ ہے کہ ہمارے محدثین، علماء حضرات کو اس کی طرف توجہ نہیں ہوتی۔ ہمارے مولانا شبلی بھی ان کو امام زہری لکھتے ہیں۔۔۔ اس طرح یہ روایت حدیث الفتن بن گئی ہے۔ اسلامی تاریخ کے جو فتنے آنحضرت محمد ﷺ کے زمانے کے ہیں ان سب کی جڑیں اس میں موجود ہیں انہوں نے واقعات کو اس طریقے سے بیان کیا ہے کہ اس کے تمام پہلو جو بالکل معصومانہ ہیں وہ بد نما شکل میں ظاہر ہوں۔"(۱)

اس رائے پر تبصرہ کرتے ہوئے حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"دیکھیے کیسے کیسے سنگین الزامات اس مسلمہ امام حدیث (امام زہری رحمۃ اللہ علیہ) پر لگائے ہیں اور کتنی بے باکی سے؟ یہ سب نتیجہ ہے بغض معاویہ رضی اللہ عنہ کا، محبت علی رضی اللہ عنہ مقصود نہیں۔ یعنی بظاہر ازواج مطہرات کا دفاع ہے، یعنی ان سے محبت کا اظہار ہے لیکن دراصل امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف اپنے جلے دل کے پھپھولے پھوڑے ہیں۔ صدیوں سے امت کے علماء، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شیدائی اور ازواج مطہرات کے پروانے یہ روایات (واقعہ افک اور واقعہ ایلاء و تخییر) پڑھتے آرہے ہیں لیکن کسی کو ان روایات میں امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کی وہ شرارت نظر نہیں آئی جو ان واقعات میں بقول اصلاحی انہوں نے گھیڑنے کی کوشش کی ہے جو اصلاحی صاحب کی عقابی نظروں میں آگئی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان روایات میں ایسی باتیں ہیں ہی نہیں جو اصلاحی صاحب نے امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف روایتیں گھڑنے کا مقدمہ دائر کرنے کے لیے اپنی قوت متخیلہ سے ان میں ڈھونڈ نکالی ہیں۔"(۲)

اصلاحی صاحب کی عجیب منطق کا جواب

باقی یہ کہنا کہ آپ سے بدرجہا بہتر لوگوں کو بھی منکر حدیث کہا گیا ہے تو یہ بات بھی عجیب ہے کہ وہ منکر حدیث بھی ہیں اور آپ سے بدرجہا بہتر بھی ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انکارِ حدیث، جو دراصل منصب رسالت کا انکار ہے۔ سرے سے کوئی جرم ہی نہیں ہے۔ وہ منصب رسالت کا انکار کر کے بھی دوسرے مسلمانوں سے افضل و اعلیٰ ہیں؟ دوسرے منکرین حدیث کون ہیں؟ سرسید ہیں، عبد اللہ چکڑالوی ہے، غلام احمد پرویز ہے، اسلم جیراج پوری تمنا عمادی، جاوید احمد غامدی وغیرہ ہیں۔ کیا یہ سب اتنے بڑے جرم منصب رسالت کا انکار کر کے بھی بدرجہا بہتر ہیں؟ جب کہ علمائے اسلام نے تو ان کو ان کے ملحدانہ افکار کی وجہ خوب رد کیا ہے۔۔

اس کے بعد حافظ صاحب بدرجہا بہتر سے ان کی مراد کو بیان کرتے ہوں اپنا غالب گمان ذکر کرتے ہیں:

غالباً اصلاحی صاحب کا معہود ذہنی ان کے استاذ حمید الدین فراہی ہیں جن کو وہ اپنے آپ سے بہت اچھا سمجھتے ہیں کیوں کہ واقعہ یہ ہے کہ ان کو بھی اصلاحی صاحب کی طرح منکر حدیث کہا گیا ہے۔ اور یہ دعویٰ اتہام نہیں، حقیقت ہے۔ حد رجم کی احادیث صحیحہ و قویہ متواترہ کا انکار برصغیر پاک و ہند میں سب سے پہلے حمید الدین فراہی ہی

---

(۱) امین احسن اصلاحی، شرح صحیح بخاری، ۲/ ۲۵۴

(۲) مولانا امین احسن اصلاحی اپنے حدیثی و تفسیری نظریات کی روشنی میں ص:۱۸۲

نے کیا ہے اور بھی دیگر احادیث کا انکار بزعم خویش قرآن کے خلاف قرار دے کر کیا ہے۔

اصلاحی صاحب کے انکار حدیث کا سبب

اصلاحی صاحب انکارِ حدیث کی وجہ بیان فرماتے ہیں:

> ”اس کی وجہ یہ ہے کہ میں روافض کی روایت کو نہیں مانتا۔ مجھے روز مؤطا میں بھی مسلم میں بھی اور بخاری میں بھی ان سے سابقہ رہتا ہے۔ روایت ہے اور راوی کٹر رافضی ہے تو میں اس کی روایت مان لوں یہ ناممکن ہے۔ اگر یہ انکار حدیث ہے تو یہ الزام مجھے لینا پڑے گا۔ اسی روایت (جواز رہن کی) کو دیکھیے، قرآن مجید کی ان آیات کے بعد کیسے مان لوں کہ یہ روایت من وعن صحیح اور اس سے استدلال درست ہے۔“(۱)

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کا مقام ومرتبہ

اس کے بعد امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کی ذات پر لگائے جانے والے اتہامات کا رد کرتے ہوئے صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ائمہ کرام اور محدثین وفقہاء کے اقوال نقل کرکے امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کی ثقاہت وشان اور عظمت کو اجاگر کیا اور اپنی کتاب میں امام زہری کے بارے چند عناوین کے ساتھ زہری جیسی شخصیت کی ثقاہت ثابت کی ذیل میں چند عناوین کا اختصار کے تذکرہ کیا جاتا ہے:

- کیا امام زہری شیعہ تھے؟
- امام زہری کی عظمت وکردار کی دو مثالیں
- امام زہری کی شخصیت کیا امام زہری شیعہ یا ان کے ایجنٹ تھے؟

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ جیسی عظیم الشان محدث اور علم حدیث اور حدیث کا بحر علم، ثقہ شخصیت کو امین احسن اصلاحی صاحب نے جنبش قلم سے رافضیوں کا نام، پیخ مارنے والا، احادیث میں خرافات بھرنے والا قرار دیا ہے تو محقق کی حیثیت سے فریضہ ہے کہ یہاں ائمہ اعلام کی عبارات سے واضح کریں کہ امام زہری علم وورع، تقویٰ اور ثقاہت میں ان ائمہ کے ہاں میں کیا مقام رکھتے تھے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"لولا الزهري لذهبت السنن من المدينة"(۲)

اگر امام زہری نہ ہوتے تو مدینہ سے سنتیں اٹھ جاتیں۔

امام محمد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں اہل مدینہ کے تابعین کے چوتھے طبقہ میں ذکر کیا اور فرمایا:

"الزهري ثقة كثير الحديث والعلم والرواية فقيها جامعا"(۳)

---

(۱) امین احسن اصلاحی، شرح صحیح بخاری، ۲/۳۰۴

(۲) نووی، تھذیب الاسماء، جلد ا، ص:۹۱

(۳) فاروق بن محمود بن حسن حمادة، أعلام السيرة النبوية في القرن الثاني للهجرة،الناشر: مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف بالمدينة المنورة،ص:۸

امام زہری ثقہ ہیں زیادہ حدیثیں اور روایتیں بیان کرنے والے وافر علم کے مالک اور، فقیہ اور جامع ہیں۔

امام لیث، جعفر بن ربیعہ سے فرماتے ہیں:

"قلت لعراك بن مالك من أفقه أهل المدينة، فذكر سعيد بن المسيب، وعروة وعبد الله بن عبد الله، قال عراك: وأعلمهم عندي جميعاً ابن شهاب لأنه جمع علمهم إلى علمه"(۱)

میں نے عراک بن مالک سے کہ مدینہ کا سب سے بڑا فقیہ کون ہے؟ انہوں نے سعید بن مسیب اور عروہ اور عبد اللہ بن عبد اللہ کا ذکر کیا، تو عراک کہنے لگے: میرے نزدیک ان سب سے بڑھ کر علم میں ابن شہاب زہری ہیں کیونکہ زہری نے اپنے علم کے ساتھ ان کا علم بھی جمع کر لیا ہے۔

سعید بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ما ابن شهاب إلا بحر"(۲)

ابن شہاب تو علم کا ایک سمندر ہیں

ولید بن مسلم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"سَمِعْتُ مكحولا يقول: ابن شهاب أعلم الناس بسنة ماضية"(۳)

میں نے مکحول کو یہ کہتے سنا کہ: ابن شہاب گذشتہ سنتوں کا سب سے بڑھ کر عالم ہے۔

ایوب سختیانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ما رأيت أحدا أعلم من الزهري. فقال له صخر بن جويريه ولا الحسن؟ قال: ما رأيت أعلم من الزهري"(۴)

میں نے زہری سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں دیکھا صخر بن جویریہ ان سے کہنے لگے کیا حسن بھی نہیں؟ ایوب (پھر) کہنے لگے: "میں نے زہری سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں دیکھا۔

عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(۱) ابن عساكر، أبو القاسم علي بن الحسن بن هبة الله،تاريخ دمشق،المحقق: عمرو بن غرامة العمروي، الناشر: دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع،طبع: ۱۹۹۵ م،۳۶۱/۵۵

(۲) الفسوي،يعقوب بن سفيان بن جوان الفارسي،أبو يوسف، المعرفة والتاريخ،المحقق: أكرم ضياء العمري، الناشر:مؤسسة الرسالة، بيروت،الطبعة الثانية:۱۴۰۱ هـ- ۱۹۸۱م،۶۳۹/۱

(۳) الذهبي،شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قَايْماز، سير أعلام النبلاء،المحقق:مجموعة من المحققين بإشراف الشيخ شعيب الأرناؤوط، الناشر:مؤسسة الرسالة، الطبعة الثالثة: ۱۴۰۵ه/۱۹۸۵م، ۳۳۶/۵

(۴) محمد بن محمد العواجي، مرويات الإمام الزهري في المغازي، الناشر:ندارد، الطبعة الأولى:۱۴۲۵ه /۲۰۰۴م،۱۰۶/۱

"مثل هذا القرشي ما رأيت قط"(۱)

میں نے اس قرشی (اشارہ ابن شہاب کی طرف ہے) سے بڑھ کر کوئی نہیں دیکھا۔

علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"كان هؤلاء الستة ممن اعتمد عليهم الناس في الحديث: الزهري لأهل المدينة، وعمرو بن دينار لأهل مكة، وأبو إسحاق والأعمش لأهل الكوفة، ويحي بن أبي كثير وقتادة لأهل البصرة"(۲)

یہ چھے افراد ان میں سے ہیں جن پر لوگوں نے حدیث کی بابت اعتماد کیا ہے۔ امام زہری اہل مدینہ کے لئے، عمرو بن دینار اہل مکہ کے لئے، ابو اسحاق اور اعمش اہل کوفہ کے لئے، اور یحی بن ابی کثیر اور قتادہ اہل بصرہ کیلئے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"بقي ابن شهاب، وماله في الناس نظير، وكان إذا دخل المدينة، لم يحدث بها أحد حتى يخرج منها"(۳)

ابن شہاب وہ ہیں جن کی لوگوں میں کوئی نظیر نہیں ملتی جب ابن شہاب مدینہ میں داخل ہوتے تو کوئی بھی درس حدیث نہ دیتا (سوائے ان کے) حتی کہ آپ چلے نہ جاتے۔

یہ چند عبارات ہیں وگرنہ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کی ثقاہت و دیانت کی گواہی سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں ائمہ کرام نے بھی دی ہے۔

حافظ رحمۃ اللہ علیہ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کے کا اسناد میں مقام بتاتے ہوئے ذیل کی سرخی باندھتے ہیں:

تجزیہ

مذکورہ کتاب میں صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث کا انکار کرنے والوں کی بیخ کنی کی ہے اور دفاع حدیث کے اعتبار سے محدثین اور شارحین جنہوں نے نبی اکرم ﷺ کے فرامین مبارکہ ہم تک پہنچائے ان کی تحقیر پر مبنی مواد کا بھی رد کیا ہے۔ جس سے مسلمانوں میں یقینی طور پر حدیث کے بارے پائی جانے والی اہمیت میں کمی کی ناکام کوشش تھی لیکن نبی ﷺ کے فرامین کی شان اور اس کی اہمیت کو اجاگر رکھنے کے لیے اللہ تعالی نے ہر دور میں

(۱) القرطبي،أبو عمر يوسف بن عبد الله بن محمد بن عبد البر بن عاصم النمري، التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد، تحقيق:مصطفى بن أحمد العلوي، محمد عبد الكبير البكري، الناشر: وزارة عموم الأوقاف والشؤون الإسلامية، المغرب،عام النشر: ١٣٨٧ هـ،٦/١٠٢

(۲) الفسوي،يعقوب بن سفيان بن جوان الفارسي،أبو يوسف، المعرفة والتاريخ،المحقق: أكرم ضياء العمري، ٦٢١/١

(۳) ابن عساكر، أبو القاسم علي بن الحسن بن هبة الله،تاريخ دمشق،المحقق: عمرو بن غرامة العمروي، ٣٥١/٥٥

ایسے رجال پیدا کیے ہیں جو وحی غیر متلو کی کسی نہ کسی پہلو سے حفاظت کا ذریعہ بنتے ہیں۔

اسی لیے نبی اکرم ﷺ نے ایسے افراد کے لیے جو حدیث کو سیکھتے سکھاتے اور اس کی بھرپور حفاظت ونشرواشاعت اور ہر حوالے سے دفاع کا کام سرانجام دیتے ہیں کے چہروں کو تروتازہ اور شاداب وشادمانی کی بشارت دی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«نَضَّرَ اللَّهُ امْرَأً سَمِعَ مَقَالَتِي فَوَعَاهَا وَحَفِظَهَا وَبَلَّغَهَا»[1]

اللہ تعالی اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے میری حدیث سنی، اس کو سینے میں محفوظ کیا، اور اس کو آگے پہنچایا۔

(۱) ترمذی، محمد بن عیسی بن سورہ بن موسی بن الضحاک، ابوعیسی، سنن ترمذی، ابواب العلم، باب ما جاء في الحث على تبليغ السماع، تحقیق وتعلیق: احمد شاکر، محمد فواد عبد الباقی، ناشر: شرکہ مکتبہ ومطبعہ مصطفی البابی الحلبی، مصر، طبع دوم: ۵، ۱۹۷۵/ ۳۴، حدیث نمبر: ۲۶۵۸

فصل دوم

نظر ثانی شدہ کتب احادیث اور فقہ الحدیث

نظر ثانی شدہ کتب احادیث

اردو قارئین کے لیے ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ ان میں سے بیشتر فن حدیث سے واقف نہیں ہیں۔ رجال حدیث کی انہیں خبر نہیں ہے۔ اصول حدیث کی بھاری بھرکم اصطلاحات انھوں نے سنی بھی نہیں ہیں اور ائمہ جرح وتعدیل کے مناقشے اور تجزیے سے انھیں کوئی واسطہ نہیں ہے۔ البتہ اب ایک بڑی تعداد یہ ضرور چاہتی ہے کہ ہم صرف صحیح اور حسن احادیث پر عمل کریں کیوں کہ یہ موٹی بات ان کی سمجھ میں آگئی ہے کہ موضوع اور منکر حدیث نہ قابل عمل ہے اور نہ اس سے دین کا کوئی مسئلہ ثابت ہو سکتا ہے۔

اب آسانی سے ان کتابوں میں موجود احادیث کی استنادی حیثیت معلوم کرسکتے ہیں۔ ہر حدیث اعراب کے ساتھ موجود ہے، اس کا بہترین رواں ترجمہ بھی ہے، فوائد ومسائل انتہائی اختصار اور جامعیت کے ساتھ لکھے گئے ہیں اور سب سے اہم کام یہ کہ ہر حدیث پر نیچے حاشیہ دے کر اس کی مکمل تخریج کی گئی ہے یعنی یہ بتادیا گیا ہے کہ یہ حدیث مزید کن کن کتابوں میں پائی جاتی ہے اور قوسین میں اس کا حکم بھی بیان کر دیا گیا ہے۔ البتہ اردو قارئین کی ایک بڑی الجھن بھی سامنے آرہی ہے، اس کو سمجھنا اور پھر کوئی حل تلاش کرنا اس وقت کی ایک بڑی ضرورت ہے۔ ایک واقعے سے اس الجھن کو سمجھا جاسکتا ہے اور اگر اسے دور نہ کیا گیا تو خود حاملین منہج سلف میں کس طرح کا فکری انتشار پیدا ہو سکتا ہے۔ اس جہت میں صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے مندرجہ خدمات سرانجام دی ہیں۔

ا۔ کتب ستہ

کتب ستہ کی تخریج وتحقیق کا کام مولانا حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ، جبکہ ترجمہ وفوائد شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد امین اور دیگر کی محنت وکاوش کا نتیجہ ہے۔ اور پھر باریک بینی کے ساتھ نظر ثانی مولانا حافظ صلاح الدین یوسف صاحب حفظہ اللہ سے کروائی گئی ہے۔

حافظ صاحب نے دیگر بھی کئی کتب نظر ثانی کے ساتھ ساتھ ذخیرہ احادیث میں سے کتب ستہ کی بھی نظر ثانی فرمائی جن کے اسماء ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

أ. صحیح بخاری (مؤلف: ابوعبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری)

ب. صحیح مسلم (مؤلف: مسلم ابن الحجاج القشیری النیسابوری)

ج. سنن النسائی (مؤلف: احمد ابن شعیب النسائی)

د. سنن ابی داود (مؤلف: ابوداود سلیمان بن الاشعث)

ہ. سنن ترمذی (مؤلف: ابو عیسی محمد بن سورہ بن شداد الترمذی)
و. سنن ابن ماجہ (مؤلف: ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ) رحمۃ اللہ علیہم

۲۔ ہدایۃ القاری شرح صحیح البخاری

کتب ستہ کے علاوہ حدیث کے متعلقہ جن کتب کی نظر ثانی کی ان میں "ہدایۃ القاری شرح صحیح بخاری" بھی ہے۔ ہدایۃ القاری شرح صحیح البخاری دس مجلدات ۷۰۹۷ صفحات پر مشتمل بہترین شرح ہے جو مولانا مفتی عبد الستار الحماد حفظہ اللہ کی تالیف ہے۔ آپ نے ۱۶ برس میں دن رات کی محنت کے بعد مکمل کی۔ اس کا ترجمہ عام فہم اور زبان نہایت ہی سادہ ہے کہ عام قاری بھی آسانی کے ساتھ بات کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔ اس میں پرانے الفاظ متروک کر دیئے گئے۔ سہل انداز اور سلیس اردو میں بات سمجھانے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ فوائد میں احادیث کی تخریج کے ساتھ ساتھ صحت وضعف کا اہتمام کیا گیا ہے۔ بامقصد تفصیل کی گئی بے جا طوالت سے گریز کیا گیا ہے۔ ابواب اور ترجمۃ الباب کی تشریح کے لیے "وضاحت" کے نام سے مستقل عنوان قائم کیا گیا ہے۔ بظاہر متعارض نظر آنے والی احادیث کی تطبیق کا التزام کیا گیا ہے۔ گاہے بگاہے جدید مسائل کا حل بھی پیش کر دیا گیا ہے۔! احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مشکوک قرار دینے کی مذموم کوششوں کا رد بھی آپ کو فوائد و مسائل میں جگہ جگہ دیکھنے کو ملے گا۔

مذکورہ تمام ترصفات اور خصوصیات ہونے کے باوجود مزید بہتری اور منکرین حدیث کی تردید کے حوالے سے مفتی عبد الستار الحماد حفظہ اللہ کتاب کی ابتدا میں عرض مترجم کے تحت صحیح بخاری کے دو پہلوؤں پر کام کرنے کی شدید ضرورت کا اظہار کرتے ہیں اور "**ابھی کام باقی ہے**" کے عنوان سے سرخی قائم کر کے لکھتے ہیں:

> "صحیح بخاری امت پر ایک قرض ہے جو ابھی تک ادا نہیں ہوا۔ اس سلسلے میں ہماری یہ حقیری کوشش ہے لیکن میرے نزدیک ابھی دو پہلوؤں پر کام کرنے کی شدید ضرورت ہے جو حسب ذیل ہیں:
>
> **۱۔** امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ عنوانات کے متعلق یہ بات اہل علم کے ہاں مشہور ہے کہ "بخاری کی فقاہت ان کے تراجم میں ہے۔" اور یہ تراجم خاموش ہونے کے ساتھ ساتھ بہت ٹھوس ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان تراجم پر غور و فکر کر کے کچھ اصول وضع کیے جائیں، پھر ان اصولوں کی روشنی میں پیش کردہ احادیث کا جائزہ لیا جائے اور مدارس میں ان کے مطابق صحیح بخاری کی تدریس کی جائے۔ ہمارے ہاں ایک سال میں جس انداز کے ساتھ بخاری پڑھائی جاتی ہے اس سے حق ادا نہیں ہوتا۔
>
> **۲۔** امین احسن اصلاحی نے محدثین کرام کے وضع کردہ اصول حدیث کو سبوتاژ کرنے کے لیے مبادی تدبر حدیث" اور صحیح بخاری کی اصلاح کے لیے تدبر حدیث کے نام سے کتب

شائع کی ہیں۔ ان میں اس نے محدثین کرام بالخصوص امام بخاری رحمہ اللہ کے خلاف بہت زہر اگلا ہے۔ اس کا تریاق مہیا کرنے کی ضرورت ہے۔ ہم نے آغاز میں اس کی کوشش کی تھی لیکن طوالت کے پیش نظر یہ سلسلہ موقوف کرنا پڑا۔"(۱)

حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ پانچ مختلف دیگر محققین نے اس کو حرف بہ حرف باری باری پڑھا اور کئی جگہ تصحیح کے ساتھ ساتھ مناسب اضافہ جات بھی کیے۔ جیسا کہ کتاب کے شروع میں عرض ناشر عنوان کے تحت عبد المالک مجاہد حفظہ اللہ مدیر دارالسلام الریاض، صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی نظر ثانی سے متعلق لکھتے ہیں:

"عصر حاضر کے فاضل مفسر و مترجم! مؤلف کتب کثیرہ فضیلۃ الشیخ حافظ صلاح الدین یوسف (رحمۃ اللہ علیہ)(۲) مدیر شعبہ تحقیق و تصنیف دار السلام، لاہور اور ان کے رفقاء مولانا ابو عبد اللہ محمد عبد الجبار، مولانا حافظ محمد آصف اقبال، مولانا محمد عثمان منیب، مولانا غلام مرتضیٰ اور مولانا مختار احمد ضیاء اللہ نے دن رات کی ان تھک محنت سے اس پر نظر ثانی کی، تصحیح و تنقیح کا فریضہ سر انجام دیا اور بیش قیمت مفید اور علمی و تحقیقی فوائد و مسائل کا اضافہ کیا۔"(۳)

---

(۱) مفتی عبد الستار الحماد، ہدایۃ القاری شرح صحیح البخاری، مکتبہ دالسلام، الریاض، لاہور، سن اشاعت ۲۰۲۱ء بمطابق ۱۴۴۳ھ، طبع دوم، ۱/ ۳۱-۳۲

(۲) عبد المالک مجاہد صاحب کی اصل عبارت میں (حفظہ اللہ) کے الفاظ ہیں

(۳) مفتی عبد الستار الحماد، ہدایۃ القاری شرح صحیح البخاری، ۱/ ۴۰

فقہ الحدیث

حافظ صاحب کے ترجمے تعلیق اور شرح میں زبان کی سلاست اور روانی اور ساتھ ہی ان سب کا عام فہم ہونا ان کی امتیازی خصوصیات ہیں اور فوائد کے استنباط میں فقہی ترجیحات کے ساتھ معاشرہ میں متنازعہ مسائل اور رائج گمراہیوں پر حدیث کی روشنی میں تنبیہ اورر ہنمائی کرتے ہیں۔ذیل میں فقہ الحدیث سے متعلقہ کتاب اسلامی معاشرت کا ذکر کیا جاتا ہے۔

اسلامی معاشرت

صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً ایک سو دس کتابیں تصنیف کیں۔ان میں سے اکثر تصانیف کا مقصد حدیث رسول ﷺ اور اس کی تعلیمات کو عوام الناس تک اس طرح پہنچانا کہ لوگوں کی صبح وشام نبی ﷺ کی سنت اور احادیث کے رنگ میں رنگ جائیں۔چنانچہ انہی احادیث کی روشنی میں جہاں آپ نے فضائل ، آداب، حقوق، اذکار اور احکام ومسائل سے متعلق ایک حسین سلسلہ تصنیف فرمایاہے۔وہیں آپ نے احادیث کی روشنی میں معاشرے میں امن وامان اور اصلاح کی غرض سے اسلامی معاشرت کے نام سے بھی عمدہ کتاب تحریر فرمائی ہے۔ جس کے بارے میں بالاختصار ذیل کی سطور میں بحث کی جارہی ہے۔

حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کتاب ایک مسلمان کی اچھی سیرت کی تعمیر اور اس کی صالح تربیت کرنے کے نقطہ نظر سے ترتیب دی گئی ہے۔اسلامی معاشرت کے آداب کو احادیث کے ذخیرہ سے اخذ کر کے مختلف عنوانات کے تحت مرتب کیاہے۔

یہ کتاب دار السلام (ریاض، لاہور) سے ۲۰۰۷ء میں شائع کی گئی جو ۱۷۴ صفحات اور بارہ مختلف عنوانات پر مشتمل ہے جن میں مزید چھوٹے چھوٹے عنوانات ہیں اور ہر عنوان کا آغاز اسی خصوصی عنوان کے تحت حدیث رسول اللہ ﷺ سے کیاہے۔اس کتاب میں ایسی احادیث جمع کی ہیں جو سند کے اعتبار سے صحیح ہیں اور ان احادیث کا زیادہ تر تعلق بھی آداب زندگی (معاشرتی حیات) سے ہے۔کتاب میں چھوٹی چھوٹی احادیث کا چناؤ کیا گیاہے جس کا فائدہ یہ ہے کہ کتاب کا مطالعہ کرنے والا خصوصا چھوٹی عمر کے افراد آسانی سے ان احادیث کو سمجھ کر ذہن نشین کر سکتے ہیں۔

اس کتاب کو لکھتے ہوئے حدیث کو غالب رکھتے ہوئے جن باتوں کا خصوصی التزام کیا گیاہے ان کو ذیل کی سطور میں ملاحظہ ہو:

- کتاب میں صرف صحیح احادیث شامل کی گئی ہیں۔
- احادیث ذکر کرنے کے بعد ان کے مکمل حوالے درج کئے گئے ہیں۔
- احادیث کے عربی میں چھوٹے چھوٹے جملے نقل کیے گئے اور پھر ان کا ترجمی بھی کیا گیاہے جس سے پڑھنے والا آسانی سے یادر کھ سکتاہے۔مثال کے طور پر:

" تهادوا تحابوا"

ایک دوسرے کو ہدیے دو! اس سے تم باہم محبت کروگے۔[1]

- ❖ جہاں طویل حدیث آئی ہے وہاں حدیث کو کئی جملوں میں تقسیم کر کے مختلف عنوانات میں بیان کیا ہے۔
- ❖ عنوانات کی تشریح میں جو احادیث لائی گئی ہیں ان کے بھی حوالے درج کئے ہیں۔
- ❖ ہر عنوان کی تشریح و توضیح ایسے مناسب انداز میں کی ہے کہ نہ بہت طوالت سے کام لیا ہے نہ ہی بہت اختصار سے۔
- ❖ کتاب کے بارے میں حافظ صلاح الدین یوسف نے تجویز دی ہے کہ اسے نویں، دسویں، فہم قرآن کے کورسوں اور مدارس دینیہ کے نصاب میں شامل کیا جائے۔

حدیث سے متعلقہ تحقیقی مقالات

حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے مقالات، اداریے اور مکتوب وغیرہ کئی شماروں میں چھپتے رہے جن کی تعداد کم و بیش ۱۵۰۰ کے قریب بنتی ہے آپ کے ان مقالات میں سے وہ مقالات جو حدیث کی ترویج، تحقیق یا دفاع کے حوالے سے ہیں ان میں سے چند کے عنوانات مع مجلہ اور اس کے چھپنے کا ماہ و سال کے ساتھ ذیل میں ذکر کیے جا رہے ہیں۔ طوالت کے باعث ان پر تبصرہ سے اعراض کر دیا ہے۔

۱. اصلاحی صاحب کی شرح بخاری: خدمت حدیث یا انکار حدیث (محدث لاہور، نومبر ۲۰۱۷، ص ۶۶ تا ۸۲)
۲. پل صراط کی تفسیر صحیح احادیث کی روشنی میں / صاحب تدبر قرآن کا ان سے انکار (الاعتصام: ۱۳ جنوری ۲۰۱۷، ص: ۹ تا ۱۳)
۳. ختم نبوت: احادیث کی روشنی میں (الاعتصام ۵ جولائی ۱۹۷۵، ص: ۱)
۴. درس حدیث (ترجمان الحدیث: مارچ، ۱۹۹۹، ص: ۹، ۱۰)
۵. درس حدیث (ترجمان الحدیث: مئی، ۱۹۹۹، ص: ۱۲، ۱۳)
۶. درس حدیث (ترجمان الحدیث: جون، ۱۹۹۹، ص: ۱۰، ۱۱)
۷. درس حدیث (ترجمان الحدیث: جولائی، ۱۹۹۹، ص: ۸)
۸. درس حدیث (ترجمان الحدیث: اگست، ۱۹۹۹، ص: ۹ تا ۱۴)
۹. شیخ البانی کی خدمات، نقد حدیث اور اس سے متعلق بعض سوالات (الاعتصام: ۱۸ فروری ۲۰۰، ص: ۱۷ تا ۲۰)
۱۰. شیخ محمد ناصر الدین محدث کی عظیم خدمات کا ایک مختصر تذکرہ (محدث لاہور، نومبر ۱۹۹۹، ص: ۴۰ تا ۴۳)

(۱) یوسف، صلاح الدین، حافظ، اسلامی معاشرت، ناشر: دار السلام الریاض، لاہور، ۲۰۰۷ء، ص: ۱۴، ۱۵

۱۱.   مشکوۃ شریف (مترجم مولانا اسماعیل سلفی)   (الاعتصام:۱۵اکتوبر۱۹۷۶)

مکتوب غامدی کا تصور حدیث وسنت   (الشریعہ جنوری ۲۰۱۵ء، ص:۴۹)

فصل سوم

تراجم وشروحات اور تحقیقات وتنقیحاتِ حدیث

خدمتِ حدیث کا ایک عظیم باب شرح وتوضیح حدیث کا ہے اور شرح وتوضیح حدیث کے قبیل کا ایک اہم ترین کام ترجمہ کا بھی ہے۔ حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی اس باب میں بھی بڑی خدمات ہیں۔ احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تراجم، تعلیق، تنقیح، تسہیل، تخریج اور شرح کے میدان میں جو خدمات سرانجام دیں ہیں ذیل کی سطور میں ان کا اختصار کے ساتھ تذکرہ کیا جاتا ہے۔

تراجم وشروح حدیث

ا۔ ریاض الصالحین

ریاض الصالحین عربی زبان میں ذخیرہ حدیث کے میدان میں ساتویں صدی ہجری کے امام ابوزکریا یحی بن شرف النووی رحمۃ اللہ علیہ [1] (۶۳۱-۶۷۶ھ) کی ایک نہایت عمدہ تصنیف ہے۔ اس کتاب کو اللہ تعالی نے شرف قبولیت سے نوازا کہ اسلامی ذخیرہ میں ایک نمایاں اور ممتاز مرتبہ پایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسے ہر طبقہ میں یکساں مقبولیت ملی۔ اس کتاب میں عام آدمی کو درپیش مسائل کا حل قرآن کی انتخاب شدہ آیات اور منتخب کردہ صحیح احادیث کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔ ہر دور میں عام مسلمانوں کے لئے اس کتاب کی افادیت مسلمہ رہی ہے۔ اس سے عام و خاص، علماء اور کم پڑھے لکھے ہر طبقے کے لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اس میں ضعیف، موضوع روایات سے اجتناب کیا گیا ہے۔ امام نووی نے اسے اس باریک بینی سے مرتب کیا ہے کہ اس میں عبادات، معاملات، معاشرت، اخلاقیات اور سیاسیات یہاں تک کہ زندگی کے تمام اہم شعبوں کے متعلق رہنمائی موجود ہے، گویا یہ ایک ایسا آئینہ ہے جس کو سامنے رکھ کر اپنے اخلاق وکردار کو سنوارا جا سکتا ہے۔

اس کتاب کی اسی خاصیت واہمیت کی وجہ سے عربی زبان میں بھی اس کی متعدد شروح لکھی گئی ہیں اور اردو میں بھی اس کے کئی ترجمے کیے جا چکے ہیں جو مختلف ناشروں کی طرف سے طبع کیے گئے ہیں۔

حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس شاہکار کتاب "ریاض الصالحین" کا اردو زبان میں ترجمہ اور فوائد تحریر کیے ہیں۔ یہ کتاب دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ جلد اول ۷۳۷ صفحات پر جبکہ جلد دوم کے ۵۶۶ صفحات ہیں۔

(۱) امام نووی رحمۃ اللہ علیہ دمشق کے علاقے حوران سے متصل ایک بستی نوا میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ولادت محرم الحرام کے درمیانی عشرے میں ۶۳۱ھ بمطابق ۱۲۳۳ء میں ہوئی۔ بستی نوا کی نسبت سے آپ نووی کہلائے۔ آپ کے آباء واجداد حزام سے ہجرت کر کے آئے اور وہاں آباد ہو گئے۔ آپ نے دمشق میں مختلف اساتذہ سے تحصیل علم کیا۔ مختلف مدارس کی مسند ہائے درس کو زینت بخشی۔ تصنیف و تالیف کے کام میں اس قدر محنت کی کہ اپنی علمی خدمات کی وجہ سے علمی دنیا میں زندہ جاوید ہو گئے۔ آپ کی نمایاں تصانیف "المنہاج فی شرح صحیح مسلم بن حجاج"، "ریاض الصالحین"، کتاب الاذکار المنتخب من کلام سید الابرار ہیں۔ آپ نے تقریباً ۴۵ سال کی عمر میں نوا کی بستی میں ۶۷۶ھ میں وفات پائی۔

یہ کتاب دار السلام سے جمادی الاول ۱۴۱۸ھ / ستمبر ۱۹۹۶ء میں منصہ شہود پر آئی۔

دیگر تراجم کے ہوتے ہوئے حافظ صلاح الدین یوسف کے ترجمہ کی مندرجہ ذیل خصوصیات ہیں:

- ❖ کتاب کی شرح، تخریج اور فوائد لکھنے میں متعدد کتب اور شروحات سے استفادہ کیا گیا ہے جن میں زیادہ دلیل الطالبین (ابن علان) نزھة المتقین اور فتح الباری نمایاں ہیں۔
- ❖ حافظ صلاح الدین رحمۃ اللہ علیہ یوسف نے اس کتاب کا ترجمہ کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی مختصر تشریح و فوائد کا اضافہ کر کے حدیث کا مفہوم واضح کیا ہے۔
- ❖ کتاب میں تخریج کے عنوان سے ہر حدیث کا مکمل حوالہ نقل کیا ہے۔ اس انداز سے تخریج کی ہے کہ قارئین حدیث کو اصل کتاب یا اس کی شرح میں دیکھنا چاہیں تو با آسانی تلاش کر سکیں۔
- ❖ سابقہ تراجم سے استفادہ کرتے ہوئے اس ترجمہ کو زیادہ معیاری اور بہتر بنایا گیا ہے۔
- ❖ ریاض الصالحین میں زیادہ تر روایات مستند ہیں جو صحیح بخاری و صحیح مسلم سے لی گئی ہیں، تاہم کچھ روایات سنن ابی داود، سنن ترمذی، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، موطا امام مالک، مستدرک حاکم اور بیہقی وغیرہ سے بھی لی گئی ہیں جن میں کچھ ایسی روایات ہیں جو ضعیف ہیں، اس ترجمہ والے ایڈیشن میں ان پر ضعف کا حکم بھی لگا دیا گیا ہے۔
- ❖ کتاب کے آخر میں احادیث اور آثار کے اشاریے کا اضافہ کیا ہے۔

۲۔ حصن المسلم (مسنون اذکار اور محقق دعائیں)

بے شک دعا عبادت کا خلاصہ اور اصل ہے اور ہم ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے محتاج ہیں، اپنے ہر دکھ اور مصیبت اور ازالے کے لیے اللہ رب العزت کے حضور جھکتے اور دعا مانگتے ہیں۔ دعاؤں کی قبولیت کے لیے اللہ تعالیٰ کی چوکھٹ پر جھک کر اور رو رو کر فریاد کرنی چاہیے کیونکہ دعا ہی وہ ذریعہ ہے جو تقدیر کا لکھا بدل سکتی ہے۔ بس شرط یہ ہے کہ دعا اس یقین سے مانگی جائے کہ اللہ رب العزت ضرور قبول فرمائیں گے۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگنے اور اس کی قبولیت کے سلسلے میں درج ذیل آیت پیش[1] کی:

﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ﴾[2]

(۱) ترمذی، محمد بن عیسی بن سَورۃ بن موسی بن الضحاک، ابو عیسی، السنن، ابواب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ المؤمن، تحقیق وتعلیق: احمد محمد شاکر (ج: ۱-۲)، محمد فؤاد عبد الباقی (ج: ۳)، وابراہیم عطوۃ عوض المدرس فی الازہر الشریف (ج: ۴-۵)، الناشر: شرکۃ مکتبۃ مطبعۃ مصطفی البابی الحلبی، مصر، الطبعۃ الثانیۃ: ۱۳۹۵ھ-۱۹۷۵م، رقم لحدیث: ۳۲۴۷، ۵/۳۷۴

(۲) مومن: ۶۰

اور تمہارے رب کا فرمان ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا، یقین مانو کہ جو لوگ میری عبادت سے سرکشی (اعراض) کرتے ہیں وہ عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں پہنچ جائیں گے۔

قرآن وحدیث میں دعا مانگنے کی بہت تاکید اور ترغیب دی گئی ہے خود نبی کریم ﷺ نے ہمیں بہت سی جامع دعائیں سکھائی ہیں جو مضامین کے اعتبار سے مختصر، جامع اور بلیغ ہیں۔

دعا کی اسی اہمیت وضرورت کے پیش نظر بہت سے علماء وفضلاء نے مسنون دعاؤں کے بہت سے مجموعے مرتب کئے ہیں ان میں سے ایک سعودی عالم دین فضیلۃ الشیخ سعید بن علی القحطانی[1] بھی ہیں جنہوں نے صحیح احادیث کی روشنی میں ہر موقع ومحل کی دعاؤں کو"حصن المسلم "یعنی ایک مسلمان کا قلعہ کے نام سے مرتب کیا ہے۔ یہ کتاب ۱۵۲ صفحات پر مشتمل ہے جو کہ ادارہ دارالسلام لاہور نے ۲۰۰۷ء میں شائع کی۔

اس کتاب میں تمام دعائیں نبی اکرم ﷺ کی احادیث مبارکہ سے ثابت، مسنون اور جامع ہیں اور مصنف نے ہر دعا کے ساتھ اس دعا کا ماخذ بھی درج کیا ہے۔ یہ کتاب عربی زبان میں ہیں جس کی وجہ سے ایک عام مسلمان ان کا مطلب سمجھنے اور اپنی حاجت کے مطابق دعا مانگنے سے محروم رہ جاتا تھا اور بعض دفعہ چند دعاؤں کے بعد سوچنے لگتا کہ اب اور کیا مانگوں؟ اس مشکل کو آسان کرنے کے لیے ان دعاؤں کے تراجم کئے گئے تاکہ ہر مسلمان ان دعاؤں کے مطالب ومعانی کو سمجھ کر خضوع اور خشوع کے ساتھ مانگ سکے۔ ان تراجم کرنے والوں کی فہرست میں حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں چونکہ ان کی خدمات حدیث کا جائزہ لینا ہی ہمارے تحقیقی مقالے کا موضوع ہے اور اس کی کتاب کی دعائیں بھی احادیث سے ہی لی گئی ہیں اس اعتبار سے یہ بھی حدیث کا ایک پہلو جو دعاؤں کی صورت میں مرتب ہے کو خدمت حدیث کے باب میں ذکر کر رہا ہوں جو کہ حافظ صلاح الدین یوسف صاحب نے ترجمہ کی شکل میں پیش کیا۔

دار السلام سے چند سال قبل بھی اس کتاب کو اردو ترجمے کے ساتھ شائع کیا گیا تھا لیکن قارئین کو اس میں سے موضوع کے تحت دعائیں تلاش کرنے میں دقت کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ لیکن اب اس ایڈیشن میں چند ضروری ترامیم واضافے کے بعد ترتیب نو کی گئی۔ کتاب کو آٹھ ابواب میں تقسیم کر کے ہر باب کی دعائیں مضامین کے اعتبار سے ترتیب دی ہیں۔ ابواب کے نام درج ذیل ہیں:

- حمد وثناء، درود وسلام اور توبہ استغفار۔
- سونے اور بیدار ہونے کی دعائیں۔

---

(۱) سعید بن علی بن وہف قحطانی ۱۳۷۱ھ / ۱۹۵۲ء میں العرین گاؤں میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق قبیلہ قحطان سے تھا۔ آپ بہت بڑے عالم تھے اور ریاض کی ایک جامع مسجد میں امامت وخطابت کے فرائض سر انجام دیتے رہے۔ آپ نے تقریباً ۸۰ کے قریب کتب تحریر کیں جن میں سے "حصن المسلم" کو دنیا میں اس کی حسن ترتیب، جامعیت اور صحت حدیث کی وجہ سے کافی شہرت ومقبولیت حاصل ہوئی اور دنیا کی مختلف زبانوں میں سینکڑوں اداروں کی طرف سے چھپ چکی ہے۔ آپ نے یکم اکتوبر ۲۰۱۸ء کو ریاض میں جگر کے سرطان کی وجہ سے ۶۵-۶۶ سال کی عمر میں وفات پائی، آپ کی نماز جنازہ اسی دن ریاض کی مسجد الراجحی میں ادا کی گئی۔

- طہارت، اذان اور نماز سے متعلق دعائیں۔
- صبح وشام کے اذکار
- مشکلات اور قرض سے نجات کے لیے دعائیں۔
- حج وعمرہ کے دوران اور سفر کی دعائیں۔
- کھانے، پینے اور لباس پہننے کی دعائیں۔
- روزمرہ کی دعائیں۔

کتاب کی خصوصیات درج ذیل ہیں:

❖ ہر دعا کے ساتھ حدیث کے حوالے سے صحیح احادیث کے تناظر میں اس کے فضائل و آداب بھی متن میں درج کئے ہیں۔

❖ حدیث کے حوالہ جات بھی دیے گئے ہیں۔

❖ حوالہ جات کی غلطی سے بچنے کے لیے جس حدیث میں وہ دعا ذکر کی گئی ہے اس حدیث کی تخریج کا اہتمام بھی کیا گیا ہے۔

❖ اس کتاب کو دوبارہ ترتیب دینے کا مقصد یہ تھا کہ اسے نصاب میں شامل کیا جائے اس لحاظ سے اسے درسی ضروریات کے مطابق مرتب کیا ہے۔

❖ آسان اردو ترجمہ کا التزام کیا گیا ہے تاکہ عام قاری بھی خوب سمجھ کر پڑھ سکے۔

۳۔ منحۃ الباری ترجمۃ الادب المفرد للبخاری

یہ ترجمہ ماہنامہ "شہادت" اسلام آباد میں بالاقساط شائع ہوتا رہا۔ ابھی تک یہ کتاب کتابی شکل میں نہیں آئی بلکہ مسودہ کی صورت میں موجود ہے۔ حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے ترجمہ کے ساتھ ساتھ تعلیق اور تخریج کا بھی اہتمام کیا ہے۔

۴۔ کتب ستہ

کتب ستہ کے حوالے سے سابقہ صفحات میں نظر ثانی کے تحت تذکرہ کیا جا چکا ہے۔ یہاں اس اعتبار سے ذکر کیا کہ حافظ صاحب نے جہاں کتب کی نظر ثانی کی وہیں ادارہ دارالسلام کے شعبہ تحقیق کے نگرانی کی ذمہ داری پر مامور تھے۔ تو تراجم کے میدان میں آپ نے صحیحین اور سنن اربعہ کے ترجمہ کا کام اپنی نگرانی میں کروایا۔

تحقیق و تخریج اور تنقیح حدیث

علم حدیث بہت ہی وسیع فن ہے جس میں متعدد ذیلی علوم وفنون سے مدد لی جاتی ہے۔ اس باب میں تحقیق و تخریج، تسہیل و تنقیح کا کام سب سے مشکل صنف ہے۔ حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اس میدان سے بھی اپنی علمی و تحقیقی خدمات انجام دی ہیں لیکن اس میدان میں بہت زیادہ تصانیف تو نہیں ہیں تاہم تحقیق و تخریج اور تسہیل و تنقیح حدیث کے باب میں حافظ صاحب کے درج ذیل کام ملتے ہیں:

تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکوۃ

اس کتاب کی تخریج عربی زبان میں کی گئی ہے۔ اس پر حافظ صاحب سے پہلے ڈپٹی سید احمد حسن دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (دو حصے) اور مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ (تیسرا حصہ) کے حوالے سے کام کر چکے تھے اور اس کی تکمیل یعنی چوتھے حصے کو میں حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور قاری نعیم الحق نعیم نے مل کر پورا کیا۔

تنقیح الرواۃ کے حوالے سے تحقیقی ذوق کے پیدا ہونے کے حوالے سے حافظ صاحب اپنے ہی ایک مضمون لکھتے ہیں جو انہوں نے اپنے استاد مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا آپ فرماتے ہیں:

> "یہ کہے بغیر چارہ نہیں کہ راقم کے اندر فتوی نویس اور تحقیق حدیث کے ذوق کی آبیاری حضرت الاستاذ مولانا کی خاص توجہ اور تربیت کی مرہون ہے۔"(1)

مزید آپ اپنی تحقیق تربیت پر اپنے استاد سے متعلق لکھتے ہیں جس کا مفہوم ہے کہ:

آپ اپنی گوناگوں اور عظیم مصروفیات میں سے وقت نکال کر مختصر جواب لکھ دیتے یا لکھوا دیتے۔ پھر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ استفسار آتا تو میری کئی جگہ رہنمائی فرما کر لکھنے کی تاکید کرتے۔ ابتداء میں ایک ایک مسئلے کے لئے ڈھیر ساری کتابوں کی مراجعت گراں گزرتی لیکن یہ محنت کرنی پڑتی۔ اگر حضرت مولانا جواب میں کچھ تشنگی محسوس کرتے مزید کتابوں کی نشاندہی فرما کر دیکھنے کی تاکید فرماتے اور یوں مزید ورق گردانی اور تلاش و جستجو کرنی پڑتی تھی۔ جو آہستہ آہستہ ذوق میں تبدیل ہوگئی اور اب خود ہی طبیعت اُس وقت تک مطمئن نہیں ہوتی جب تک دستیاب کتابیں نہ دیکھ لی جائیں۔

اسی طرح تحقیق حدیث کا ذوق بھی استاد محترم کی رہنمائی کی وجہ سے پیدا ہوا۔ اہل علم جانتے ہیں کہ " تنقيح الرواة في تخريج أحاديث المشكوة" جس کے دو حصے نصف صدی قبل مطبع مجتبائی دہلی سے چھپے تھے، جو مشکوۃ کے نصف اول تک تھے۔ بقیہ دو حصے جو مشکوۃ کے نصف ثانی تک تھے طبع نہیں ہوئے تھے۔ عام خیال یہی تھا کہ وہ شاید ضائع ہو گئے ہیں لیکن حضرت مولانا (بھوجیانی) ان کی تلاش و جستجو میں تھے۔ بالآخر کراچی میں مطبع مجتبائی دہلی کے

---

(1) الاعتصام اشاعت خاص بیاد مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی، حافظ صلاح الدین یوسف، ناشر: ۳۱- شیش محل روڈ لاہور، طبع اول: محرم الحرام ۱۴۲۶ھ / مارچ ۲۰۰۵ء، ص: ۴۳۴

ورثاء سے اُن دونوں حصوں کا قلمی مسودہ مل گیا جو ان کے پاس پڑا ہوا خراب ہو رہا تھا بلکہ آخر میں سے بہت سا حصہ کرم خوردہ ہو گیا تھا۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے وہ مسودہ بغرض اشاعت ان سے خرید لیا۔ سالہا سال تک آپ کے پاس رہا اور اسے ایڈٹ کرنے کا وقت نہیں نکال سکے۔

دارالدعوۃ السلفیہ کے قیام کے بعد حضرت مولانا نے اس طرف بھی خصوصی توجہ فرمائی اور اسے شائع کرنے کا مصمم عزم کر لیا۔ اس پر تھوڑا بہت کام وہ پہلے بھی کرتے رہے تھے تاہم جس کسوٹی اور انہماک کا یہ متقاضی تھا ،وہ یکسوئی اس کے لئے اب تک میسر نہیں آئی تھی۔ پختہ ارادہ کر لینے کے بعد حضرت مولانا نے حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ اس کو ایڈٹ کرنے میں میرے ساتھ تعاون کریں۔ حافظ صلاح الدین یوسف کو چونکہ ابھی تک اس نوعیت کا خالص علمی و تحقیقی کام کرنے کا تجربہ نہیں تھا اور ''الاعتصام'' میں صحافتی انداز کے مضامین اور تجزیے ہی لکھنے کا زیادہ تجربہ تھا۔ اس لئے مولانا کی پیش کش پر سخت تامل ہوا۔ لیکن مولانا نے حوصلہ افزائی فرمائی اور فرمایا کہ نہیں تمہارے اندر صلاحیت موجود ہے، تھوڑی توجہ اور محنت کی ضرورت ہے۔ ان شاء اللہ ہم دونوں اس کام کو تکمیل تک پہنچائیں گے۔ چنانچہ حافظ صاحب اس کے لئے اضافی وقت دینے پر آمادہ ہو گئے اور تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکوۃ جلد سوم کے مسودہ کی تصحیح و تحقیق اور استدراکات میں مولانا کی معاونت کرتے رہے۔

تیسرے حصے کی تحقیق و تنقیح مع الاستدراکات کا کام تو مولانا عطاء اللہ نے اپنی زندگی میں اس وقت کر لیا لیکن چوتھ حصے سے پہلے ہی خالق حقیقی سے جا ملے۔ چوتھے حصے میں ان کی رفاقت اور رہنمائی بڑی ضروری تھی کیونکہ یہ حصہ تقریبا سارا کرم خوردہ تھا بلکہ آخر سے چھ حصہ تو بالکل ہی کھایا ہوا تھا۔ کرم خوردہ حصوں کو اصل مراجع سے صحیح کرنا اور آخری حصے کو از سر نو دوبارہ لکھنا بڑا دقیق اور نہایت ہی محنت طلب کام تھا۔ بہر حال حافظ صاحب اس کام میں مصروف رہے اور اپنا کام جاری رکھے ہوئے تھے کہ اسی اثناء میں فاضل رفیق قاری نعیم الحق نعیم صاحب کی علمی رفاقت ہو گئی اور چوتھے حصے کی تکمیل و تصحیح میں ان کی رفاقت اور معاونت کی بنا پر آپ کو ایک بڑی چوٹی سر کرنے میں بڑا اسہارا ملا۔ (۱)

آخر میں تحقیق و تخریج کی وجہ سے حاصل ہونے والے فائدہ کے بارے حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

> ''تنقیح الرواۃ کی تصحیح و تحقیق سے یہ بڑا فائدہ حاصل ہوا کہ احادیث کی تخریج اور ان کی تحقیق کا خاص ذوق پیدا ہو گیا جس سے راقم کو اس سے قبل زیادہ لگاؤ نہ تھا۔ پہلے یہ کام جتنا مشکل اور گراں معلوم ہوتا تھا۔ اب الحمد للہ اس میں اتنی ہی لذت اور راحت حاصل ہوتی ہے۔ تنقیح الرواہ کی تصحیح و تحقیق کے لئے حضرت مولانا کی نگاہ اگر اراقم پر نہ پڑتی تو ظاہر بات ہے کہ راقم اس محدثانہ ذوق سے محروم ہی رہتا۔ (۲)

---

(۱) الاعتصام اشاعت خاص بیاد مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی، حافظ صلاح الدین یوسف، ص:۴۳۵

(۲) الاعتصام اشاعت خاص بیاد مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی، حافظ صلاح الدین یوسف، ص:۴۳۶

تمیمۃ الصبی فی ترجمۃ الأربعین من احادیث النبی

یہ کتاب علامہ نواب صدیق حسن خان رحمۃ اللہ علیہ کی اردو زبان میں ہے جس میں چالیس (۴۰) منتخب کردہ احادیث ہیں۔ حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں مذکور چالیس احادیث کے ترجمہ میں تسہیل کی اور احادیث کی تخریج کا فریضہ بھی سرانجام دیا۔ اسی طرح اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "دبستان حدیث" میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپ نے اس تسہیل کے ساتھ ساتھ تنقیح کا کام بھی کیا۔ چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"تمیمہ الصبی فی ترجمہ الاربعین من احادیث النبی ﷺ: نواب صدیق حسن خان کی کتاب کی تسہیل و تنقیح۔"(۱)

منحۃ الباری ترجمہ الادب المفرد للبخاری

اس کا تذکرہ پچھلے صفحات میں حافظ رحمۃ اللہ علیہ کے تراجم کے حوالے سے گزر چکا ہے کہ آپ نے اس کتاب کا ترجمہ کیا ہے؛ لیکن تحقیق و تخریج کے تحت اس کتاب کا تذکرہ دوبارہ اس لیے کر رہا ہوں کیوں کہ آپ نے جہاں اس کتاب کا ترجمہ کیا وہیں آپ نے اس کتاب کی تحقیق و تخریج کا فریضہ بھی سرانجام دینے میں خدمات پیش کیں۔ کتاب میں جتنی بھی احادیث مبارکہ وارد ہوئی ہیں آپ نے ان کی تخریج کی ہے۔ یہ کتاب ابھی تک مسودہ کی شکل میں ہے۔

خلافت وملوکیت، تاریخی وشرعی حیثیت

اس سلسلے میں صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی مایہ ناز کتاب "خلافت و ملوکیت، تاریخی و شرعی حیثیت" کا اضافہ بھی مناسب ہو گا کیونکہ کتاب اگرچہ حدیث کی نہیں ہے تاہم تاریخی روایتوں کی تحقیق میں آپ نے محدثین کے طرز تحقیق اور فن تخریج کے اصولوں کو خوب استعمال کیا ہے۔ وارد ہونے والی تاریخی اور دیگر روایات کی تخریج کا خوب اہتمام کیا ہے۔

(۱) اسحاق بھٹی، دبستان حدیث، ص:۵۸۶

مقدمہ کتاب حدیث

انجازالحاجہ شرح سنن ابن ماجہ کی تقدیم

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد علی جانباز رحمۃ اللہ علیہ ممتاز عالم دین گزرے ہیں۔ علوم اسلامیہ پر ان کو یکساں قدرت حاصل تھی۔ تفسیر، حدیث، فقہ، اسماء الرجال اور تاریخ پر عبور کامل رکھتے تھے۔ مسائل کی تحقیق اور تدقیق میں ان کو ید طولی حاصل تھا۔ تقریباً ۴۰ سال سے زیادہ حدیث کی تدریس میں مصروف عمل رہے۔ آپ نے عربی زبان میں ۱۳ مجلدات پر مشتمل امام محمد بن یزید بن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "سنن ابن ماجہ" کی شرح "انجاز الحاجہ" کے نام سے لکھی۔

شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانباز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اس شرح کے آغاز میں تقریبا سو (۱۰۰) صفحات کا ایک جامع وعلمی اور تحقیقی مقدمہ سپرد قلم کیا ہے۔ مقدمہ سے پہلے حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے "تقدیم الکتاب" کے عنوان سے ۱۸ صفحات پر محیط تحریر رقم کی ہے۔

حافظ صاحب اس تقدیم میں حدیث کی تحقیق اور استفادہ کے حوالے سے بتاتے ہیں کہ جو مدتوں کا زنگ طبیعتوں سے دور، تحقیق کا دروازہ بند اور اجتہاد کا راستہ مسدود ہو چکا تھا اب وہ رفع ہو گیا۔ اب لوگ دوبارہ سے تحقیق سے شغف رکھنے لگے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

" فعاد الناس إلى الكتاب والسنة فجعلوا يأخذون الهدى والمسائل من أنوار هما مباشرة دون الاكتفاء بقيل وقال في الفقه الجامد"(۱)

لوگ از سر نو تحقیق و کاوش کے عادی ہونے لگے، قرآن پاک اور احادیث مبارکہ سے دلائل کی خو پیدا ہوئی اور قیل و قال کے مکدر گڑھوں کی بجائے ہدایت کے اصلی سرچشمہ مصفی کی طرف واپسی ہوئی۔

(۱) تراجم علمائے ہند، طبع: ۱۹۳۸ء، ص: ۳۷

خلاصہ باب سوم

اس باب میں حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث سے متعلقہ خدمات کی مختلف جہات کا تین فصول میں علیحدہ علیحدہ جائزہ لیا گیا ہے۔ پہلی فصل میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عظمت وحجیت حدیث اور منکرین حدیث کے افکار و نظریات پر تنقید برائے اصلاح کے حوالے سے جو خدمات سرانجام دی ہیں ان کا جائزہ لیا گیا ہے۔ کتاب عظمت حدیث (حجیتِ حدیث) میں منکرین حدیث اور عام قارئین پر حجیت حدیث کی حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی حیثیت مطاع و متبوع اور قرآن کے معلم و مبین کی ہے۔ اس لیے آپ ﷺ کے جو فرامین صحیح سند سے ثابت ہیں وہ دین میں حجت اور اسی طرح واجب الاطاعت ہیں جس طرح قرآنی احکام پر عمل کرنا اہل ایمان کے لیے ضروری ہے اور اگر بعض عناصر نہ ماننے کی روش پر قائم رہتے ہیں تو غیر جانبدار محقق یقیناً اس نتیجے پر پہنچے گا کہ دراصل یہ علمی اختلاف رائے کے بجائے کسی اور نوعیت کے اختلاف میں مبتلا ہیں۔

کتاب "مولانا امین احسن اصلاحی اپنے حدیثی و تفسیری نظریات کی روشنی میں" میں مولانا نے شرح صحیح بخاری میں بیسیوں صحیح روایات کا انکار، امام بخاری کی عظمت اور صحیح بخاری کی مسلمہ اہمیت کا انکار کیا ہے۔ راویان حدیث، بالخصوص امام ابن شہاب زہری وغیرہم پر بے بنیاد اور بے سروپا اعتراضات کر کے حدیث اور ائمہ حدیث کے خلاف اپنے بغض و عناد کا بھرپور مظاہرہ کیا ہے۔ حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث کا انکار کرنے والوں کی بیخ کنی کی ہے اور دفاعِ حدیث کے اعتبار سے محدثین اور شارحین جنہوں نے نبی اکرم ﷺ کے فرامین مبارکہ ہم تک پہنچائے ان کی تحقیر پر مبنی مواد کا بھی رد کیا ہے۔ جس سے مسلمانوں میں یقینی طور پر حدیث کے بارے پائی جانے والی اہمیت میں کمی کی ناکام کوشش تھی۔

دفاع حدیث و محدثین کے ساتھ ساتھ دوسری اور تیسری فصول میں حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی دیگر پہلوؤں سے؛ تراجم و مختصر شروحات حدیث، احادیث کی کتب ستہ، ہدایہ القاری شرح صحیح بخاری اور ریاض الصالحین وغیرہ کے تراجم کی نظر ثانی تحقیق و تخریج، تنقیح اور تسہیلِ حدیث، حدیث پر مقالات اور فقہ الحدیث پر نمایاں خدمات کا تذکرہ اور جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نشر واشاعتِ حدیث اور دفاع و تراجم احادیث وغیرہ پر جو بھی خدمات ہیں ان میں ہر بات کو بالدلائل ذکر کیا۔ زبان عام فہم، تعلیقات و تخریجات کو عرق ریزی سے منظر عام پر لایا گیا ہے۔ اسی طرح انکار حدیث کے باب میں آپ نے جو تنقیدات وردود پیش کیے وہ اصلاح کے تناظر میں ذکر کیے ہیں۔ چند صفحات میں ان کو سمونا ممکن نہیں ہے۔ حدیث کے حوالے سے آپ کا جو کام اس کا تقریباً پانچ سے دس فیصد محقق نے ذکر کیا ہے۔ اگر مزید گہرائی سے حدیث کی تمام خدمات کو احاطہ تحریر و تحقیق میں لایا جائے تو ایک ضخیم جلد تیار ہو سکتی ہے۔

باب چہارم

عصر حاضر میں حفاظتِ حدیث کی ضروریات و تقاضے

فصل اول: حدیث و علوم حدیث کا تحفظ

فصل دوم: تراجم و شروحات اور تدریسِ حدیث کی نئی جہات

فصل اول

حدیث وعلوم حدیث کا تحفظ

برصغیر میں بھی جن لوگوں نے احادیث کا انکار کیا محققین کی آراء کے مطابق فرقہ "اہل قرآن" کے بانی عبد اللہ چکڑالوی پہلے فرد ہیں جنہوں نے برصغیر میں کھل کر احادیث کا انکار کیا۔ ان کے بعد اس فتنے کا جھنڈا مولوی احمد الدین امرتسری کے ہاتھ میں آیا۔ بعد ازاں حافظ اسلم جیراج پوری اس نظریہ کو لے کر آگے بڑھے۔ آخر کار غلام احمد پرویز نے ایک منظم مکتب فکر کی صورت میں اس فتنے کو متعارف کروایا۔ ڈاکٹر غلام جیلانی برق بھی انکارِ حدیث کے مرتکب ہوئے مگر انہوں نے بعد میں نہ صرف رجوع کر لیا بلکہ تاریخ حدیث پر ایک مدلل کتاب(1) بھی تالیف کی۔ برصغیر میں انکارِ حدیث کے علمبرداروں میں مولوی محب الحق عظیم آبادی، تمنا عمادی، قمر الدین قمر، نیاز فتح پوری، سید مقبول احمد علامہ مشرقی، حشمت علی لاہوری، مستری محمد رمضان گوجرانوالہ، محبوب شاہ گوجرانوالہ، خدا بخش، سید عمر شاہ گجراتی اور سید رفیع الدین ملتانی بھی شامل ہیں۔

لیکن جیسے جیسے یہ فتنے سر اٹھاتے گئے خدمتِ حدیث کے جذبہ سے سرشار علمائے کرام ان کی سرکوبی کرنے کے لیے ہمہ وقت اللہ کی نصرت کے ساتھ تیار ہوتے۔ چنانچہ ایسے نازک حالات میں اللہ نے اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے اپنے بندے پیدا کیے۔ جنہوں نے اس کا قلع قمع کرنے کے لئے ہر حربہ کو استعمال کیا۔ جنہوں نے فتنہ انکار حدیث کی تمام راہوں کو مسدود کر کے ناقابل فراموش خدمات انجام دیئے۔ مولانا حسین بٹالوی (م ۱۳۳۸ھ) نے اپنے ماہنامہ "اشاعت السنة"، عبد الجبار عمر پوری (م ۱۳۳۴ھ) نے "ضیاء السنة" مولانا ثناء اللہ امرتسری (م ۱۳۶۷) نے اپنا اخبار "اخبار اہل حدیث" جیسے علماء نے بے شمار مضامین و مقالات لکھ کر دفاعِ حدیث اور منکرین کے رد میں کارہائے نمایاں سرانجام دیے۔

اسی طرح بہار کے عظیم جیالہ، محدث کبیر شمس الحق عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے کہنے کی وجہ سے عمر کریم پٹنوی منکر حدیث کے رد میں اپنے شاگرد خاص ابو القاسم سیف بنارسی رحمۃ اللہ علیہ کو کتاب لکھنے کو کہا۔ چنانچہ آپ نے اس میدان میں "قضية الحديث فى حجية الحديث، ماء حميم للمولوى عمر كريم، الريح العقيم لحسم عمر كريم " جیسی اہم کتابوں کو لکھ کر نمایاں خدمات انجام دیں۔ اسی طرح عبد الرحمن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ نے "ابكار المنن فى تنقيد آثار السنن" وابو المکارم محمد علی مئوی نے "لوامع الانوار فى تائيد دقائق الاسرار، القول الماثور فى اثبات احاديث الصدور المقلب"، محمد سعید بنارسی نے "ہدایۃ القلوب الکاسیۃ فی رد گلزار آسیہ، رفع البہتان العظیم من احادیث رسول الکریم" واسماعیل سلفی نے "حجیت حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی روشنی میں، جماعت اسلام

(1) برق، ڈاکٹر غلام جیلانی، تاریخ حدیث مکتبہ رشیدیہ، لاہور، ۱۹۸۸ء

کا نظریہ حدیث"، رئیس ندوی نے "اللمحات الی ما فی انوار الباری من الظلمات"، مولانا خالد سیف نے "کتابت حدیث تا عہد تابعین" اور پیر کرم شاہ الازہری جیسے چوٹی کے علماء رحمۃ اللہ علیہم نے اپنی تالیفات وجود میں لاکر منکرین حدیث کے حوالے سے تاریخی کام انجام دیا۔

اسلام پر نئے عہد میں مختلف نوعیتوں کے فکری حملے ہوئے۔ ان میں حدیث و سنت کی حجیت اور تشریعی حیثیت کو مشکوک بنانا سرفہرست ہے۔ ان تشکیکات کی ابتدا مستشرقین کی تحریروں سے ہوئی اور عالم اسلام کے جدید تعلیم یافتہ اور مغرب کی فکری، علمی اور سائنسی بالادستی سے مرعوب طبقے تک پہنچ گئی، اور آخرکار عالم اسلام کے بعض اہم مفکرین بھی اس کے لپیٹ میں آگئے اور یوں حدیث و سنت پر تشکیکی گفتگو اہم ترین مباحث میں شامل ہوگئیں۔

دور حاضر میں چند افراد کی طرف یہ کام نہایت ملفوف انداز میں بھی کیا گیا جن میں فراہی، مولانا اصلاحی اور جناب جاوید غامدی صاحب، انجینئر مرزا محمد علی، تحریف حدیث، اس کی حجیت اور تاریخ کی صحت کا انکار کرتے ہیں۔ کبھی وہ حدیث اور سنت میں تفریق پیدا کرتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کا اُسوۂ حسنہ اور حدیث دو الگ الگ اور مختلف چیزیں ہیں۔ کبھی فرماتے ہیں کہ حدیث سے دین کا کوئی عقیدہ، عمل اور حکم ثابت نہیں ہوتا۔ کبھی ارشاد ہوتا ہے کہ سنت، خبر واحد (اخبارِ آحاد) سے ثابت نہیں ہوسکتی اس کے لیے تواتر شرط ہے۔ اس طرح وہ مختلف حیلوں بہانوں سے حدیث کی اہمیت کو گھٹانے کی کوشش کرتے ہیں اور استخفاف حدیث کے مرتکب ہوئے ہیں۔

موجودہ دور میں ان مذکورہ افراد پر نقد کرتے ہوئے حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے دفاعِ حدیث کے اہم عنوان سے دو کتابیں "مولانا امین احسن اصلاحی اپنے حدیث و تفسیری نظریات کی روشنی میں" اور "فکر فراہی اور اس کے گمراہ کن اثرات ایک علمی و تحقیقی جائزہ" لکھیں۔ جس میں احادیث رسول ﷺ کے حوالے سے ان دو بزرگوں مولانا امین حسن اصلاحی مرحوم اوران کے استاذ مولانا حمید الدین فراہی مرحوم سے جو احادیث نبویہ کے حوالے سے انکار اور علمی لغزشیں سرزد ہوئیں ہیں ان کا بھرپور علمی انداز میں نہایت سنجیدگی و متانت سے تعاقب کیا اور ان ہی کی کتب سے اقتباسات کو مکمل دیانت داری کے ساتھ ذکر کرکے عالمانہ و محققانہ انداز میں ان کی علمی خیانتوں کا تعاقب کیا اور حفاظتِ حدیث رسول ﷺ کا فریضہ ادا کیا۔

حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا اصلاحی کے افکار کا بھرپور علمی انداز میں رد کیا۔ مولانا اصلاحی نے اپنا قلم کس بے رحمی سے استعمال کیا ہے، مقدس ہستیوں خصوصاً صحابہ اور راویان حدیث پر کس انداز سے قلم چلایا ہے اس کی چند مثالیں بطور نمونہ سابقہ باب میں بیان کے چکے ہیں۔ حافظ صاحب نے مولانا اصلاحی صاحب کی شرح "صحیح بخاری" اور "تفسیر تدبر قرآن" میں موجود امین احسن اصلاحی صاحب کی تمام انحرافات اور گمراہیوں کا اس کتاب میں تفصیل سے اور مدلل انداز میں جائزہ لیا ہے۔ ان مذکورہ بالا دونوں کتابوں کو اہل علم کے ہاں مقبولیت حاصل ہوئی، دفاع حدیث رسول ﷺ کے حوالے سے یہ موسوعہ کا درجہ رکھتی ہیں۔

حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "مولانا امین احسن اصلاحی اپنے حدیثی و تفسیری نظریات کی روشنی میں" حصہ

اول میں چار سرخیاں یا باب قائم کئے ہیں، چوتھا باب کے تحت متفق علیہ احادیث جو اصلاحی درایت کی رو سے مردود قرار پائی ہیں باندھا ہے جس میں کل تیس ضمنی سرخیاں قائم کیں جن میں ان تیس متفق علیہ روایت کا تذکرہ کیا جو مردود قرار دی گئی۔ ذیل میں سرخیوں کو درج کیا جارہے اور چند عنوانات پر حافظ صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ کا تبصرہ بھی ذکر کیا جائے گا:

(۱) حد رجم کی متفق علیہ اور متواتر روایت کا انکار

اصلاحی صاحب زنا جیسے فعل قبیح کے مرتکبین کے رجم کے متعلق خود ساختہ نظریہ رکھتے ہیں جو اسلام کے نظریہ رجم کے برخلاف ہے۔ رجم کے متعلق روایات متفق علیہ ہیں جن میں شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے اس لئے ان روایات کو خلاف قرآن قرار دیا اور صحابی رسول کو ان تمام اوصاف قبیحہ سے متصف قرار دیا جن اوصاف سے عام طور پر سماج اور معاشرہ کے گھٹیا افراد بھی نہیں ہوتے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اصلاحی صاحب کے اس نظریہ کی بھرپور تردید ۱۹۸۱ء میں کردی تھی جب کہ موصوف کا انتقال ۱۹۹۷ء میں ہوا ہے۔ لیکن نہ تو اصلاحی صاحب کو اپنی حیات مستعار میں اور نہ ہی اس فکر کے حاملی نے کوئی جواب نہ دیا کیونکہ دفاعِ حدیث کے باب میں حافظ صاحب کا اسلوب تردید اتنا پختہ اور مدلل ہے کہ وہ اور ان کے تمام خوشہ چیں چاروخانہ چت ہوگئے۔

(۲) رہن (گروی رکھنے) کی روایات کا انکار پر

اصلاحی صاحب کا معاملہ رہن کے متعلق کچھ اس طرح ہے کہ انہوں نے گروی سے متعلق حدیث رسول اللہ ﷺ کہ "ایک یہودی سے ادھار غلہ خریدا اور اس کے ہاں اپنی زرہ گروی رکھ دی"[1]۔ کے متعلق بھی کیا۔ اس واقعہ کو سفر کا واقعہ قرار دینے کی جسارت تو نہیں کی البتہ قرآن میں رہن کا جو ذکر ہے اسے سفر کا واقعہ قرار دے کر سفر میں رہن کے جواز کے قائل ہیں اور مذکورہ حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ "یہ واقعہ مدینہ کے بالکل ابتدائی دور میں پیش آیا ہوگا مدینہ کے حالات بہت جلد تبدیل ہو گئے تھے اور حضور ﷺ کو اپنی زرہ رکھنے کی ضرورت نہیں تھی"۔ حافظ صاحب نے ان کی اس بات کا بہت مختصر جواب دے کر خاموش کر دیا کہ بتلایئے اس قیاس آرائی کا کوئی جواز، کوئی بنیاد ہے؟ ضرورت تھی یا نہیں؟ آج اس کا فیصلہ کوئی کر سکتا ہے؟ لیکن اصلاحی صاحب اس طرح فیصلہ فرمار ہے ہیں جیسے ان کو وحی کے ذریعہ بتلایا گیا ہے کہ زرہ رکھ کر غلہ ادھار لینے کی ضرورت نہیں تھی۔

(۳) مہر نبوت والی حدیث کا انکار

مہر نبوت سے متعلق حضرت سائب بن یزید کی حدیث بہت مشہور ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ:

> "میں آپ ﷺ کے پیچھے کھڑا ہوا تو میں نے آپ کے دونوں شانوں کے درمیان نبوت کی مہر دیکھی جو چھوٹی چڑیا کے انڈے کی طرح تھی۔"

---

(۱) بخاری، صحیح البخاری حدیث:۲۸۹۶

اس حدیث کے رد کرنے میں اصلاحی صاحب نے اپنی عقل کا استعمال کیا ہے، گل افشانیوں کے بعد فرماتے ہیں کہ:

> ”میرے نزدیک مہر نبوت کا تصور اصول نبوت اور دین کے مزاج سے مطابقت نہیں رکھتا، کسی طرح یہ بات رائج ہو گئی اور بعض لوگوں میں پھیل گئی۔“

(۴،۵)عذاب قبر کا انکار اور دو شاخیں گاڑنے والی حدیث کا انکار

کسی باغ سے گزرتے ہوئے آپ نے دو انسانوں کی بات سنی جن پر قبروں کے اندر عذاب ہو رہا تھا۔۔۔ آپ نے کھجور کی ایک شاخ منگوائی اس کے دو ٹکڑے کئے اور ہر ایک پر ایک ایک ٹکڑا رکھ دیا۔

عام طور پر ہمارے سماج میں ٹوٹکے والا کام جاہل طبقہ کرتا ہے، جسے تھوڑا بھی دین سے لگاؤ یا علم سے واسطہ ہے وہ کبھی ٹوٹکے والا کام نہیں کرتا یہ معروف اور مشہور بات ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ٹوٹکا کے قریب سمجھ دار اور پڑھا لکھا طبقہ نہیں جاتا مگر رسول اللہ ﷺ کا یہ عمل یعنی شاخوں کا قبر پر رکھنا اصلاحی صاحب کو ٹوٹکا سمجھ میں آرہا ہے، وہ فرماتے ہیں:

> ”قبر کے عذاب میں تخفیف کے لئے قبر پر ہری شاخ گاڑنا کچھ ٹوٹکے کا طریقہ معلوم ہوتا ہے، یہ ہمارے حضور ﷺ کے طریقے کے خلاف ہے۔“

حافظ صاحب نے رسول اللہ ﷺ کے لیے **”ٹوٹکے“** کے غیر مناسب لفظ پر اپنا رد عمل ان الفاظ میں ظاہر کیا ہے۔ بلاشبہ یہ نبی ﷺ کا عام طریقہ تو یقیناً نہیں تھا لیکن اسے **”ٹوٹکے“** کا نام دینا بھی نہایت غیر مناسب ہے۔ یہ ایک خرق عادت واقعہ ہے، جسے معجزہ کہا جا سکتا ہے۔ یہ عام طریقے کے ہی خلاف نہیں ہوتا بلکہ ظاہری اسباب کے بھی خلاف ہوتا ہے۔ اسی لئے یہ انبیاء علیہم السلام سمیت کسی بھی انسان کے اختیار سے وقوع پذیر نہیں ہوتا بلکہ صرف اللہ کی مشیت سے صادر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح معجزانہ طریقے سے ان کے عذاب کی آواز سنوادی (جسے موصوف تسلیم کرتے ہیں) تو شاخ گاڑنے سے عارضی طور پر عذاب میں تخفیف کا اشارہ بھی اللہ ہی کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کو ملا ہو گا۔ جس کے مطابق آپ نے کارروائی کی۔ اسے **”ٹوٹکا“** کہنا، یا اسے رد کرنا اس کا کوئی جواز نہیں ہے۔

اس حدیث کا دوسرا پہلو عذاب قبر کا اثبات ہے۔ جو عذاب قبر اصلاحی صاحب کے معیار اور مزاج کے خلاف ہے کیونکہ ان کی عقل کہتی ہے کہ عذاب و ثواب تو حساب و کتاب کے بعد ہو گا۔ اس سے پہلے قبر میں عذاب خلاف عدل ہے اس لئے اس کے بھی منکر ہو گئے۔

یہ ابتدائی چند عناوین ہیں جن وضاحت کی گئی۔ طوالت کی وجہ سے باقی متفق علیہ احادیث کا انکار، کے صرف عناوین درج کیے جارہے ہیں:

(۶)حدیث قرطاس

(۷)انگلیوں سے پانی ابلنے کے معجزے کو برکت سے تعبیر کرنا، نیز اس کی روایت میں تردد

(۸)حدیث شفاعت کا انکار (۹) جہنم سے اہل ایمان کے خروج کا انکار

(۱۰) کھجور میں برکت والے معجزے کا انکار (۱۱) ایک اور معجزے کی معجزانہ حیثیت کا انکار

(۱۲) مدینہ، مکے کی طرح حرم نہیں ہے (۱۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کم سنی کا انکار

(۱۴)غار میں پناہ لینا اور اپنے اپنے عمل کے واسطے سے دعا کرنے والوں کا واقعہ

(۱۵)(۱۶)دو آیات کی وضاحت میں وارد دو احادیث میں اشکال

(۱۷) بکریاں چرانے والی حدیث کا انکار (۱۸) دعا استقاء کے لئے حضرت عباس کا طلب کرنا

(۱۹)حدیث "لا یقتل مسلم بکافر" کا انکار (۲۰)عزل کے جواز پر ناگواری کا اظہار

(۲۱)مسئلہ غلامی کے امکان پر مقابلے کا اعلان (۲۲) فجر کے بعد بھی نوافل کے لئے جائز وقت ہے

(۲۳)حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ایک خصوصی فضیلت پر مبنی حدیث کا انکار

(۲۴)انزل القرآن علی سبعۃ احرف کا انکار (۲۵)حضرت جریج والی روایت جھوٹی ہے

(۲۶)اہل کتاب کی عورت سے مسلمان کا نکاح، صرف دار الاسلام میں جائز ہے

(۲۷)حضرت ابراہیم اور حضرت سارہ کا واقعہ

(۲۸)ناشکری کی وجہ سے عورتوں کی اکثریت کے جہنم میں جانے والی حدیث کا انکار

(۲۹)صرف لا الہ الا اللہ کے اقرار پر شفاعت کے استحقاق کا انکار

(۳۰)گھوڑے، عورت اور گھر کی نحوست کا مسئلہ

حافظ صاحب نے یہ تیس عناوین اور سرخیاں قائم کی ہیں۔ جن میں اصلاحی صاحب نے متفق علیہ روایت کا انکار درایت کے معیار پر نہ اترنے کی وجہ سے کر دیا ہے۔ ابتدائی چند عناوین کی تو شروع میں وضاحت کی گئی لیکن مضمون کی طوالت کی وجہ سے باقی صرف عناوین ذکر کیے ہیں تاکہ اصلاحی صاحب کا متفق علیہ روایات کے ساتھ درایت کا انصاف معلوم ہو جائے۔

حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دفاع حدیث کے سلسلے میں دوسری کتاب "فکر فراہی اور اس کے گمراہ کن اثرات ایک علمی و تحقیقی جائزہ" جس میں آپ نے اصلاحی صاحب کے استاذ مولانا حمید الدین فراہی کے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق جو افکار زائغہ ہیں ان کا جائزہ لیا ہے۔ جس میں نظم قرآن کی آڑ میں معجزہ انفلاق بحر کا انکار پر نقد کیا۔ مولانا فراہی نے متعدد مقامات پر احادیث کا انکار یا ان سے گریز کر کے کئی قرآنی حقیقتوں کو مسخ کیا ہے ان کا دلائل کے ساتھ تجزیہ کیا ہے۔

حفاظت حدیث کے باب میں حافظ صلاح الدین یوسف صاحب نے یہ ایک اشاریہ یا اجمالی خاکہ ہے جو ان کی خدمت حدیث کے حوالے سے کتب لکھی گئی ہیں ان میں سے چیدہ چیدہ مقامات سے لیا گیا ہے۔ جو قارئین حدیث وعلم حدیث کے باب میں مزید سیرابی چاہتے ہیں وہ اصل کتاب کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔

منکرین حدیث کا بڑا ہدف نبی کریم ﷺ کی تشریعی حیثیت تھی، کہ احادیث آپ ﷺ کے ذاتی اقوال وآرا ہیں، جو نہ تو وحی پر مبنی ہیں اور نہ قرآن کی رو سے اس کو ماننا لازم ہے، اور وحی الٰہی صرف اور صرف قرآن کی شکل میں ہے۔ مسلم مفکرین نے اس نکتہ پر بڑی تفصیل سے بحث کی اور آپ علیہ السلام کی تشریعی حیثیت کو دلائل نقلیہ وعقلیہ سے ثابت کیا۔

فصل دوم

تراجم و شروحات اور تدریسِ حدیث کی نئی جہات

شریعت اسلامیہ کا دوسرا بنیادی ماخذ حدیث ہے۔ حدیث اور اس کے متعلقات پر پہلی صدی ہجری سے لے کر آج تک بلا تعطل کام جاری ہے اور بلاشبہ امت کے بہترین دماغوں نے علم حدیث کے بے شمار پہلوؤں پر کام کیا ہے۔ علم حدیث کی تاریخ میں دور جدید بعض وجوہ سے نہایت اہمیت کا حامل ہے، کیونکہ امت مسلمہ کے دور زوال میں علم حدیث مسلم اور غیر مسلم مفکرین کی توجہ کا خصوصی مرکز رہا ہے۔

محدثین و مورخین نے نبی اکرم ﷺ کی سنت و حدیث اور سیرت و سوانح کے سینکڑوں پہلوؤں پر جو عظیم الشان کام کیا ہے اور فقہاء کرام نے اس بحر ناپید اکنار میں غوطہ زن ہو کر حکمت و دانش اور استنباط و استدلال کے انمول موتیوں کے جو انبار لگا دیے ہیں، اس پر تاریخ کے اس عملی خراج کے بعد کچھ کہنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ احادیث کے ذخیرے کو محفوظ رکھنے والے محدثین کرام، اسماء رجال سے تعلق رکھنے والے مورخین و ناقدین اور استنباط و استدلال کے شناور فقہاء عظام نے ہر دور میں اس زمانے کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے احادیث و سنن کی حفاظت و روایت، تدوین و ترتیب اور استدلال و استنباط کا فریضہ سرانجام دیا ہے۔ گزشتہ چودہ صدیوں میں سے کسی بھی صدی میں ان حوالوں سے ہونے والے علمی کام کو دیکھیں تو اس میں سابقہ طریقہ کار سے مختلف اسلوب نظر آئے گا، جدت دکھائی دے گی اور تنوع کے نئے افق آپ کی نگاہوں کے سامنے آئیں گے کیونکہ زمانہ جوں جوں آگے بڑھتا ہے، انسانی سوسائٹی کی نت نئی ضروریات سامنے آتی رہتی ہیں، سائنسی انکشافات سے علم و معلومات کا دائرہ وسیع تر ہوتا رہتا ہے اور انسانی ذہن کی پرواز کی سطح بلند تر ہوتی چلی جاتی ہے۔

لیکن بد قسمتی سے کچھ عرصہ سے ہم نے ایک جگہ رک جانے اور اگلے مراحل سے آنکھیں اور کان بند کر لینے کو بزرگوں کی "روایت" سمجھ رکھا ہے حالانکہ اس کا نام روایت نہیں ہے اور ہمارے اسلاف میں، خواہ وہ محدثین و مفسرین ہوں، مورخین و ناقدین ہوں یا فقہاء و مجتہدین ہوں، کسی دور میں بھی اس طرح کے "جمود" کی روایت نہیں رہی۔

اس پس منظر میں اگر حال اور مستقبل کی ضروریات کا جائزہ لیا جائے تو تقاضوں کی ایک لمبی فہرست بن سکتی ہے اور میرے خیال میں اس موضوع پر علمی مذاکروں اور مباحثوں کی صورت میں باہمی مشاورت کے ساتھ وہ فہرست بننی چاہیے کہ تقاضوں اور ضروریات کی نشان دہی اور ان کے سامنے آنے کے بعد ہی انہیں پورا کرنے کا احساس بیدار ہوتا ہے۔

جہاں تک احکام و مسائل کا تعلق ہے، اس اعتبار سے کئی ملکوں میں کام ہو رہا ہے اور پیش آنے والے مسائل کا حل قرآن و حدیث کی روشنی میں تلاش کرنے کی طرف مختلف ادارے اور حلقات علمیہ متوجہ ہیں۔

گلوبلائزیشن کی طرف تیزی سے بڑھتے ہوئے عالمی ماحول اور مختلف تہذیبوں اور ثقافتوں کے اختلاط اور ٹکراؤ کے موجودہ تناظر میں بہت سے پہلوؤں سے سنن و احادیث کے از سر نو وسیع تر مطالعہ اور اس اعلیٰ ترین علمی و مذہبی ذخیرہ سے راہ نمائی حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر ہم واقعی مستقبل کی طرف سفر جاری رکھنا چاہتے ہیں اور اس کی زمام کار اپنے ہاتھ میں لینے کے دعوے میں بھی سنجیدہ ہیں تو اس کے لیے ہمیں آگے بڑھ کر احادیث اور شروح کی تدریس کی نئی جہات کے وہ تمام منطقی تقاضے پورے کرنا ہوں گے جس سے ہمارا یہ علمی ذخیرہ ہر دور کے مسائل ومعاملات کا حل مکمل طور پر پیش کر سکے اگر ہم احادیث کی رو سے ہر دور میں پیش آمدہ حالات کو سنت نبوی کے مطابق ڈھالنا چاہتے ہیں تو ہمیں اسے دور جدید میں کے تقاضوں کے مطابق استدلال واستنباط کی نئی جہت سے ان کتب کی ورق گردانی کرنی ہو گی تاکہ علم حدیث میں ایک نئے انداز سے تحقیق کی راہیں کھل سکیں اور عہد حاضر کے تقاضوں کو پورا کر سکیں۔

دین اسلام ایک فطری دین ہے۔ یہ کائنات کے اسرار ورموز کو کھولنے کی ایسی تعلیم فراہم کرتا ہے جو ہمیں کسی اور ملت میں نہیں دکھائی دیتی۔لہذا موجود دور میں ہمیں علوم حدیث کو نئے انداز سے مطالعہ کرنے کی بے حد ضرورت ہے۔

اگر ہم تاریخی اوراق کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ گزشتہ صدیوں میں علم حدیث پر خصوصا برصغیر میں وسیع پیمانے پر جامع مانع کام ہوا ہے۔ لیکن اس سے یہ مان لینا کہ حدیث کا باب میں جو کام ہونا تھا ہو چکا ہے اب مزید کسی کام اور تحقیق یا نئی جہت کی ضرورت نہیں ہے یہ بات درست قیاس نہیں۔ اگر اب بھی نظر عمیق کسے دیکھا جائے کہ کس انداز سے تحقیق کرنا ابھی بقیہ ہے اور اس کے کیا امکانات ہوسکتے ہیں تو علم حدیث کی خدمت کی نئی جہات بھی سامنے آسکتی ہیں کہ جن میں مختلف انواع کے اعتبار سے کام ہونا باقی ہے۔ ذیل کی سطور میں علم حدیث کی تدریس نئی جہات کے حوالے سے بحث کی جائے گی کہ کن کن نئی جہات میں تدریس حدیث اور شروح حدیث کا کام ہو سکتا ہے:

سابقہ مذاہب کا مطالعہ

ذخیرہ احادیث کی ورق گردانی کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے پہلی امتوں، آنے والے انبیائے کرام علیہم السلام اور اقوام و ملل کا بھی تذکرہ فرمایا ہے۔ لیکن اب اگر ان اقوام کے تذکرہ کو انھی کی کتابوں میں دیکھنا چاہیں تو محرف نظر آتی ہیں۔ اگر ان کتابوں میں کوئی معلومات ملتی ہیں تو یہ باور ہوتا ہے کہ ان کتب میں کوئی تبدیلی ہوئی تو کیسے ہوئی اور کن کن مقامات پر ہوئی۔ اس ناحیے سے پہلی کتابوں اور مذاہب کے مطالعہ کی ایک اور جہت نظر آتی ہے۔ڈاکٹر محمود احمد غازی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب محاضرات حدیث میں اس حوالے سے لکھتے ہیں:

> "اسی طرح سے مطالعہ مذاہب میں حدیث کے ذریعے وہ گوشے بھی سامنے آتے ہیں جن
> میں مذاہب کی وہ تعلیمات جو اللہ تعالیٰ اور انبیا کی طرف سے تھیں، مذاہب کے ماننے والوں

> کی تحریفات اور ملاوٹوں سے پہلے جو تعلیمات تھیں، ان کا واضح پتہ احادیث سے چلتا ہے۔ مثلاً تورات میں یہ تھا، بائبل میں یہ تھا، فلاں پیغمبر کی تعلیم میں یہ تھا، فلاں پیغمبر کی تعلیم میں یہ تھا۔ اس سے دنیا کی دوسری اقوام کے سامنے بھی مطالعہ کی ایک نئی جہت روشن ہوتی ہے۔ جس سے وہ فائدہ اٹھاسکتے ہیں۔"(۱)

اس اقتباس سے یہ پتا چلتا ہے کہ سابقہ مقدس کتب کا مطالعہ اور مذاہب کی تاریخ پر کام کرنے کی ایک نئی جہت کو متعین کیا جاسکتا ہے اور اس طرح حدیث کے میدان میں ایک جدید انداز سے تحقیق کرنے کی راہ نکلتی ہے۔

ذخیرہ حدیث کی موضوعاتی اعتبار سے نئی ابواب بندی

اس سے قبل جتنے بھی مجموعہ ہائے احادیث وجود میں آئے ہیں ان کو محدثین کرام نے زمانہ کے لحاظ سے مرتب کیا اور موضوعات کی ابواب بندی بھی ایسے کی ہے کہ اس وقت کے تمام پیش آمدہ مسائل کو مدنظر رکھا جائے جو تاحال بہترین ابواب بندی کہلائی۔ جیسے جیسے ترقی ہوتی گئی ویسے ویسے نئے نئے مسائل بھی سامنے آتے رہے اور رہیں گے۔ ہر دور ان مجموعوں کے ساتھ ساتھ نئے مجموعے بھی منظر عام پر آتے گئے۔ نئے مرتب کردہ مجموعہ ہائے حدیث بھی ان ماخذ اور ذخائر سے مستفاد تھے جو محدثین کرام نے پانچویں صدی تک ترتیب دیئے تھے۔ اس طرح ہم نے ان مصدر کا درجہ دیا جس سے نئی نئی تحقیقات کی راہیں ہموار کرسکتے ہیں۔ اب اس دور میں ضرورت ایسی تحقیق کی ہے کہ نئے انداز میں ایسے مجموعے مرتب کیے جائیں کہ مصادر بھی اپنی جگہ اصل حالت میں باقی رہیں اور نئے کام جس میں، تہذیبی، معاشرتی، تمدنی، سیاسی، معاشی، اجتماعی، روحانی اور اخلاقی ضروریات کے اعتبار سے جدید ابواب بندی کی جائے۔

حدیث کی جدید شروحات

اوپر جیسے بیان کیا گیا کہ حدیث کے متن کی ابواب بندی از سر نو کرنے کی ضرورت ہے اسی طرح احادیث کی نئی شروحات لکھنے بھی وقت کی اہم ضرورت ہے۔ پہلے کی شروحات سابقہ سیاق اور سباق کی تناظر میں ہیں جبکہ نئی شروحات حالات حاضرہ اور آنے والے ممکنہ مسائل ومعاملات کے تناظر میں ہوں۔ پہلے سے موجود شروحات کو جدید انداز میں پیش کرنے کا بھی کام ہو اور نت نئے مسائل کی شروحات میں نئے انداز میں حل پیش کیا جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ جدید شروحات میں پرانے اعتراضات کے جوابات پرانے اور نئے انداز سے اور دور حاضر کے اعتراضات کے جوابات بھی ذکر ہوں۔

---

(۱) ڈاکٹر محمود احمد غازی، محاضرات حدیث، الفیصل ناشران وتاجران کتب، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور، اشاعت ششم، مارچ ۲۰۱۰ء، ص:۴۵۵

اسلام پر اعتراضات کا جواب

اسلام اور پیغمبر اسلام کے بارے میں غلط فہمیاں پھیلانے کا منصوبہ جس کا آغاز کفار مکہ نے کیا تھا اسے مخالفین و معاندین اسلام نے ہر دور میں دہرایا ہے۔

بلاشبہ محدثین نے اپنے دور میں اسلام کے عقائد پر جو اعتراضات یا شبہات یونانی، ایرانی اور ہندوستانی فلاسفہ کر رہے تھے انکا رد محدثین نے احادیث کی روشنی میں دیا۔ لیکن اس دور میں قدیم یونانی، ایرانی اور ہندوستانی سب فلسفے تقریباً اپنے انجام کو پہنچ چکے۔ دور حاضر میں نئے انداز سے حملے کیے جا رہے ہیں جو کام ماضی جانبدار مستشرقین اپنی کتابوں میں کر رہے تھے وہ اب مغربی ذرائع ابلاغ موثر، منظم اور غیر محسوس طریقے سے کر رہے ہیں۔

مغربی نفسیات نبوت کو بطور ماخذ علم ماننے سے انکاری ہے۔ وہ فن تاریخ کے حوالے سے۔ آرکیالوجی (Archaeology) کے نقطہ نگاہ سے اور آثار قدیمہ کے تناظر سے اس پر اعتراضات کر رہے ہیں۔ یہ صورت حال تقاضا کرتی ہے کہ دور حاضر کے مسلم سکالرز احادیث کی روشنی میں ان اعتراضات کا جواب دیں کیونکہ ان سب اعتراضات کا جواب کتب احادیث میں موجود ہے۔ ان جوابات کو سامنے لانے کی ضرورت ہے جس کے لیے نئی ترتیب چاہیے۔ مزید نئے مجموعے تیار کرنے کی ضرورت ہے۔[1]

انکار حدیث کا سدباب

سابقہ صفحات میں تفصیل سے انکارِ حدیث یا منکرین حدیث کے حوالے سے بحث کی گئی کہ برصغیر میں انیسویں اور بیسویں صدی منکرین حدیث نے کس طرح حدیث کا انکار کرتے رہے اور محدثین کرام ان کی مکمل سرکوبی کرتے رہے۔ دور حاضر میں بھی انکار یا استخفاف حدیث کے حوالے سے جو باقی ماندہ نشانات یا افکار ہیں ان کو بھی تہہ تیغ کرنے کے لیے حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات ذکر کرکے نشاندہی بھی کر دی گئی کہ کون سی حدیث پر کیا اعتراض کیا گیا اور انکار کی کیا نوعیت تھی اور حافظ صاحب نے کیسے دلائل کی روشنی میں نقد کیا۔

حدیث کی مخالفت کرنے والے ایسے باہمت افراد ہیں کہ اگر ایک اعتراض کا جواب دے کر مسکوت کیا جائے تو دوسرا وارد کر دیتے ہیں اور اس طرح یہ نہ رکنے والا سلسلہ بن جاتا ہے۔ عصر حاضر میں کیے جانے والے اکثر اعتراضات کی نوعیت کم علمی پر مبنی ہوتی ہے۔ لیکن تمام تر حالات کے باوجود اس امر کی ضرورت ہے کہ ان سب اعتراضات کا علمی انداز میں جائزہ لینے کے بعد کتابی شکل میں لایا جائے اور اس کو تدریس کا حصہ بھی بنا دیا جائے تاکہ حدیث کا طالب علم کو جب میدان میں اس قسم کے اعتراضات کا سامنا ہو تو وہ پہلے سے ہی عقلی و نقلی دلائل سے لیس ہو۔

(۱) ڈاکٹر محمود احمد غازی، محاضرات حدیث، ص:۴۵۸

احادیث کا سائنسی مطالعہ

قرآن مجید کی طرح احادیث نبویہ کا سائنسی اعتبار سے مطالعہ کا آغاز مغرب کے رہنے والوں نے تجربات کر کے اسلام کی حقانیت کا ثبوت دیا کہ چودہ سو سال قبل جو بات ہمارے نبی کریم ﷺ نے فرمائی تھی وہ اس دور میں بھی سائنس کے اصولوں پر اترتی ہے۔ کتب احادیث سائنسی کتابیں نہیں ہیں۔ احادیث کی کتابوں کو سائنس یا طب کی کتاب قرار دینا ان کا مقام و مرتبہ کم کرنے کی مانند ہے حدیث کا درجہ ان تجرباتی انسانی علوم سے کہیں بلند ہے۔ حدیث میں بیانات ہیں وہ زبان رسالت سے نکلے ہوئے ہیں۔ لہذا ان کو سائنس یا طب کی کتاب قرار دینا تو بے ادبی کے مترادف ہے۔ البتہ ان کتابوں میں جو بیانات سائنسی اہمیت کے حامل ہیں ان کی روشنی میں سائنس کا مطالعہ مفید ہو گا۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

> ”سائنسدان اگر اس پر تحقیق کریں گے تو سائنس کے نئے گوشے ان کے سامنے آئیں گے۔ یا کم از کم ان کے ایمان اور عقیدہ میں پختگی آسکتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آج سے ۱۴۰۰ برس قبل جو بات فرمائی تھی وہ آج بھی سائنس کے میزان پر پوری اترتی ہے۔ اگر سائنس کے طلبہ اس نقطہ نظر سے علم حدیث کا مطالعہ کریں گے تو بہت سی نئی چیزیں ان کے سامنے آئیں گی۔“(۱)

ڈاکٹر سید عبد الغفاری بخاری حفظہ اللہ اپنے ایک تحقیقی آرٹیکل میں ڈاکٹر محمود احمد غازی صاحب کے حدیث کے سائنسی مطالعہ کے حوالے سے دو واقعات جو ڈاکٹر حمید اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ پیش آئے تھے کی طرف اشارہ کرنے کے بعد نبی اکرم ﷺ کی دو احادیث کا مختصر سائنسی مطالعہ پیش کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

> ”احادیث مطہرہ میں جو کچھ بیان ہوا ہے۔ وو سب کا سب زبان رسالت سے نکلے ہوئے سچے موتی ہیں۔ یہاں ایک دو احادیث کا مختصر سائنسی مطالعہ پیش کیا جائے تو بے جانہ ہو گا۔“(۲)

اس کے بعد آپ مندرجہ ذیل امثلہ کا تذکرہ دلائل کی روشنی میں کرتے ہیں:

الف۔ انگلیوں کی پوروں پر جراثیم کش پروٹین

اہل مغرب کھانے کے بعد انگلیاں چاٹنے کے فعل کو غیر صحت مند (Unhygenic) قرار دے کر اس پر حرف گیری کرتے رہتے ہیں۔ جب کہ حدیث میں انگلیاں چاٹنے کا حکم ہے۔(۳)

ایک تحقیق کے مطابق:

---

(۱) ڈاکٹر محمود احمد غازی، محاضرات حدیث، ص:۴۵۴

(۲) ڈاکٹر سید عبد الغفار بخاری "عصر حاضر میں علم حدیث کی خدمت کی نئی جہات (ڈاکٹر محمود احمد غازی کے افکار کی روشنی میں)، البصیرہ، شش ماہی"، جلد:۱، شمارہ:۱، جون ۲۰۱۲، ص:۱۰۵

(۳) مسلم، صحیح مسلم، کتاب الاشربہ، باب استحباب لعق الاصابع، حدیث نمبر:۲۰۳۱، ص:۴۴۰

"جرمنی کے طبی ماہرین نے تحقیق کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا ہے۔ کہ انسان کی انگلیوں کے پوروں پر موجود خاص قسم کی پروٹین (Protein) اسے مختلف قسم کی بیماریوں سے بچاتی ہے۔ ماہرین کے مطابق وہ ای کولائی کہتے ہیں۔ جب انگلیوں کے پوروں پر آتے ہیں تو پوروں پر موجود پروٹین ان مضر صحت بیکٹیریا کو ختم کر دیتی ہے۔ اس طرح یہ جراثیم انسانی جسم پر رہ کر مضر اثرات پیدا نہیں کرتے۔ خاص طور پر جب انسان کو پسینہ آتا ہے۔ تو جراثیم کش پروٹین متحرک ہو جاتی ہے۔ ماہرین کا خیال ہے۔ کہ یہ پروٹین نہ ہوتی تو بچوں میں ہیضے، دست اور قے کی بیماریاں بہت زیادہ ہوتیں۔"(۱)

ب۔ طاعون زدہ علاقے سے دور رہنا اور اس کی حکمت

طاعون ایک مہلک گلٹی ہے۔ جو تکلیف دہ متعدی عارضہ ہے۔ طاعون کے نتیجے میں جسم میں تعدیہ یا عفونت (Infection) زخم (Ulcers) اور مہلک رسولیاں نمودار ہوتی ہیں۔ اطباء اپنے مشاہدے کی رو سے انہیں طاعون کی علامات قرار دیتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ سے طاعون کے بارے پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"طاعون ایک عذاب ہے جو بنی اسرائیل کے ایک گروہ یا تم سے قبل لوگوں پر نازل ہوا۔ جب تم سنو کہ کسی علاقے میں طاعون ہے تو وہاں مت جاؤ اور جب وہ اس علاقے میں آجائے جہاں تم مقیم ہو تو اس علاقے سے مت بھاگو۔"(۲)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((غدة كغدة البعير، يخرج في المراق والابط))(۳)

طاعون ایک گلٹی ہے۔ جو اونٹ کی گلٹی سے مشابہ ہے۔ پیٹ کے نرم حصوں اور بغلوں میں نمودار ہوتی ہے۔

آپ ﷺ نے طاعون سے متاثرہ علاقے میں نہ جانے یا وہاں ٹھہرنے کا جو حکم دیا ہے اس میں بڑی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ بالا حدیث کی روشنی میں لکھتے ہیں:

"۔۔۔ انسانی جسم میں مضر مادے ہوتے ہیں جو بھاگ دوڑ اور غسل کرنے سے متحرک ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ جسم کے مفید مادوں سے مل کر کئی بیماریوں کا باعث بنتے ہیں۔ اس لیے جب کسی جگہ طاعون حملہ آور ہو تو وہیں ٹھہرنے میں عافیت ہے تاکہ انسان کے جسم میں مضر مادے متحرک نہ ہوں۔"(۴)

---

(۱) روزنامہ نوائے وقت ۳۰ جون ۲۰۰۵ء

(۲) صحیح مسلم، کتاب الطب، باب الطاعون، حدیث نمبر: ۲۲۱۸

(۳) ابن عبد البر، التمھید، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۶/۲۱۲

(۴) ابن القیم الجوزیہ، الطب النبوی، ص: ۱۰۴

جبکہ جدید تحقیق نے بھی اس کی تصدیق کی ہے۔[1]

اس لیے ضروری ہیکہ ہم احادیث کا سائنسی مطالعہ کرنے میں بھی اپنی تمام تر محنت اور کاوشیں صرف کریں۔

موضوعاتی تدوین

اگر کسی ایک خاص موضوع سے متعلق کسی ایک ہی کتاب میں احادیث تلاش کی جائیں تو ان کی تعداد کوئی زیادہ نہیں ہوتی اور بسا اوقات اس موضوع سے متعلقہ احادیث جو اس ایک کتاب میں موجود ہوتی ہیں ان سے کسی مخصوص مسئلہ سے متعلق حتمی حکم ثابت نہیں ہو رہا ہوتا بلکہ احادیث کی دیگر کتب میں اس موضوع کے متعلق احادیث موجود ہوتی ہیں جو پہلی کتاب میں موجود حدیث کی تفصیل بیان کر رہی ہوتی ہیں۔ اگر ایک ہی موضوع سے متعلق تمام بنیادی کتب احادیث سے صحیح احادیث کو اکٹھا کر کے خاص موضوع مثال کے طور پر سیاست، معیشت، گھریلوزندگی، وغیرہ پر الگ سے کتاب مرتب کی جائے تو حدیث کی تدریس کو ایک نئی جہت مل جائے گی۔

شروحات وتراجم احادیث کو اردو اور دیگر زبانوں چینی، انگریزی وغیرہ میں سافٹ فارم میں لانا

بنیادی ماخذ احادیث جو عربی زبان میں ہیں ان کے حوالے سے کئی بہترین سافٹ ویئر بنائے جا چکے ہیں جہاں ہم اپنی مطلوبہ معلومات کو بہت ہی کم وقت میں حاصل کر سکتے ہیں۔ اسی طرح اردو زبان میں بھی کافی کام ہوا ہے لیکن وہ تقریبا کتب ستہ تک ہی ہو سکا ہے۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ تحقیق میں مذکورہ جتنی جہات ہیں ان پر جو بھی کام کیا جائے ان کو عربی، اردو، انگریزی کے علاوہ دیگر زبانوں، مثلا چینی، ترکی وغیرہ میں ڈھال کر سافٹ فارم میں لانے کے لیے جدید سافٹ ویئرز بنائے جائیں تاکہ مسلم ممالک کے علاوہ دیگر ممالک کے وہ افراد جو اسلام نہیں لائے وہ بھی ذخیرہ احادیث کو زیر مطالعہ لا سکیں۔ اس سے احادیث کی ایک نئی جہت بھی ملے گی اور غیر مسلموں کو خاموش دعوت اسلام کا فریضہ بھی انجام پاتا رہے گا۔

آن لائن ذرائع کا استعمال

کرونا کی لہر کے بعد سے جہاں کاروباری اور دیگر امور میں یکسر تبدیل آئی اور تقریبا ہر شے کو ایک کلک پر کر دیا گیا ہے وہیں تعلیم و تعلم کے طریقہ کار میں جدت کا پہلو دیکھنے کو نظر آرہا ہے۔ بہت سے اداروں، انسٹیٹیوٹ، کالجز، گرافک ڈیزائنز اور دیگر کورسز کو آن لائن کر دیا گیا جس سے ہر شخص با آسانی کوئی بھی ہنر سیکھ سکتا ہے۔ اسی طرح قرآن کریم کی تعلیم کا آن لائن سکھایا جانا بھی کافی عرصہ سے جاری ہے لیکن احادیث کی تدریس کو اس میدان سے دوری کا ہی سامنا رہا ہے۔

---

(۱) آئی اے ابراہیم، اسلام کی سچائی اور سائنس کے اعترافات، ص:۱۸۰، دار السلام جدہ

لہذا احادیث کے سیکھنے سیکھانے کے لیے آن لائن تعلیم کا اجراء کرنا اس میدان میں ایک نیا قدم ہو گا۔ جس میں حدیث، اصول حدیث، فن اسماء ورجال، فقہ الحدیث، فتنہ انکار حدیث والحاد وغیرہ اور اوپر ذکر کی گئی جہات کے اعتبار سے شارٹ کورسز اور تخصص کروائے جائیں۔ نیز علوم اسلامیہ کی ترویج اور تحفظ حدیث کے اہتمام کے لیے اسلامک ورچوئل یونیورسٹیز کا بھی قیام ہونا چاہیے۔

علوم اسلامیہ کا میوزیم

جس طرح قرآن مجید ایک معجزہ ہے اسی طرح نبی اکرم ﷺ کے فرامین مبارکہ میں کئی ایسے پہلو ہیں جو معجزہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جیسے کہ سابقہ صفحات میں سائنسی مطالعہ کے تحت دو احادیث کو بیان کر کے بھی اس چیز کو ظاہر کیا گیا ہے۔ جبکہ موجودہ دور میں ہم اس جہت سے پہلو تہی کر کے چند فقہی، لغوی، صرفی، نحوی اور اصلاحی پہلوؤں پر ہی اکتفا کر رہے ہیں۔

ترقی کے اس زمانہ میں جیسے دنیا میں تعلیمی نکتہ نظر سے سائنس، تاریخ، جغرافیہ کے علوم وفنون کے میوزیم بنائے گئے ہیں اسی طرح علوم اسلامیہ کا میوزیم بھی ہونا چاہیے۔ جس کا ہدف تعلیمی اعتبار سے مدد حاصل کرنا ہو۔ احادیث کی روشنی میں علمی اعجاز کے تحت احادیث کا ایک حصہ ہی لے کر اس کے تحت اس سے متعلق وہ تمام معلومات درج کی جائیں جو سائنس کی بنا پر ہمارے سامنے ہیں تو بلا تعصب کسی بھی مذہب کا پیروکار اس حدیث کی سچائی کا موجودہ علم کی روشنی میں قائل ہو جائے گا۔ آج انسان کے پاس ہر اعتبار سے معلومات کا ایک وسیع سمندر رہے لیکن جب میوزیم میں کسی ایجاد یا علاج کا ربط حدیث کے ساتھ پائے گا تو ایک غیر مسلم بھی حدیث کا قائل ہو سکتا ہے۔

احادیث اور سائنسی نظریات کا تقابلی مطالعہ

ذخیرہ احادیث میں کئی احادیث ہیں جن میں کئی کئی جہات سے استفادہ ممکن ہے۔ گزشتہ زمانوں میں ان سے فقہی مسائل کا استنباط تو ہوتا رہا لیکن وہ احادیث دیگر کئی علمی وسائنسی جواہر اپنے اندر سموئے ہوتی ہیں۔ جن پر اب تک واضح اور مفصل انداز میں بحث نہیں کی گئی اور اگر کہیں کی بھی گئی تو صرف تخمینوں کی حد تک اور کئی تخمینوں کو غیر ثابت شدہ بھی قرار دیا جاتا رہا۔ جس کی ایک وجہ شاید یہ بھی تھی کہ اُس وقت مروجہ طبعیاتی علوم سے کوئی خاطر خواہ نصرت نہیں ملتی تھی۔

جبکہ دور حاضر میں سائنس کے مختلف شعبہ جات میں تحقیقات، ایجادات ونت نئی دریافتوں نے بہت سی احادیث کو سائنسی اعتبار سے سمجھنا بھی سہل کر دیا ہے۔ کتنے ہی امور عقلیہ ثبوت کے اس درجہ تک رسائی پا چکے ہیں کہ جس سے نقل صحیح کا تعارض بھی رفع ہو جاتا ہے۔

دوران تدریس اس جہت کی طرف بھی توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ جہاں اس طرح کی احادیث آجائیں تو ان سے فقہی و علمی مسائل کے استنباط کے ساتھ ساتھ سائنسی نظریات کا تقابل بھی کرنا چاہیے۔ اس طرح سے احادیث کی شرح میں ایک نئی جہت کی تخلیق ہو گی۔

تصوراتی رموز کا استعمال

ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے زمین پر چند لکیریں کھینچی اور پھر ان سے وضاحت کر کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سبق سمجھایا۔ گویا کہ اگر کسی کو تعلیم دینے کے لیے اشارات وغیرہ کا استعمال ممکن ہو تو اسے زیر استعمال لایا جائے جس سے متعلم کے ذہن میں علم دیر پا جگہ پاتا ہے اور سیکھنے میں سرعت کا عنصر غالب رہتا ہے۔

احادیث کی کچھ مباحث ایسی ہیں جن کو اگر پریکٹیکلی کیا جائے تو بات جلد ہی واضح ہو جاتی ہے اور خوب واضح ہوتی ہے۔ اس کے لیے موجود دور میں احادیث مبارکہ، اسماء ورجال کے علم اور مسائل کی تدریس کے لیے پراجیکٹر کا استعمال کیا جانا چاہیے۔ کیونکہ اس پر توجہ پر مرکوز رہتی ہے۔ افہام و تفہیم اور علم حدیث کو محفوظ رکھنے میں کسی حد تک آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔

حدیث کی عصر حاضر سے مطابقت

جب تک ایک طالب موجودہ دور میں پیدا ہونے والے سوالات اور ان کے فکری و نظریاتی پس منظر سے پوری طرح آگاہی نہیں ہو پائے گا تو تب تک وہ دین اسلام کی تبلیغ کا عملی کام اوراحادیث کے ذریعے سے مسئلہ کا درست تعین نہیں کر سکے گا۔

ایک اسلامی ریاست میں ایک فرد کا کیا کردار ہونا چاہیے؟ معاہدہ عمرانی اور اسلام کا کیا نقطہ نظر ہے؟ معیشت کو کس حد تک ان کے رحم و کرم پر چھوڑا جا سکتا ہے؟۔ زر کی زمانی و مکانی قدر وغیرہ اور اس طرح کے کئی دیگر سوالات جن کا مناسب جواب دینے سے طالب علم قاصر دکھائی دے رہا ہوتا ہے۔ جب کہ حقیقت یہ ہوتی ہے کہ وہ تمام احادیث پڑھ رکھی ہوتی ہیں جن میں ان تمام تر مسائل کا حل بیان کیا گیا ہوتا ہے۔

دوران تدریس خصوصا احادیث پڑھاتے ہوئے محل بر محل عصر حاضر سے تطبیق کی جانی چاہیے۔ مثال کے طور پر کئی ایسے ممالک جہاں مسلمانوں کی تعداد کم ہے، انہیں وہاں کے رسوم ورواج اور وہاں کے نظام میں کیا رویہ اپنانا چاہیے۔ اس طرح تدریس میں ایک نئی جہت کا اضافہ ممکن ہو سکتا ہے۔

مدارس میں درجہ خامسہ سے ہی تحقیقی مقالات لکھائے جائیں

علوم حدیث کے حصول کا بنیادی اور اہم ذریعہ مدارس ہیں۔ جہاں سے خصوصا باصلاحیت، ذہین اور فطین طلبہ سند فراغت پاتے ہیں جس سے مستقبل میں علوم حدیث میں مزید تحقیقی و علمی کاموں کی توقع رکھی جا سکتی ہے۔ ان طلبہ کے میلان ورجحانات کو پرکھنے اور اس کی روشنی میں مستقبل کی منصوبہ بندی اور کسی و شعبہ میں تخصص کو اپنا

نے کی رہنمائی کا بھرپور اہتمام ہونا چاہیے۔ آٹھ سالہ دورانیے میں ابتدائی چار سال میں ایک طالب علم اس قابل ہو جائے کہ وہ اس بات کا فیصلہ کر سکے وہ علوم اسلامیہ کے کس شعبہ کے لیے مناسب کام کر سکتا ہے۔ اس طرح جو طلبہ علوم حدیث میں رغبت رکھتے ہوں ان کو آخری چار سال کے دورانیے میں علوم حدیث خصوصا انکار حدیث، الحاد اور مستشرقین کے اعتراضات وغیرہ میں بحث و تحقیق کے منہج واسلوب اور جدید ذرائع سے روشناس کروا کر عملی تطبیق کروائی جائے۔ متعدد جامعات میں آخری سال میں تحقیقی مقالہ لکھوایا جاتا ہے جو بجائے حوصلہ افزائی کہ بعض طلبہ جن کی رغبت نہیں ہوتی ٹالنے کے راستے تلاش کرتے ہیں۔ اور جو ریسرچ کرتے ہیں وہ وقت کی کمی اور نصاب کے بوجھ کی وجہ تحقیق کے اصولوں پر پورا اترنے سے قاصر رہتے ہیں جس کے خاطر خواہ نتائج حاصل نہیں ہو پاتے۔

اسی طرح صرف ایک سال میں کچھ دنوں کی تمرین سے طلبہ میں تحقیقی ذوق دوام نہیں پاتا۔ اس امر کی ضرورت ہے کہ کسی بھی شعبہ خصوصا علوم حدیث کے تحقیقی میدان میں یہ جدوجہد ان طلبہ پر کی جائے جو اس طرف مائل ہوں اور طلبہ کو ایک بہترین محقق بنانے کے لیے درجہ خامسہ سے ہی علوم حدیث، انکار حدیث، تراجم شروحات وغیرہ کے مختلف پہلوؤں سے ریسرچ کی مشق کروائی جائے اور علمی مقالات لکھنے لازمی قرار دیے جانے چاہئیں۔ اس دوران نگران اساتذہ کرام طالب علم کی بالتدرج رہنمائی کرتے رہیں۔ تاکہ جب وہ آخری درجہ میں پہنچے تو ایسی تحقیق سامنے لانے کی صلاحیت اور تجربہ رکھتا ہو جس سے علوم حدیث کی کسی ایک جہت میں اضافہ اور ملت کے لیے فائدہ ہو سکے۔

احادیث کا ترجمہ بلسان قوم میں کیا جائے

مدارس کے تدریسی نظام اور نصاب کا اکثر حصہ عربی کتب کا ہوتا ہے۔ خصوصا ذخیرہ حدیث کے ماخذ کتب ستہ وغیرہ جو پڑھائے جاتے ہیں وہ بھی عربی زبان میں ہیں۔ دوران تدریس ان عربی عبارات وغیرہ کا ترجمہ کرنا جزو لازم ہے۔ لیکن کیا جانے والے ترجمہ ایک منفرد اور مخصوص انداز ہوتا ہے جو صرف اور مدارس کی چار دیواری ہی کا خاصہ ہے۔ احادیث چھوٹی بڑی جتنی بھی کتب کی تعلیم دی جاتی ہے ان میں تقریبا ہر اس حدیث کے ترجمہ کا اہتمام کیا جاتے ہے جو طالب علم کی نظروں سے پہلی دوسری یا تیسری مرتبہ گزر رہی ہو کیونکہ اس سے آگے بار بار پڑھنے سننے کی وجہ سے منفرد انداز ترجمہ کے ساتھ ہی ازبر ہو جاتی ہے۔ طلبہ کرام چونکہ آٹھ سال میں اسی منفرد انداز ترجمہ کے عادی ہو چکے ہوتے ہیں تو اگر کسی حدیث کا ترجمہ کسی عامی کے سامنے کرنا پڑ جائے تو محض ترجمہ سے وہ حدیث مفہوم اور حدیث کا اصل پیغام حاصل نہیں کر پاتا۔

اس کا اثر نسل نو پر یہ پڑتا ہے کہ فراغت کے بعد جب خطبات جمعہ یا دروس حدیث کا موقع میسر آتا ہے تو اسی مخصوص انداز میں ترجمہ کیا جا رہا ہوتا ہے اور خطیب یا مدرس کو احساس نہیں ہو پاتا وہ سامعین کے لیے اس انداز میں ترجمہ نامانوس ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ مدارس میں بھی اس جانب تدریس حدیث کی اس جہت کی طرف بھی توجہ

دینے کی ضرورت ہے کہ طلبہ کو اس بات کا بھی عادی بنایا جائے کہ وہ عوام میں حدیث کا پیغام "بلسان قومہ" کا مصداق بن کر پہنچائے۔

اس لحاظ سے حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے خدمت حدیث کے میدان میں ریاض الصالحین جیسی شاندار کتاب کا ترجمہ اور فوائد منظر عام پر لائے ہیں وہ نسل نو کے استفادہ کے لیے اردو زبان کی سلاست وروانی اور عام فہم ہونے کے اعتبار سے موثر ترین ہیں۔ دور حاضر کے وہ جوان جو ترجمہ وتوضیح میں مدرسہ والا انداز رکھتے ہیں اگر وہ اس کتاب سے فائدہ لیں تو اس شکایت کا ازالہ بھی ہو جائے گا۔

معاشرے کے سلگتے مسائل پر احادیث کی روشنی میں سیریز تیار کی جائے

زندگی کو منضبط اور کامیاب بنانے کا گر ایک مستقل فن بن چکا ہے جس پر مختلف معیاروں کی بے شمار کتابیں مارکیٹ میں آرہی ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ علم نفسیات کے کی کتب سے کسب فیض کیا جارہا ہے۔ جبکہ احادیث کی کتب میں ایسے موضوعات پر پہلے سے ہی اتنا ذخیرہ موجود ہے کہ علم نفسیات کے متعلقات کتب کی ایک سیریز بھی وجود میں لائی جاسکتی ہے۔

باب الحذر والتأنی فی الأمور کے تحت لائی گئی احادیث، اسی طرح توکل، تسلیم ورضا، حسد امید ورجاء وغیرہ کے ابواب میں احادیث کو قرآنی آیات اور ان تفسیر کے ساتھ منظر عام پر لایا جائے تو ہمارے بہت سے نفسیاتی مسائل اور رویّوں کے بحران کا جو جگہ جگہ کامیابی کی راہ میں ہمارے پاؤں کی بیڑیاں بن جاتے ہیں میں رہنمائی لی جاسکتی ہے۔

مولانا مفتی محمد زاہد فرماتے ہیں:

"غصہ انسانی فطرت کا ایک لازمہ ہے، اسے ختم نہیں کیا جاسکتا، البتہ اسے کنٹرول کرنا ضروری ہوتا ہے۔ غصے کو کنٹرول کیسے کیاجائے، آج یہ نفسیات کااہم موضوع توہے ہی، اسے انتظامی علوم (Management Sciences) کے نصابات میں بھی جگہ ملنے لگی ہے۔ دنیا کو اس موضوع کی اہمیت کا آج احساس ہوا ہے۔ حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اس حوالے سے چودہ صدیاں پہلے خاصا مواد موجود ہے اور اس سلسلے میں بہت ہی قیمتی اور کارگر گر بتائے گئے ہیں۔ گھروں اور اداروں وغیرہ میں باہمی اعتماد کے مسائل کیسے پیدا ہوتے اور وہ کس طرح نقصان پہنچاتے ہیں اوران سے بچنے اور نمٹنے کا طریقہ کیا ہو سکتا ہے، حسنِ ظن، سوءِ ظن، نمیمہ (چغل خوری) سنی سنائی بات آگے چلانا، باہمی مشاورت وغیرہ موضوعات کی حدیثوں میں اس کے بارے میں بہت سے شاندار اصول ملتے ہیں۔ گھریلو زندگی بالخصوص زوجین کے تعلقات تو حدیث کا ایک اہم موضوع ہیں جس پر احادیث کی کافی زیادہ تعداد موجود ہے۔"[۱]

تجزیہ

(۱) ماہنامہ الشریعہ، گوجرانوالہ، "تدریس حدیث اور اس کے عصری تقاضے"، مولانا مفتی محمد زاہد، جلد: ۲۰، شمارہ نمبر: ۵،۶، مئی، جون ۲۰۰۹، ص: ۵۸

حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے جہاں خدمت حدیث میں حجیت حدیث، انکار واستخفاف حدیث، تراجم حدیث، اور شروحات حدیث اپنی نگرانی میں کروانا اور دیگر حدیثی خدمات جن کا تذکرہ سابقہ صفحات میں تفصیل کے ساتھ کیا جا چکا ہے وہیں آپ نے معاشرے کے سلگتے موضوعات اور مذکورہ سطور میں بیان کردہ مسائل کو بھی زیر بحث لایا ہے۔ اور پھر ان مسائل کا حل بھی احادیث کی روشنی میں رکھا ہے۔ تاکہ بے راہ روی کا شکار نوجوان طبقہ جو اخلاقیات سے عاری نظر آتا ہے۔ معاشرے خاندان کے حقوق سے بیگانہ ہے کے لیے نہایت ہی عمدہ ہے۔ آپ کی حقوق سیریز کی تمام کتب اسی ضمرے سے متعلق ہیں۔ دور حاضر میں معاشرے کے بگاڑ نے نوجوان کو جس کنارے پر لا کھڑا کیا ہے۔ وہ اگر اب بھی اپنی زندگی کو بہار بنانا چاہتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کے مطابق زندگی گزارنا چاہتا ہے تو یہ کتب اس کی زندگی کو درست زاویے پر لانے کے لیے مؤثر ترین ہیں۔

باب چہارم

اس باب میں حدیث کا مستقبل میں تحفظ، حدیث کی تدریس کے حوالے سے پاکستان میں نئی جہات اور نسل نو پر اثرات کے حوالے سے تین مختلف فصول میں بحث کی گئی ہے۔

پہلی فصل میں تحفظ حدیث کے حوالے سے حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دفاع حدیث کے سلسلے میں دوسری کتاب "فکر فراہی اور اس کے گمراہ کن اثرات ایک علمی و تحقیقی جائزہ" جس میں آپ نے اصلاحی صاحب کے استاذ مولانا حمید الدین فراہی کے حدیث رسول ﷺ سے متعلق جو افکار زائغہ ہیں ان کا جائزہ لیا ہے۔ جس میں نظم قرآن کی آڑ میں معجزہ انفلاق بحر کا انکار پر نقد کیا۔ مولانا فراہی نے متعدد مقامات پر احادیث کا انکار یا ان سے گریز کر کے کئی قرآنی حقیقتوں کو مسخ کیا ہے ان کا دلائل کے ساتھ تجزیہ کیا ہے۔ اسی کتاب کے دوسرے حصے میں حضرت حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلہ کی ایک اور کڑی جاوید احمد غامدی پر گرفت کی اور حاملین فکر فراہی اور غامدی سے پانچ سوال کے عنوان سے انکار حدیث سے باز رہنے کی فکر دی ہے۔

منکرین حدیث کا بڑا ہدف نبی کریم ﷺ کی تشریعی حیثیت تھی، کہ احادیث آپ ﷺ کے ذاتی اقوال وآرا ہیں، جو نہ تو وحی پر مبنی ہیں اور نہ قرآن کی رو سے اس کو ماننا لازم ہے، اور وحی الٰہی صرف اور صرف قرآن کی شکل میں ہے۔ مسلم مفکرین نے اس نکتہ پر بڑی تفصیل سے بحث کی اور نبی کریم ﷺ کی تشریعی حیثیت کو دلائل نقلیہ وعقلیہ سے ثابت کیا گیا ہے۔

دوسری فصل میں علمِ حدیث کے تراجم وشروحات کی نئی جہات جن میں مختلف انواع کے اعتبار سے کام کرنے کی اشد ضرورت ہے کو بیان کی گیا ہے۔ علم حدیث کے تراجم وشروحات کی تدریس کی نئی جہات مثلا: سابقہ مذاہب کا مطالعہ، ذخیرہ حدیث کی موضوعاتی اعتبار سے نئی ابواب بندی، حدیث کی جدید شروحات، اسلام پر اعتراضات کا جواب، انکار حدیث کا سدباب، احادیث کا سائنسی مطالعہ، موضوعاتی تدوین، شروحات وتراجمِ احادیث کو اردو اور دیگر زبانوں چینی، انگریزی وغیرہ میں سافٹ فارم میں لانا، آن لائن ذرائع کا استعمال، علوم اسلامیہ کا میوزیم ،احادیث اور سائنسی نظریات کا تقابلی مطالعہ، تصوراتی رموز کا استعمال، حدیث کی عصر حاضر سے مطابقت وغیرہ کا تجزیہ کیا گیا۔

اگر ہم احادیث کے ذریعے ہر دور میں پیش آمدہ حالات کو سنت نبوی کے مطابق ڈھالنا چاہتے ہیں تو ہمیں اس سے دور جدید میں کے تقاضوں کے مطابق استدلال واستنباط کی نئی جہت سے ان کتب کی ورق گردانی کرنی ہوگی۔ اس کے لیے ہمیں آگے بڑھ کر احادیث اور شروح کی تدریس کی نئی جہات کے وہ تمام منطقی تقاضے پورے کرنا ہوں گے جس سے ہمارا یہ علمی ذخیرہ ہر دور کے مسائل ومعاملات کا حل مکمل طور پر پیش کر سکے تاکہ علم حدیث میں ایک نئے انداز سے تحقیق کی راہیں کھل سکیں اور عہد حاضر کے تقاضوں کو پورا کر سکیں۔

تیسری فصل جو کہ نسل نو پر اثرات کے حوالے سے ہے میں نوجوان نسل پر بہتر اور علمی اثرات مرتب کرنے کے

لیے تین پہلو اپنانے کی کے اعتبار سے بحث کی گئی ہے۔ مدارس میں ابتدا سے ہی احادیث پر ریسرچ، ترجمہ کرتے وقت آسان عام فہم زبان جو بعد میں عوام بھی آسانی سے سمجھ سکیں، معاشرے کے سلگتے مسائل کا حل احادیث کے تناظر میں پیش کیا جانا چاہیے۔ دور حاضر میں معاشرے کے بگاڑ نے نوجوان کو جس کنارے پر لا کھڑا کیا ہے۔ وہ اگر اب بھی اپنی زندگی کو بہار بنانا چاہتا ہے اور نبی کریم ﷺ کے اسوہ کے مطابق زندگی گزارنا چاہتا ہے تو یہ کتب اس کی زندگی کو درست زاویے پر لانے کے لیے مؤثر ترین ہیں۔

خاتمہ

خلاصہ بحث

پہلی صدی میں ہی برصغیر کے مختلف حصوں میں اسلام کی تبلیغ شروع ہو چکی تھی۔ خلافت راشدہ کے عہد میں کئی صحابہ خطہ برصغیر میں تشریف لائے۔۹۳ھ میں سندھ فتح ہوا تو مسلمان محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی زیر قیادت ملتان تک حکومت جما چکے تھے۔ آہستہ آہستہ دینی مراکز اور مدارس کا قیام عمل میں آیا جس کی وجہ سے قصدار، دیبل، منصورہ وغیرہ میں علم حدیث کی نشرواشاعت کا بھی آغاز ہو گیا۔

چھٹی صدی کے بعد جب علمِ حدیث کی ترویج میں نزاع پیدا ہوا تب حضرت شیخ محمد بن طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ وہ عالم تھے جنہوں نے برصغیر میں حدیث کی اشاعت کے ساتھ نقد اور موضوعات کے علم کا بھی آغاز فرمایا اور دیگر محدثین کو بھی اس جانب توجہ دلائی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد دسویں سے گیارہویں صدی ہجری تک شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ترویج حدیث کے لیے گرانقدر کو خدمات انجام دیں۔ پھر حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی محنتوں کے نتیجے میں صحاح ستہ مدارس کے نصاب کا حصہ بنیں۔ جس کے بعد برصغیر میں علومِ حدیث کی باقاعدہ ترویج کا نہ رکنے والا سلسلہ شروع ہو گیا۔

اس کے بعد برصغیر میں خدمت حدیث کے سلسلے میں ہر دور میں کوئی بھی فتنہ یا مسائل کا سامنا کرنے کے لیے علماء و محدثین کی ایک بڑی ہمہ وقت حفاظتِ حدیث، نشرواشاعت کی خاطر تیار رہتی۔ ان علمائے کرام نے اپنے اپنے دور میں علمِ حدیث کی بھرپور خدمت کا فریضہ سرانجام دیا حتی کہ آج تک یہ سلسلہ اسلاف کی قربانیوں کے سبب جاری وساری ہے۔ اسی سلسلے کی کڑی کا ایک حصہ حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ بھی جنہوں نے بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی فیض لیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے منکرین حدیث کی جانب سے حدیث پر کیے گئے حملوں کا بھرپور دفاع ہی نہیں بلکہ حدیث کے تراجم، تحقیق اور تسہیلات وغیرہ میادین میں شاندار خدمات پیش کی ہیں۔ زیر نظر تحقیق میں آپ ہی کے حدیثی کام کا جائزہ لیا گیا ہے۔۔

آپ کا پورا نام محمد یوسف بن حافظ عبد الشکور بن عبد الرزاق بن محمد اعظم تھا۔ آپ اگست ۱۹۴۵ء میں جے پور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے گھرانے نے ۱۹۴۹ء میں جے پور سے پاکستان کی طرف ہجرت کی۔ آپ نے گیارہ برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا اور درس نظامی کے ابتدائی تین سال کی تعلیم جامع العلوم سعودیہ کراچی سے اور باقی تعلیم دارالعلوم تقویۃ الاسلام لاہور سے حاصل کی۔ ۱۹۶۶ء مدرسہ دارالعلوم محمدیہ لاہور میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ ۱۹۶۹ء میں سب سے پہلے "الاعتصام" میں آپ کے شذرات شائع ہوئے اور ۱۹۷۰ء سے باقاعدہ مولانا عطاء اللہ حنیف رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ "الاعتصام" کی ذمہ داریاں سنبھالنے لگے۔ آپ ۱۹۸۸ء تا آخر یعنی وفات وفاقی شرعی عدالت کے مشیر رہے۔ آپ نے ۱۹۹۴ء میں ریاض میں "تفسیر احسن البیان" لکھنے کا آغاز کیا، چار ماہ وہاں رہ کر تفسیر

لکھی باقی پاکستان واپس آکر مکمل کی۔ ۱۹۹۸ء میں ایک سال آپ نے ماہنامہ "محدث" کی ادارت کے فرائض سرانجام دیے۔ ۱۹۹۳ء سے ۲۰۱۴ء تک دارالسلام لاہور کے شعبہ تحقیق و تالیف و ترجمہ میں مدیر کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ آپ اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان کے ممبر تھے اور مرکزی رویت ہلال کمیٹی پاکستان کے رکن بھی رہے۔

آپ کی علمی و تحقیقی تصانیف کی تعداد تقریباً ۱۲۰ ہے۔ آپ نے تفسیر، حدیث، تراجم، دفاع حدیث، عقائد و عبادات، نکاح وطلاق، فقہ واجتہاد، سماج و معاشرت اور سیاست و عدالت جیسے متنوع پہلوؤں پر گرانقدر تحقیقی و تنقیدی کتب ومقالات تصنیف کیے۔ آپ کی تصانیف میں سے تفسیر "احسن البیان" کو سب سے زیادہ شہرت حاصل ہوئی۔

آپ کی تحقیقات کا منہج واسلوب دعوت حق کی کو تسلیم کرنے پر مبنی ہے۔ آپ بڑی فراخ دلی سے اپنوں اور اغیار سب کو دعوت دیتے تھے کہ میری تحریروں میں کہیں آپ کو خلاف حق یا خلاف سنت بات ملاحظہ کریں تو مجھے بلا جھجک مطلع کریں۔ چنانچہ جیسے کہ انکار حدیث کے رد میں امین احسن اصلاحی کے نقد پر لکھی جانے والی کتاب کے عرض مولف میں "آپ اہل علم سے گذارش" کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں: بہر حال اب الحمد للہ یہ سارا علمی مواد کتابی شکل میں زیور طباعت سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آگیا ہے۔ اہل علم ملاحظہ فرمائیں، اگر اس میں اہل سنت کے مسلک سے انحراف ہے تو اس کی ضرور نشاندہی کریں کیونکہ مقصود مولانا اصلاحی پر تنقید نہیں ہے، ان کے افکار پر تنقید ہے اور ان کے افکار پر تنقید اس لیے ہے کہ وہ سراسر باطل ہیں، ان میں مسلمات اسلامیہ کا انکار ہے، احادیث صحیحہ سے انکار ہے، تمام مفسرین امت کی تجہیل اور راویان حدیث اور ائمہ حدیث کے خلاف بغض وعناد کا اظہار ہے۔

تیسرے باب میں حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث سے متعلقہ خدمات کی مختلف جہات کا تین فصول میں علیحدہ علیحدہ جائزہ لیا گیا ہے۔

کتاب "مولانا امین احسن اصلاحی اپنے حدیثی و تفسیری نظریات کی روشنی میں" میں مولانا نے شرح صحیح بخاری میں بیسیوں صحیح روایات کا انکار، امام بخاری کی عظمت اور صحیح بخاری کی مسلمہ اہمیت کا انکار کیا ہے۔ راویان حدیث، بالخصوص امام ابن شہاب زہری وغیرہم پر بے بنیاد اور بے سروپا اعتراضات کر کے حدیث اور ائمہ حدیث کے خلاف اپنے بغض وعناد کا بھرپور مظاہرہ کیا ہے۔ حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث کا انکار کرنے والوں کی بیخ کنی کی ہے اور دفاعِ حدیث کے اعتبار سے محدثین اور شارحین جنہوں نے نبی اکرم ﷺ کے فرامین مبارکہ ہم تک پہنچائے ان کی تحقیر پر مبنی مواد کا بھی رد کیا ہے۔ جس سے مسلمانوں میں یقینی طور پر حدیث کے بارے پائی جانے والی اہمیت میں کمی کی ناکام کوشش تھی۔

دفاع حدیث و محدثین کے ساتھ ساتھ حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی دیگر پہلوؤں سے :استخفاف حدیث، تراجم ومختصر شروحات حدیث، احادیث کی کتب ستہ، ہدایہ القاری شرح صحیح بخاری اور ریاض الصالحین وغیرہ

کے تراجم کی نظر ثانی تحقیق و تخریج، تنقیح اور تسہیلِ حدیث، حدیث پر مقالات اور فقہ الحدیث پر نمایاں خدمات کا تذکرہ اور جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

چوتھے باب میں تحفظ حدیث، تراجم و شروحات حدیث کی نئی جہات اور نسل نو پر اس کے اثرات کا تذکرہ کیا ہے۔ منکرین حدیث کا بڑا ہدف نبی کریم ﷺ کی تشریعی حیثیت تھی، کہ احادیث آپ ﷺ کے ذاتی اقوال و آرا ہیں، جو نہ تو وحی پر مبنی ہیں اور نہ قرآن کی رو سے اس کو ماننا لازم ہے، اور وحی الٰہی صرف اور صرف قرآن کی شکل میں ہے۔ مسلم مفکرین نے اس نکتہ پر بڑی تفصیل سے بحث کی اور نبی کریم ﷺ کی تشریعی حیثیت کو دلائل نقلیہ و عقلیہ سے ثابت کیا گیا ہے۔

علمِ حدیث کے تراجم و شروحات کی نئی جہات جن میں مختلف انواع کے اعتبار سے کام کرنے کی اشد ضرورت ہے کو بیان کی گیا ہے۔ علم حدیث کے تراجم و شروحات کی تدریس کی نئی جہات مثلاً: سابقہ مذاہب کا مطالعہ ،ذخیرہ حدیث کی موضوعاتی اعتبار سے نئی ابواب بندی، حدیث کی جدید شروحات، اسلام پر اعتراضات کا جواب ،انکار حدیث کا سدباب، احادیث کا سائنسی مطالعہ ،موضوعاتی تدوین، شروحات و تراجمِ احادیث کو اردو اور دیگر زبانوں چینی، انگریزی وغیرہ میں سافٹ فارم میں لانا، آن لائن ذرائع کا استعمال، علوم اسلامیہ کا میوزیم، احادیث اور سائنسی نظریات کا تقابلی مطالعہ، تصوراتی رموز کا استعمال، حدیث کی عصر حاضر سے مطابقت وغیرہ کا تجزیہ کیا گیا۔

اگر ہم احادیث کے ذریعے ہر دور میں پیش آمدہ حالات کو سنت نبوی کے مطابق ڈھالنا چاہتے ہیں تو ہمیں اس سے دور جدید میں کے تقاضوں کے مطابق استدلال و استنباط کی نئی جہت سے ان کتب کی ورق گردانی کرنی ہو گی۔ اس کے لیے ہمیں آگے بڑھ کر احادیث اور شروح کی تدریس کی نئی جہات کے وہ تمام منطقی تقاضے پورے کرنا ہوں گے جس سے ہمارا یہ علمی ذخیرہ ہر دور کے مسائل و معاملات کا حل مکمل طور پر پیش کر سکے تا کہ علم حدیث میں ایک نئے انداز سے تحقیق کی راہیں کھل سکیں اور عہد حاضر کے تقاضوں کو پورا کر سکیں۔

نسل نو پر اثرات کے حوالے سے ہے میں نوجوان نسل پر بہتر اور علمی اثرات مرتب کرنے کے لیے تین پہلو اپنانے کی کے اعتبار سے بحث کی گئی ہے۔ مدارس میں ابتدا سے ہی احادیث پر ریسرچ، ترجمہ کرتے وقت آسان عام فہم زبان جو بعد میں عوام بھی آسانی سے سمجھ سکیں، معاشرے کے سلگتے مسائل کا حل احادیث کے تناظر میں پیش کیا جانا چاہیے۔ دور حاضر میں معاشرے کے بگاڑ نے نوجوان کو جس کنارے پر لا کھڑا کیا ہے۔ وہ اگر اب بھی اپنی زندگی کو بہار بنانا چاہتا ہے اور نبی کریم ﷺ کے اسوہ کے مطابق زندگی گزارنا چاہتا ہے تو یہ کتب اس کی زندگی کو درست زاویے پر لانے کے لیے مؤثر ترین ہیں۔

نتائج

- تحقیق سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ برصغیر میں پہلی صدی سے حدیث کی ترویج کا سلسلہ شروع ہو چکا تھااور برصغیر میں حدیث کی مندرجہ ذیل مختلف شعبہ جات کے اعتبار سے کام ہوا:

أ. **متن:** تحقیق الاشارة في تعميم البشارة بالجنة **اور** ماثبت بالسنة في ايام السنة **از** شیخ عبدالحق محدث دہلوی

ب. **شروحات:** نعمة الباری فی شرح صحیح بخاری از علامہ غلام رسول سعیدی، بذل المجہود فی حل ابی داود از خلیل احمد سہارنپوری، تحفہ الاحوذی از عبدالرحمن مبارکپوری، المسوی اور المصفی از شاہ ولی اللہ

ج. **لغت حدیث:** مجمع بحار الانوار از محمد بن طاہر پٹنی

د. **موضوعات:** تذکرة الموضوعات از محمد طاہر پٹنی، الآثار المرفوعة فی الاخبار الموضوعة از علامہ عبدالحئ لکھنوی

ہ. **تاریخ حدیث و محدثین:** بستان المحدثین از شاہ ولی اللہ دہلوی

و. **اصول حدیث:** عجالہ نافعہ از عبدالعزیز دہلوی، ظفر الامانی فی شرح المختصر از علامہ عبدالحئ

ز. **اسماء ورجال:** اسماء الرجال از محمد بن طاہر پٹنی، الاکمال فی اسماء الرجال از شیخ عبدالحق محدث دہلوی

ح. **جرح وتعدیل:** الرفع التکمیل فی الجرح والتعدیل از علامہ عبدالحئ لکھنوی

- اس تحقیق سے یہ بھی واضح ہوا کہ حافظ صلاح الدین یوسف نے حدیث کے میدان میں کئی جہات پر خدمات سرانجام دیں۔

مثلا: حجیت حدیث، دفاع حدیث، تراجم حدیث، تخریج و تحقیق حدیث، نظر ثانی تراجمِ کتب حدیث

- اس تحقیق سے یہ معلوم ہوا کہ حافظ صلاح الدین یوسف نے اپنی خدمات حدیث کی جہت حجیت حدیث میں تنقیدی انداز اپنایا ہے۔
- اس طرح حافظ صلاح الدین یوسف نے اپنی تصنیفات میں رد کرتے ہوئے سخت الفاظ اور بھاری بھرکم الفاظ کا استعمال بھی کیا ہے۔
- مقالہ ہذا سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حافظ صلاح الدین یوسف نے "حجیت ودفاع حدیث" میں عظمتِ حدیث کے نام سے کتاب لکھی جس میں انکار حدیث کے حوالے شبہات کا ازالہ کیا گیا، جس میں آپ نے تنقیدی اسلوب کو اپنایا ہے۔
- اس مقالہ سے واضح ہوا حافظ صلاح الدین یوسف نے تراجم حدیث کے حوالے سے کتاب "ریاض الصالحین" کا ترجمہ و مختصر تشریح اور "منحة الباری ترجمة الادب المفرد للبخاری" کا ترجمہ کیا۔ اسی طرح آپ نے اپنی نگرانی میں کتب ستہ کے تراجم بھی کروائے۔

- محقق پر یہ واضح ہوا کہ کتب ستہ کے تراجم کروانے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ اس سے قبل کے اردو تراجم موجود تھے۔
- اعتراض احادیث کے جو جوابات دیئے گئے وہ وقت کے تقاضوں کو پورا کرتے ہیں جو اس دور کی ضرورت بھی تھی۔
- یہ بات بھی عیاں ہوئی کہ حافظ صلاح الدین یوسف نے تخریج و تحقیق اور تنقیح و تسہیلِ حدیث جیسی جہت پر بھی خدمات پیش کیں۔ مثال کے طور پر "تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکوۃ"، "تمیمۃ الصبی فی ترجمۃ الأربعین من احادیث النبی"، "منحۃ الباری ترجمہ الادب المفرد للبخاری" اور "خلافت وملوکیت، تاریخی وشرعی حیثیت"۔
- اس تحقیق سے یہ بھی واضح ہوا کہ حافظ صلاح الدین یوسف نے سنن ابن ماجہ کی شرح انجاز الحاجہ کا مقدمہ بھی تحریر کیا۔
- اس تحقیق سے حدیث کے تحفظ کی چند جہات بھی سامنے آئی ہیں جن کو عصر حاضر کی ضروریات اور تقاضوں کے مطابق اپنا کر میدانِ حدیث میں زیادہ مؤثر کام سرانجام دیا جاسکتا ہے۔

  أ. ذخیرہ حدیث کی موضوعاتی اعتبار سے نئی ابواب بندی

  ب. حدیث کی جدید شروحات

  ج. احادیث کا سائنسی مطالعہ

  د. آن لائن ذرائع کا استعمال

  ہ. علوم اسلامیہ کا میوزیم

  و. احادیث اور سائنسی نظریات کا تقابلی مطالعہ

  ز. مدارس میں درجہ خامسہ سے ہی تحقیقی مقالات لکھائے جائیں

سفارشات

- حافظ صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ کی فقہی خدمات پر کام کیا جانا چاہیے۔
- آپ رحمہ اللہ نے مختلف رسالوں اور مجلات میں جو مختلف موضوعات پر مضامین لکھے ان کی تعداد پندرہ سو سے زائد ہے۔ ان آرٹیکلز کا تجزیاتی مطالعہ بھی کیا جانا چاہیے۔
- برصغیر میں مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ کی خدمات حدیث کا تجزیہ کرنے کی ضرورت ہے۔

فہارس

فہرست آیات

نمبر شمار	آیت	سورہ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱.	قد بَدَتِ الْبَغْضَاء مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ...	آل عمران	۱۱۸	۱۲۴
۲.	كُلَّمَا أَوْقَدُوا نَارُ الْلحَرْبِ أَطْفَأَهَا الله...	المائدۃ	۶۴	۱۰۷
۳.	وَلَقَدْ اتَيْنَاكَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْانَ الْعَظِيمَ...	الحجر	۸۷	۱۰۴
۴.	وَانْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيهِمْ...	النحل	۴۴	۹۹
۵.	وَمَا انْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُــبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوْا...	النحل	۶۴	۹۹
۶.	ملة ابيكم ابراهيم	الحج	۷۹	۱۱۰
۷.	اِنَّمَا الْمُوْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِه وَاِذَا كَانُوْا...	النور	۶۲	۱۰۰
۸.	مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ...	الاحزاب	۴۰	۰۱
۹.	وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ...	المومن	۶۰	۱۳۷

فہرست احادیث

نمبر شمار	متنِ حدیث	کتاب	صفحہ نمبر
۱.	اعْرِفْ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَهَا، ثُمَّ عَرِّفْهَا سَنَةً...	صحیح بخاری	۱۱۵
۲.	ام القران هی السبع المثانی والقران العظیم	صحیح بخاری	۱۰۴
۳.	عَرِّفْهَا سَنَةً، ثُمَّ اعْرِفْ وِكَاءَهَا وَعِفَاصَهَا، ثُمَّ اسْتَنْفِقْ بِهَا...	صحیح بخاری	۱۱۴
۴.	غدة كغدة البعير، يخرج في المراق والابط...	التمہید	۱۵۷
۵.	الْمُتَبَايِعَانِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالْخِيَارِ عَلَى صَاحِبِهِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا...	صحیح بخاری	۱۱۷
۶.	نَضَّرَ اللَّهُ امْرَأً سَمِعَ مَقَالَتِي فَوَعَاهَا وَحَفِظَهَا وَبَلَّغَهَا...	سنن ترمذی	۱۲۹
۷.	يَا ابْنَ أُخْتِي الْيَتِيمَةُ، تَكُونُ فِي حَجْرِ وَلِيِّهَا فَيَرْغَبُ فِي مَالِهَا...	صحیح بخاری	۱۷۱

مصادر و مراجع

⇦ القرآن الكريم

⇦ ابن عساكر، أبو القاسم علي بن الحسن بن هبة الله،تاريخ دمشق،المحقق: عمرو بن غرامة العمروي، الناشر: دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع،طبع: ١٩٩٥م

⇦ أبو داود سليمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشير بن شداد بن عمرو الأزدي ، تحقيق:محمد محيي الدين عبد الحميد، المكتبة العصرية، صيدا ، بيروت

⇦ ابو یحی امام خان نوشہروی، تراجم علمائے حدیث سن اشاعت ندارد، جامعہ سلفیہ، فیصل آباد

⇦ اختر راہی، تذکرہ علماء پنجاب، مکتبہ رحمانیہ لاہور، ۱۹۸۰ء

⇦ ارشاد الحق اثری، پاک وہند میں علمائے اہل حدیث کی خدمات حدیث، ادارہ العلوم الاثریہ، فیصل آباد، ۲۰۰۱ء

⇦ الاعتصام اشاعت خاص بیاد مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی، حافظ صلاح الدین یوسف، ناشر: ۳۱-شیش محل روڈ لاہور، طبع اول: محرم الحرام ۱۴۲۶ھ / مارچ ۲۰۰۵ء،

⇦ اکبر شاہ خاں نجیب آبادی، تاریخ زوال ملت اسلامیہ، ذوالنورین اکادمی، سرگودھا، طبع ندارد، ۱۹۷۹

⇦ امیر علامہ سنجری، فوائد القواد، (مترجم) شمس بریلوی، عدد طباعت ندارد، کراچی، مدینہ پبلشنگ کمپنی، ۱۹۷۸ء

⇦ امین احسن اصلاحی، تدبر حدیث شرح مؤطا، قرآن و سنت اکیڈمی نئی دہلی، سن اشاعت ۲۰۰۱ء

⇦ امین احسن اصلاحی، تدبر حدیث شرح صحیح بخاری، ادارہ تدبر قرآن و حدیث، لاہور، سن اشاعت ۲۰۰۲ء

⇦ انٹرویو، حافظ محمد عثمان یوسف، بمقام ۴ اپریل ۲۰۲۱، بوقت ۲ بجے دن

⇦ آئی اے ابراہیم، اسلام کی سچائی اور سائنس کے اعترافات، دار السلام جدہ

⇦ برق، ڈاکٹر غلام جیلانی، تاریخ حدیث مکتبہ رشیدیہ، لاہور، ۱۹۸۸ء

⇦ پروفیسر میاں محمد یوسف سجاد، تذکرہ علمائے اہلحدیث پاکستان، جامعہ ابراہیمیہ ناصر روڈ سیالکوٹ، طبع اول، جنوری ۱۹۸۹ء

⇦ ترمذی، محمد بن عیسی بن سورہ بن موسی بن الضحاک، ابو عیسی، سنن ترمذی، تحقیق و تعلیق: احمد شاکر، محمد فواد عبد الباقی، ناشر: شرکہ مکتبہ و مطبعہ مصطفی البابی الحلبی، مصر، طبع دوم: ۱۹۷۵ء،

⇦ حاجی محمد منیر الدین، نور المصابیح، فرید بک سٹال ۳۸ اردو بازار، لاہور، ۱۹۹۷ء

⇦ حافظ صلاح الدین یوسف، عظمت حدیث، ناشر: دار السلام لاہور طبع ندارد، سن اشاعت ندارد،

⇦ حافظ صلاح الدین یوسف، تفسیر احسن البیان، شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس، سعودی عرب، سن اشاعت ندارد مقدمہ
⇦ حافظ محمد گوندلوی، درس صحیح بخاری، مرتب منیر احمد سلفی، اسلامک پبلیکیشنز لاہور، سن اشاعت ندارد
⇦ حافظ یوسف، صلاح الدین، مولانا امین احسن اصلاحی اپنے حدیثی و تفسیری آئینے میں، المدینہ اسلامک ریسرچ سنٹر، کراچی، سن اشاعت ۲۰۱۸ء
⇦ حافظ یوسف صلاح الدین، فکر فراہی اور اس کے گمراہ کن اثرات ایک علمی تحقیقی جائزہ، المدینہ اسلامک ریسرچ سنٹر، کراچی، سن اشاعت: ۲۰۱۹
⇦ خالد گھر جاکھی، سوانح حیات فضل الٰہی، جمعیت المجاہدین پاکستان گوجرانوالہ، ۱۹۲۳ء
⇦ دہلوی، رحیم بخش، حیات ولی، مکتبہ سلفیہ، لاہور، سن اشاعت ندارد
⇦ ڈاکٹر ایم ایس ناز، شاہ ولی اللہ اور علم حدیث، مقبول اکیڈمی لاہور، ۱۹۹۳
⇦ ڈاکٹر صبحی صالح، علوم الحدیث، مترجم، غلام احمد حریری، طبع اول، لائل پور (فیصل آباد)، ملک برادرز، جون ۱۹۶۸
⇦ ڈاکٹر محمود احمد غازی، محاضرات حدیث، الفیصل ناشران و تاجران کتب، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور، اشاعت ششم، مارچ ۲۰۱۰ء
⇦ ڈاکٹر جواد حیدر، محدث میگزین، شمارہ ۳۸۸ اگست ۲۰۰۰ محرم ۱۴۴۲ھ، جلد، ۵۱
⇦ ڈاکٹر محمد اسحاق، علم حدیث میں پاک وہند کا حصہ، (مترجم) شاہد حسین رزاقی، طبع اول، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۷۷
⇦ الذهبي، شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قَايْماز، سير أعلام النبلاء، المحقق: مجموعة من المحققين بإشراف الشيخ شعيب الأرناؤوط، الناشر: مؤسسة الرسالة، الطبعة الثالثة: ١٤٠٥ هـ/١٩٨٥م
⇦ روزنامہ نوائے وقت ۳۰ جون ۲۰۰۵ء
⇦ سید احمد رضا بجنوری، مقدمہ انوار الباری، مکتبہ ناشر العلوم دیوبند، یوپی بھارت
⇦ سید اصغر حسین، محمود الحسن کے حالات و کمالات، دار العلوم دیوبند، ادارہ اسلامیات لاہور، ۱۹۷۷ء
⇦ سید قاسم محمود، اسلامی انسائیکلوپیڈیا، شاہکار بک فاؤنڈیشن کراچی
⇦ شیخ عبد الحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار، کراچی، مدینہ پبلشنگ کمپنی، سن طباعت ندارد، "تکملہ" حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی کے خاندانی حالات
⇦ عاشق الٰہی میرٹھی، تذکرہ الخلیل، مکتبہ قاسمیہ سیالکوٹ، ۱۹۴۹ء

⇦ عبد الحئ حسنی، نزہت الخواطر، دائرہ معارف، حیدر آباد، بھارت، سن اشاعت ندارد
⇦ عبد الحلیم چشتی، حیات وحید الزمان، نور محمد کارخانہ تجارت آرام باغ، کراچی، سن اشاعت ندارد
⇦ عبد الرحمن بن عبد الجبار فریوائی، جہود مخلصہ فی خدمۃ السنۃ، الجامعہ السلفیہ بنارس، ہند، ۱۴۰۶ھ
⇦ عبد الرسول قادر بلوچ، "مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی"، المعارف مجلہ علمی، لاہور، خصوصی شمارہ نمبر۸، ادارہ ثقافت اسلامیہ، جولائی اگست ۱۹۸۸ء
⇦ عبد الرشید ارشد، بیس بڑے مسلمان، شاہ عالم مارکیٹ لاہور
⇦ عبد الرشید عراقی، تذکرہ النبلاء فی تراجم العلماء، بیت الحکمت، لاہور، ۲۰۰۴ء
⇦ عبد الرشید عراقی، برصغیر پاک وہند میں علمائے اہل حدیث کے علمی کارنامے، علم وعرفاں پبلشرز، لاہور، ۲۰۰۱ء
⇦ عبد العظیم انصاری، تذکرہ علمائے بھوجیان، عمر فاروق بھوجیانی، قصور، ۱۹۸۴ء
⇦ علامہ جلال الدین سیوطی، تاریخ الخلفاء (مترجم) اقبال الدین احمد، طبع پنجم، کراچی نفیس اکیڈمی، مئی ۱۹۸۳
⇦ علامہ محمد ابوزہو، تاریخ حدیث ومحدثین، (مترجم) غلام احمد حریری، طبع ندارد، لاہور، ناشران قرآن، سن و طبع ندارد
⇦ علوی، محمد فہیم، مولانا، ماہنامہ "پیام آگہی"، (فیصل آباد، جلد:۵، شمارہ:۵۲، ستمبر ۲۰۱۸ء)
⇦ عمار ظہیر سعیدی، فیضان فیصل "انٹرویو فقیدِ ملت، حافظ صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ" البیان سہ ماہی کراچی، خصوصی اشاعت، سلسلہ نمبر ۲۶، ۲۷، ۲، جولائی ۲۰۲۲۔
⇦ فاروق بن محمود بن حسن حمادة، أعلام السيرة النبوية في القرن الثاني للهجرة،الناشر: مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف بالمدينة المنورة
⇦ الفسوي،يعقوب بن سفيان بن جوان الفارسي،أبو يوسف، المعرفة والتاريخ،المحقق: أكرم ضياء العمري، الناشر:مؤسسة الرسالة، بيروت،الطبعة الثانية:١٤٠١ هـ- ١٩٨١م
⇦ فیض عالم صدیقی، حکیم، اختلاف امت کا المیہ، عبد التواب اکیڈمی ملتان، طبع دوم، ۱۹۷۹
⇦ قاضی محمد اسلم سیف، تحریک اہل حدیث تاریخ کے آئینے میں، مکتبہ تعلیمات اسلامیہ، فیصل آباد، ۱۹۹۴
⇦ القرطبي،أبو عمر يوسف بن عبد الله بن محمد بن عبد البر بن عاصم النمري، التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد، تحقيق:مصطفى بن أحمد العلوي، محمد عبد الكبير البكري، الناشر: وزارة عموم الأوقاف والشؤون الإسلامية، المغرب،عام النشر: ١٣٨٧ هـ
⇦ ماہنامہ الشریعہ، گوجرانوالہ، "تدریس حدیث اور اس کے عصری تقاضے"، مولانا مفتی محمد زاہد، جلد:۲۰، شمارہ نمبر:۵،۶، مئی، جون ۲۰۰۹

⇦ ماہنامہ الشریعہ، گوجرانوالہ، "دور جدید کا حدیثی ذخیرہ"، مولانا سمیع اللہ سعدی، جلد:۲۸، شمارہ نمبر:۱۱، نومبر ۲۰۱۷

⇦ ماہنامہ الشریعہ، گوجرانوالہ، "دور جدید کا حدیثی ذخیرہ"، مولانا سمیع اللہ سعدی، جلد:۲۸، شمارہ نمبر:۱۰، اکتوبر ۲۰۱۷

⇦ ماہنامہ الشریعہ، گوجرانوالہ، "دور جدید کا حدیثی ذخیرہ"، مولانا سمیع اللہ سعدی، جلد:۲۸، شمارہ نمبر:۹، ستمبر ۲۰۱۷

⇦ ماہنامہ الشریعہ، گوجرانوالہ، "دور جدید کا حدیثی ذخیرہ"، مولانا سمیع اللہ سعدی، جلد:۲۹، شمارہ نمبر:۰۲، فروری ۲۰۱۸

⇦ ماہنامہ الشریعہ، گوجرانوالہ، "دور جدید کا حدیثی ذخیرہ ا"، مولانا سمیع اللہ سعدی، جلد:۲۸، شمارہ نمبر:۰۸، اگست ۲۰۱۷

⇦ مجلہ البیان، (سہ ماہی) "انکار حدیث کا مطلب اور منکرین حدیث کا منکر کون؟" حافظ صلاح الدین یوسف، مجلس البحث العلمی المدینہ اسلامک ریسرچ سنٹر، کراچی، شمارہ نمبر:۱۵، ۱۴، جولائی تا دسمبر ۲۰۱۵،

⇦ محدث عبد الحق دہلوی، اخبار الاخیار، (مترجم) مولانا سبحان محمود، کراچی، اسلامک پبلشنگ کمپنی، سن طباعت ندارد

⇦ محمد اعظم اعظمی، تاریخ کشمیر، غلام محمد نور محمد تاجران کتب، مہاراج رنبیر گنج سرینگر، ۱۹۹۵ء

⇦ محمد جعفر تھانیسری، حیات احمد شہید، نفیس اکیڈمی کراچی، ۱۹۶۸ء

⇦ محمد سعد صدیقی، علم حدیث اور پاکستان میں اس کی خدمت، طبع اول، لاہور، ملک سراج الدین اینڈ سنز، (شعبہ تحقیق قائد اعظم لائبریری باغ جناح لاہور) ۱۹۸۸

⇦ محمد سعد صدیقی، علم حدیث اور پاکستان میں اس کی خدمت، شعبہ تحقیق قائد اعظم لائبریری، باغ جناح لاہور، طبع اول:۱۹۸۸ء

⇦ محمد بن محمد العواجي، مرويات الإمام الزهري في المغازي، الناشر:ندارد، الطبعة الأولى:١٤٢٥ه / ٢٠٠٤م

⇦ مفتی عزیز الرحمن، تذکرہ شیخ الہند، ادارہ مدنی دار التالیف بجنور

⇦ مفتی محمد عبدہ الفلاح، تحریک اہل حدیث کے چند اوراق حصہ اول، ادارہ البحوث الاسلامیہ، جامعہ سلفیہ، فیصل آباد، پاکستان، طبع اول، ۱۹۹۱ء

⇦ مفتی عبد الستار الحماد، ہدایۃ القاری شرح صحیح البخاری، مکتبہ دالسلام، الریاض، لاہور، سن اشاعت ۲۰۲۱ء بمطابق ۱۴۴۳ھ، طبع دوم

⇦ مقصود ایاز، شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، شعاع ادب لاہور
⇦ مولانا ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی، محدثین عظام کی حیات وخدمات، دارالنور مرکز الاویس، دربار مارکیٹ، لاہور، اشاعت دوم ۲۰۱۲ء
⇦ مولانا ابوالحسن علی ندوی، تاریخ دعوت عزیمت، طبع چہارم، کراچی، مجلس نشریات اسلام، ۱۳۹۶ھ، ج:۳
⇦ مولانا امین احسن اصلاحی، ذبیح کون ہے، مرکزی انجمن خدام القرآن، ۱۲ افغانی روڈ ، سمن آباد، لاہور، ۱۹۷۵ء
⇦ مولانا سید محمد میاں، علمائے ہند کا شاندار ماضی، لاہور، مکتبہ محمودیہ جامعہ مدینہ، ۱۳۹۷ھ بمطابق ۱۹۷۷
⇦ مولانا عبدالحلیم چشتی، حیات وحیدالزماں، ناشر: نور محمد، اصح المطابع وکارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی، سن اشاعت ندارد
⇦ مولانا محمد اسحاق بھٹی، دبستان حدیث لاہور: مکتبہ قدوسیہ، ۲۰۰۸ء
⇦ مولانا عبدالحئی حسنی لکھنوی، ثقافت اسلامیہ فی الہند، (عربی) دمشق، جامع علمی عربی، ۱۳۷۷ھ بمطابق ۱۹۵۸ء
⇦ مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی، تاریخ اہل حدیث، طبع اول، لاہور، اسلامی پبلشنگ کمپنی، ۱۹۵۳ء
⇦ مولانا محمد اسحاق بھٹی، "تابعین سندھ"، المعارف مجلہ علمی، لاہور خصوصی شمارہ نمبر ۳، ادارہ ثقافت اسلامیہ
⇦ مولانا محمد اسحاق بھٹی، فقہائے ہند، طبع اول، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۷۴ء
⇦ مولوی رحمان علی، تذکرہ علمائے ہند (مترجم) ایوب قادری، طبع اول م کراچی پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، ۱۹۶۱ء
⇦ میر غلام علی آزاد بلگرامی، مآثر الکرام، (مترجم) شاہ محمد خالد فاخری، طبع اول، کراچی، دائرہ المصنفین، ۱۹۸۳ء
⇦ نواب صدیق حسن خان، ابقاء المنن بالقاء المحن، (خود نوشت، سوانح حیات)، تسہیل مولانا محمد خالد سیف، دارالدعوہ، شیش محل روڈ لاہور
⇦ یوسف، صلاح الدین، حافظ، اسلامی معاشرت، ناشر: دار السلام الریاض، لاہور، ۲۰۰۷ء

https://aapkaqalam.com/barre-sagir-ke-sunni-ulma-ki-tartib-kardah-14-mashhoor-kutube-hadis/04;59pm,22/8/2021

https://www.baseeratonline.com/archives/135813s04;59pm,22/8/2021

https:www.facebook.com/430262763975561/posts/522240138111156/12 04;59pm,22/8/2021